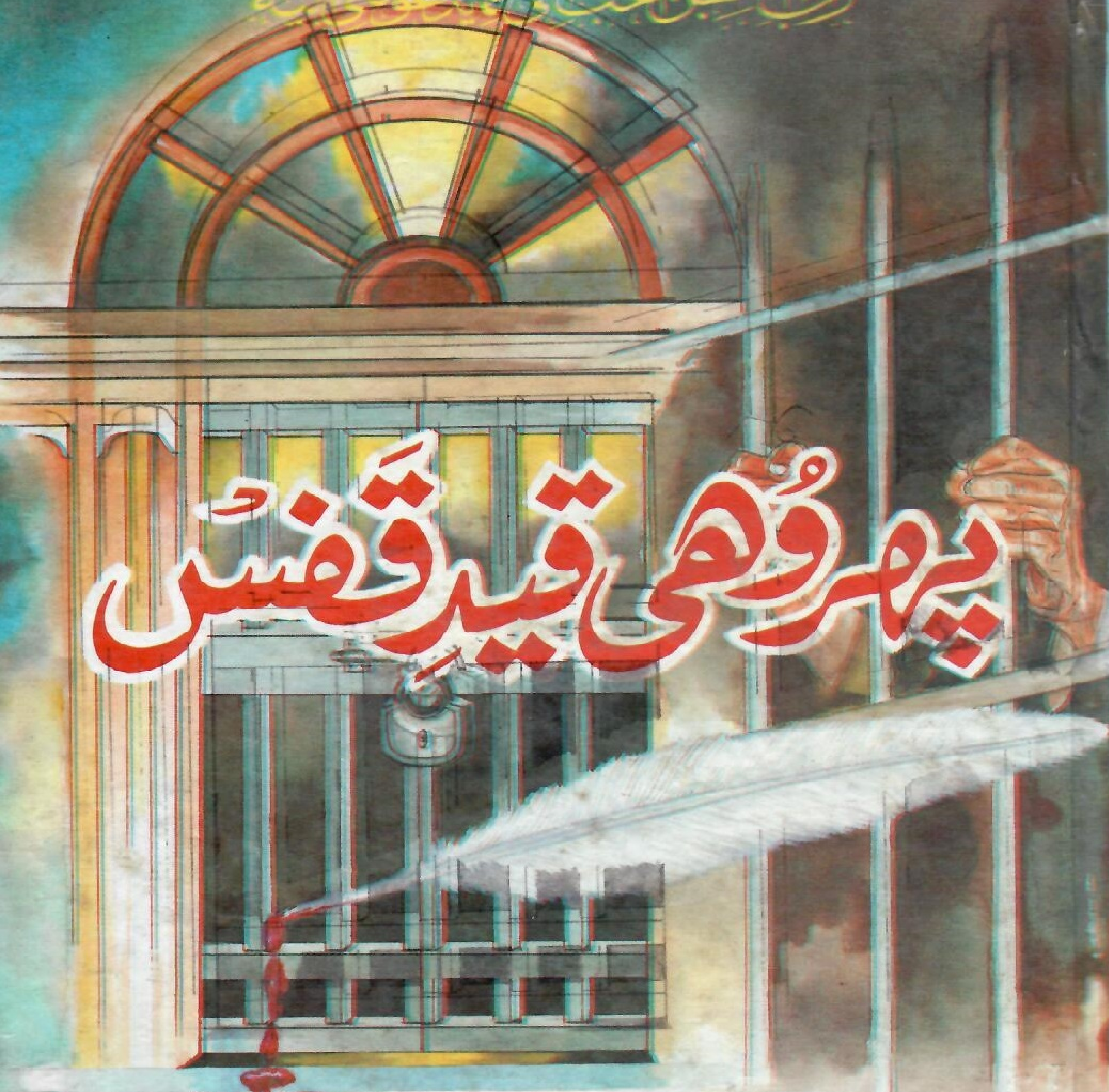
رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه



پھر وہی قید قفس

ایران اور پاکستانی حکمرانوں کی گہری سازشیں جھوٹے مقدمات سپاہِ صحابہ اور اسکی قیادت کو راستے سے ہٹانے کے کئی راز، چونکا دینے والے انکشافات پر مشتمل پنجاب کی چار جیلوں میں بیتے ہوئے شب و روز کی انتہائی دلچسپ اور سبق آموز داستان

علامہ ضیاء الرحمن فاروقی

پھروہی قید قفس......

ابو ریحان علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ

نام کتاب .... پھروہی قید قفس....

مصنف .... علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ

اشاعت اول .... اگست 1997ء

تعداد 2200

زیر اہتمام .... علامہ فاروقی شہید اکیڈمی جامعہ عمر
فاروق اسلامیہ، سمندری
فیصل آباد پاکستان
فون : 04652-420896

ناشر .... اشاعت المعارف ریلوے روڈ،
فیصل آباد پاکستان
فون : 041-640024

ضخامت .... صفحات

قیمت .... 100 روپے

عرض احوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

"پھروہی قید قفس" علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ کے بقول ان کی زنداں کی رفیق و شفیق یادوں کا مجموعہ ہے، جسے انہوں نے مقتل کو جانے سے کچھ ہی لمحے قبل ۸ رمضان المبارک کو مکمل کیا تھا--- اس کی آخری سطور لکھ کر--- نیچے اپنے دستخط سجا کر اپنے قابل فخر رفیق--- جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق کی معیت میں کوٹ لکھپت جیل کی گاڑی میں سوار ہو کر سیشن کورٹ لاہور کے ایڈیشنل سیشن جج خالد میاں کی عدالت میں تاریخ پیشی بھگتنے کے لئے تشریف لائے۔ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش کھلتا مسکراتا چہرہ--- آپ نے مولانا محمد اعظم طارق صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا ہوا تھا۔ گاڑی سے جونہی باہر نکلے--- موقع پر موجود سپاہ صحابہ کے کارکنوں نے آپ پر پھولوں کی پتیاں بکھیرنی شروع کردیں، خیر مقدمی نعرے گونجنے لگے۔ اہل عقیدت نے آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے تو مختلف اخباری رپورٹرز نے آگے بڑھ کر تصویریں لینی شروع کر دیں۔ بس یہی لمحات تھے۔ جنہوں نے مسافر اور منزل کے مابین فاصلے ختم ہونے کا اعلان کیا--- ایرانی طاغوت کی سازش ایک زوردار بم دھماکے کی صورت میں پروان چڑھی۔ انسانوں کا گوشت لوتھڑوں کی صورت میں درختوں اور دیواروں پر جا چپکا، خون کے فوارے بہہ اٹھے، انسان تڑپنے لگے اور انسانیت جام شہادت نوش کر گئی------انا للہ وانا الیہ راجعون ○

---------- میں جب "پھروہی قید قفس" کا آغاز سے انجام تک جائزہ لیتا ہوں، تو بے اختیار یہ اشعار نوک زباں پر آجاتے ہیں۔

شاہین اڑا قیدی پرندوں کو بتا کر
ٹکراؤ سلاخوں سے اڑو خون میں نہا کر
بازو پہ بھروسا ہے تو انصاف نہ مانگو
اس دور میں پچھتاؤ گے زنجیر ہلا کر

مولانا ابوالکلام آزاد نے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر جج کے سامنے ہی عدالت کو کمین گاہ قرار دیا تھا۔ "پھروہی قید قفس" کے شہید مصنف ؒ کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ "عدل کا باغ مرجھا چکا ہے" حالات وواقعات کے تجزیے کے بعد مذکورہ اقوال کے چوم لینے کو جی چاہتا ہے، یہاں عدالتیں انصاف کی قتل گاہیں ہیں، مجرم پہ ہاتھ تک نہیں ڈالا جاتا، جبکہ بے گناہ انسان انصاف کی امیدیں اور حسرتیں دل میں لئے اجل کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے، کرسی ٔ عدالت کا ملمع بھی پھیکا نہیں پڑتا----- میرا قبیلہ بے حس ہو چکا ہے۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ

مصنف ؒ کی شہادت کا روح فرسا سانحہ ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء بمطابق ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ بروز ہفتہ بارہ بجکر دس منٹ پر پیش آیا، میری آپ ؒ سے آخری ملاقات ۱۵ جنوری بروز بدھ کو حضرت مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ کی موجودگی اور عم مکرم مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی کی ہمراہی میں کوٹ لکھپت جیل کے اندر ہوئی تھی۔ اسی ملاقات میں حضرت مصنف شہید ؒ نے اپنے قائم کردہ جامعہ عمر فاروق میں بغرض تدریس اور اپنے تحریری کام کے لئے بطور معاون بندہ کی تقرری فرمائی تھی۔ حضرت کی شہادت کے بعد جرنیل سپاہ صحابہ ؓ مولانا اعظم طارق مدظلہ کے حکم پر "فاروقی شہید اکیڈمی" کا قیام عمل میں آیا اور علامہ فاروقی شہید ؒ کی تصنیفات پر کام شروع ہوا۔

علامہ فاروقی شہید ؒ نے اپنی زندگی کی آخری اسارت (جو کہ تقریباً ۱۴ ماہ کے عرصہ پر محیط ہے) کے دوران فتنئہ رافضیت اور دیگر دینی و عالمی مسائل پر ۲۶ کتب تصنیف کی

تھیں۔ آپ کی شہادت کے بعد ان کتب کی اشاعت کے جملہ امور کی نگرانی کی سعادت بندہ ناچیز کو حاصل ہو رہی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے پہلے مرحلہ میں درج ذیل پانچ شہہ پارے منصۂ شہود پر آ رہے ہیں۔

(۱) پھروہی قید قفس (مصنف شہیدؒ کی زندگی کی آخری تحریر)

(۲) حضرت امام مہدی (حقیقت، سیرت و کردار اور شیعہ سنی نظریات کا تقابل)

(۳) تعلیمات آل رسول (شیعیت کے مذعومہ ۱۲ آئمہ اور دیگر اہم شخصیات کے سیر و افکار)

(۴) جدید دور میں مسلمانوں کی ذمہ داری (نہایت جامع اور فکری تحریر)

(۵) سپاہ صحابہ میں ہر مسلمان کی شمولیت کیوں ضروری ہے؟ (ہر طبقۂ فکر کے مسلمانوں کے لئے اہم گزارشات)

مذکورہ پانچوں شہہ پاروں کی افادیت اور اہمیت بلاشبہ ان کی اشاعت کے بعد ہی سامنے آسکے گی، میں اس کام میں تعاون کرنے والے تمام احباب بالخصوص جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ، جناب انجینئر طاہر محمود صاحب، جناب قاری عبدالغفار سلیم اعوان صاحب اور جناب قاری شبیر احمد صدیقی صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ بلاشبہ اگر ان حضرات کی مخلصانہ کاوشیں میسر نہ ہوتیں، تو یہ عظیم کام منظرعام پر اس قدر جلد سامنے نہ آسکتا، آخر میں یہ گذارش بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام مسودات کی پروف ریڈنگ کی ذمہ داری بندہ ناچیز پر ہے، دانستہ طور پر کسی قسم کی کوتاہی کارروا دارنہ ہونے کے باوجود بھی ممکن ہے کہ کچھ اغلاط رہ گئی ہوں، تو قارئین سے امید رکھتا ہوں کہ آگاہ فرمائیں گے۔ انشاءاللہ! آئندہ اشاعت میں تصحیح ہو جائے گی۔

ثناءاللہ فاروقی

ناظم "فاروقی شہید اکیڈمی"، سمندری، فیصل آباد پاکستان

16-7-97

چہرہ عنوانات

شیرازہ فکر

محفل برخاست ہو جائے گی، چراغ صبح تک جلتا رہے گا، انجمن ویران ہو جائے گی گلشن کی مہک تازہ رہے گی، بستیاں اجڑ جائیں گی، اس کے نقوش تابندہ رہیں گے۔ہاں مگر یہ بھی ایک نقش ہے۔ یہ بھی ایک چراغ ہے یہ بھی ایک گلشن ہے۔ ہاں یہ مجموعہ ایک اور خزینہ ہے۔ یہ مجموعہ احساس و تخیّل کے ساتھ واقعات کا مشاہدہ بھی ہے۔ احوال وو قائع کا تجزیہ بھی ـــ مشن اور نصب العین کا معرکہ بھی ہے، جرات و تہور کا ولولہ بھی ـــ گرمی نفس کا دل گداز آئینہ بھی ہے۔ داد و بے داد سے بے نیاز زنداں کی رفیق و شفیق یادوں کا گلدستہ بھی ـــ یہ محض ادب کا شہہ پارہ نہیں اس میں گزرے ہوئے تلخ ایام کے نقوش بھی ہیں۔ محض نکتہ آفرینی نہیں معلومات کا خزینہ بھی ہے، حقائق وانکشافات کا دریچہ بھی۔ ـــ ایک ولولہ ہے، ایک نگارندہ کی خامہ فرسائی ہے، اس غنچہ کا مقصد کیا ہے بقول شاعر

؎ نہ ستائش کی تمنانہ صلے کی پرواہ

یہ ایسی کہانی ہے جو طوق و سلاسل سے ملی ہوئی ہے، یہ ایسا دفتر ہے جو آب و گل سے آلودہ ہے، یہ ایسا کتب خانہ ہے جو رنگینیِ حالات کا آئینہ ہے، یہ ایسی آشفتہ کاری ہے جو معنویت کی سحر کاری سے آراستہ ہے۔ یہ الفاظ و معانی کا ساز ہے۔ قرون اولیٰ کا سوز ہے۔ اسیر بلبل کی رنگین نوائی ہے، صحابہ کرامؓ سے عشق و محبت کی شیریں یاد ہے، گوشہ زنداں کا بہار افزا شہہ پارہ ہے، جذبات واحساسات کا دلکش نغمہ ہے۔

اس کا سِرِّ آغاز ہے

رب السجن احب الی ممایدعوننی الیہ (القرآن)

میرے رب مجھے ان ترغیبات سے قید خانہ زیادہ محبوب ہے۔

○

ہاں تلخیٔ ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے
منظور یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے

(فیض احمد فیض)

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

ہماری گرفتاری کو ابھی تیسرا ماہ گزرا تھا کہ ۱۹۹۶ء کے آغاز ہی میں ہمیں سنٹرل جیل ملتان سے کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اندرون اور بیرون ملک سے سینکڑوں احباب اور رفقاء جماعت نے جیل کے شب و روز، مقدمات کی تفصیل بے نظیر حکومت کی چالوں اور سیاسی و مذہبی انتقام کی کہانی تحریر کرنے پر اصرار کیا۔ میں اس وقت اسلام کے موضوع پر اپنی کتاب طلوع سحر جو اب "پیغام اسلام اقوام عالم کے نام" کے عنوان سے شائع ہو رہی ہے تحریر کر رہا تھا۔ سینکڑوں خطوط کے بار بار اصرار نے مجھے گرفتاری سے لے کر رہائی تک کی کہانی لکھنے پر آمادہ کر ہی لیا۔ ادھر جب ماہنامہ "خلافت راشدہ" میں ہماری جیلوں کے شب و روز کی کہانی قسط وار شائع ہونے لگی تو ہر ایک نے اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کے لئے اصرار کیا میرے لئے دیگر دینی اور اسلامی موضوعات پر لکھنا اتنا مشکل نہیں تھا جتنا ایسی کتاب کو لوح قرطاس پر منتقل کرنا کٹھن اور تلخ کام ثابت ہوا جس میں خود مئولف کی کارگزاری اور یگ گونہ مدح سرائی کا پہلو نکلتا ہو، میں تو اس کوچے سے ہمیشہ دور بھاگتا ہوں، مجھے خدا کے فضل و کرم سے اپنی حقیقت کا علم ہے

من آنم کہ من دانم

میں کبھی "انا ولا غیری" کے زعم میں مبتلا نہیں رہا، انسانی کمزوریوں اور بشری کوتاہیوں میں سرتاپا غرق انسان اپنی تعریف پر راضی ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ اپنے اوپر کتاب

لکھنا اور اپنی ہی کہانی کو رقم کرنا اتنا مشکل معلوم ہوا کہ اس کا پہلے کبھی اندازہ بھی نہ ہوا تھا۔

جونہی اس عنوان پر خامہ فرسائی کا فیصلہ ہوا مختلف جیلوں کے رفقاء، اور ملک بھر کے کارکنوں کے باربار تقاضوں کے سامنے سپر ڈال کر جب قلم اٹھایا تو اس کی نوک زبان ایسی بوجھل اور ثقیل ہو گئی جیسے ایک پہاڑ کو کاندھوں سے اتار کر صفحہ قرطاس پر ثبت کیا جارہا ہو۔

بلاشبہ یہ ایک تلخ تجربہ ہے، جسے جیل کے ایک سال کی تکمیل / ۲۵ کتابوں کی تالیفات مکمل ہونے مختلف مقدمات میں ضمانتوں کی منظوری اور رہائی کے بالکل قریب آ جانے کے بعد بطور ادائیگی قرض تکمیل کے زیور سے آراستہ کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔ میری اور مولانا محمد اعظم طارق کی یہ کہانی، شورش کی جیل کہانیوں پس دیوار زنداں، موت سے واپسی، چوہدری افضل حق کی میرا افسانہ مولانا ابو الکلام آزاد کی "قول فیصل"، امام راشد سید حسین احمد مدنی کی "نقش حیات" حضرت شیخ الہندؒ کی "اسیر مالٹا"۔ مولانا جعفر تھا نیسری کی "تاریخ کالا پانی" سے یکسر مختلف ہے۔ پہلے تمام لوگوں کو برطانیہ کے بدیسی حکمرانوں کی تلچھٹ کا سامنا تھا جبکہ ہمیں ان کی تابع فرمان اولاد کی ستم کیشی سے واسطہ تھا۔ پہلے لوگوں میں کفر اور کھلی اسلام دشمنی کے باعث ہر شخص اور اسیر رہنما پہلے ہی روز سے اغیار کے ہاتھوں مشق ستم کا سزاوار بنا رہتا تھا۔

ہر ایک کے سامنے یہ حقیقت واضح تھی کہ انگریز چونکہ برطانیہ سے آکر ہمارے ملک پر ناجائز طور پر قابض ہوا ہے۔ اس کے خلاف جنگ وجہاد پر پوری قوم متحد و متفق ہو چکی ہے ہر ملکی اور قومی جماعت حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے میں ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن یہاں معاملہ ہی دوسرا تھا۔ کئی اسلام کے علمبردار لادین حکمرانوں کی آنکھ کا تارا بنے ہوئے تھے۔ سپاہ صحابہ کے مشن کو فرقہ واریت اور مذہبی فسادات کا نام دے کر مسلمانوں کی کئی جماعتیں ہماری حمایت پر متامل اور سوچ میں پڑی ہوئی تھیں۔ شیعہ سنی مذہبی

فسادات کے خاتمے کے لئے قائم ہونے والی "ملی یکجہتی کونسل" بھی کھل کر ہمارا ساتھ دینے کو تیار نہ تھی۔ اہلسنّت کے اکثر گروہ اور علماء جو گھر میں بیٹھ کر ہماری حمایت کرتے تھے لیکن انہیں سپاہ صحابہ کی قیادت پر بے بنیاد الزامات اور جھوٹے مقدمات کے لئے بے نظیر حکومتی اقدام کے خلاف میدان عمل میں نکل کر کچھ کہنے کا یارانہ تھا۔ ہمارا جرم کیا تھا؟ ہم نے واقعی میاں شاہنواز کو قتل کرایا تھا؟ ہمارے خلاف تمام مقدمات کی نوعیت کیا تھی؟ کیا واقعی ہمارے خلاف ایک سال میں حکمرانوں کو کوئی ثبوت میسر آگیا تھا؟ اس کی تفصیل تو اسی کتاب میں اپنی جگہ پر آئے گی۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ بے نظیر حکومت کے خاتمے کے ایک ہفتہ بعد نگران حکومت نے جب ہمارے مقدمات کی رپورٹ مختلف ایجنسیوں سے طلب کی تو ان میں ایک اہم ایجنسی کی رپورٹ میں یہ لفظ واضح طور پر لکھے گئے تھے۔

"سپاہ صحابہ کے مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق پر قائم تمام مقدمات کی نوعیت سیاسی انتقام کی ہے۔ ان پر تمام مقدمات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں، ابھی تک ان کے خلاف حکومت کو کوئی گواہ نہیں مل سکا۔ اس لئے اب ان دونوں رہنماؤں کو خیر سگالی کے طور پر رہا کر دینا چاہیئے" سرکاری ایجنسی کی رپورٹ اسی کتاب میں اپنے مقام پر موجود ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ بے نظیر حکومت نے میرے خلاف ۶۱ اور مولانا اعظم طارق کے خلاف ۶۰ مقدمات کا ریکارڈ ہائی کورٹ میں پیش کیا لیکن اس کی برطرفی کے ایک ہفتہ بعد مرکزی ایجنسی تمام مقدمات کو بے بنیاد اور جھوٹا قرار دے رہی ہے ہم نے اس رپورٹ کے بعد بھی نگران حکومت سے رہائی کی بھیک نہیں مانگی..... ہم نے حکومتی نمائندے کو اب بھی صاف کہہ دیا تھا ہمارا معاملہ خدا کے سپرد ہے ظاہری اسباب کے مطابق ہم نے ہائیکورٹ میں تمام مقدمات کو چیلنج کر رکھا ہے وہاں سے ہمارا پروردگار ہمیں ضرور انصاف فراہم کرے گا۔ چار مرتبہ ہمیں سزائے موت دلوانے، دو مرتبہ جیل میں قتل کرانے کے حکومتی منصوبوں کی ناکامی کے بعد بے نظیر کی برطرفی سے ایک ہفتہ قبل آخری

مرتبہ ہمیں کہا گیا کہ آپ کو غیر مشروط رہا کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے آپ صرف اپنی طرف سے کسی مرکزی عہدیدار کو فلاں حکومتی نمائندے کے پاس بھجوا دیں۔

خدا کا شکر ہے ہم نے یہاں بھی صاف طور پر کہا کہ ہم بے نظیر کے کسی نمائندے کے پاس بھی اپنا آدمی نہیں بھیجیں گے۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

بیسوی صدی عیسوی کی تمام اسلامی شخصیات جنہوں نے برطانوی حکمرانوں سے جنگ لڑی بلاشبہ ان کی عظمت و مرتبت آسمان سے بلند ہے لیکن انہیں قتل کے مقدمات کی بجائے حکومتی مخالفت ہی کا سامنا رہا۔ یہاں معاملہ ہی جدا تھا، اخلاقی مقدمات فوجداری کیسوں کی بھرمار کر دی گئی، جھوٹے گواہوں کے ذریعے سزائے موت دلوانے کے لئے کئی جعلی گواہ تیار کئے گئے۔

یہ سب کچھ صرف بے نظیر حکومت کا ہی کیا دھرا نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایران کی شیعہ حکومت تھی۔ جس کے کئی اہلکار ہماری گرفتاری کے دوران یہاں آکر اعلیٰ حکام سے مذاکرات کرتے رہے۔ افغانستان میں اگر طالبان کی حکومت قائم نہ ہوتی اور پاکستان اور ایران کے تعلقات فوری طور پر خراب نہ ہوتے۔ تو بے نظیر لازمی طور پر ہمیں سزائے موت سنا کر کال کوٹھڑی میں بند کر دیتی۔ فوجداری مقدمات کی آڑ میں تختہ دار پر لٹکا کر ایک طرف ایران اور دنیا بھر کے شیعہ کو خوش کر دیتی دوسری طرف قومی اسمبلی میں اپنے خلاف گونجنے والی ایک زوردار آواز (مولانا محمد اعظم طارق) اور ملک بھر میں راقم کے جلسوں اور سپاہ صحابہ کی تحریک سے چھٹکارا حاصل کر لیتی لیکن خدا کو منظور ہی کچھ اور تھا۔ رحمت ایزدی کے سحاب کرم نے گہرباری کی، بارگاہ ذوالمنن سے ظلم و جبر کی طنابیں کھینچ دی گئیں۔ ہمیں تختہ دار پہ چڑھانے کے منصوبے بنانے والے خود پس دیوار زنداں ہو

گئے۔ ان کے اقتدار کا محل زمین کے پاتال میں گم ہو گیا۔ وہ قومی دولت کی لوٹ مار، بدعنوانیوں، ملکی خزانے کو شیرمادر سمجھ کر ہضم کرنے والوں کی قطار میں کھڑے کر کے تاریخ کے بے رحم ہاتھوں سے ذلت و نکبت کی وادی میں گرا دیئے گئے۔ ان کا اقتدار قصہ پارینہ ہو گیا۔ ہمارے خلاف افسران حکومت کو ہدایت جاری کرنے والے اعلیٰ حکومتی کارندے جب زندان کی اوٹ میں لائے گئے تو ان کی حالت دیدنی تھی، وہ راولپنڈی جیل میں ہمارے بلاک کے متصل ہی رکھے گئے، جیل کے اہلکاران کا تمسخر اڑاتے وہ قدرت کے عبرتناک انتقام کی تصویر بن کر دن رات روتے رہتے اپنے ولی نعمت آقاؤں کو صلواتیں سناتے، وہ آفت رسیدگان کی مانند بیچارگی اور درماندگی کی تصویر بن کر رہ گئے۔ ان کے نت نئے افسانے اخبارات میں چھپنے لگے، کروڑوں کے غبن سانپ کی طرح ان سے لپٹ گئے۔ فضائے ملکوت بار بار یہ کہہ رہی تھی

دکھاؤں گا تماشے دی اجازت گر زمانے نے
ہر ہر داغ اک تخم ہے سرو چراغاں کا

جب اپنی چکیوں اور چھوٹے چھوٹے کمروں میں وہ ہچکیاں بھرتے تو جیل کے ملازم یوں گویا ہوتے

کہے جا پیام قاصد یونہی جان ناتواں سے
کہ ہوا بدل چکی ہے تیری جنبش زبان سے

القصہ یہ مجموعہ بے نظیر دور حکومت میں سپاہ صحابہ کے دو خدام راقم الحروف (ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی) اور سپاہ صحابہؓ کے رکن پارلیمنٹ مولانا محمد اعظم طارق پر یکطرفہ زیادتیوں، جھوٹے مقدمات اور جیل کے شب و روز کی معلومات افزاء، عجیب النوع عنوانات پر مشتمل ایسی کہانی ہے جس میں مشن پر ثابت قدم رہنے والوں کی داستان تپش و خلش بھی ہے، ناموس صحابہؓ کے تحفظ کی فرد جرم بھی ہے، غلبہ اسلام کی جدوجہد کا

غازہ بھی ہے دل گدازی کے لئے قصے بھی ہیں، جگر سوزی کے کئی معرکے بھی ہیں، اور حسن تدبر کے کئی نقوش بھی ہیں..... یہ منفرد کہانی ایسا فکری گلدستہ ہے جس سے ہمارا مقصود اپنے کارنامے بیان کرنا نہیں بلکہ اس کا مدعا تاریخ کے دریچوں میں سچے نقوش کو آویزاں کرنا ہے۔

شاید کوئی آجائے آبلہ پا میرے بعد

تاکہ کاروان شوق کو منزل کے حصول میں آسانی ہو، یا درفتگان کے عنوان پر راستہ کی تلاش سہل ہو، مشن کے فروغ اور نصب العین کے ابلاغ میں کوئی دشواری پیش نہ آئے.....

ہو کوہ و بیابان سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے تیرے دامن افلاک نہ چھوٹے

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

(اڈیالہ جیل، راولپنڈی)

29-11-96

تاریخ اسلام کی مذہبی اور دینی تحریکوں کا ابتلاء

اسلام کی تاریخ میں کوئی دور اور زمانہ ایسا نظر نہیں آتا جس میں ابتلاء و آزمائش کے جھکڑ نہ چلے ہوں۔ مصائب و آلام کی گھنگھور گھٹاؤں سے پورا ماحول نہ اٹا ہو۔ مشکلات کے بھنور اور مصائب کے دھانے منہ کھولے نہ کھڑے ہوں، عواقب و حوادث کی کالی کالی راتیں پہاڑ بن کر سامنے نہ آئی ہوں،....

اسلام کے داعیوں مصلحوں، اور مجاہدوں نے موت سے لے کر زندانوں تک، کے کربناک لمحے نہ گزارے ہوں، اولوالعزم فاتحوں اور نابغہ روزگار شمشیر آزماؤں نے رنج و محن کے دریا نہ عبور کئے ہوں، افلاس کی بھوک، اور جلاوطنی کے دکھوں سے ویرانے نہ آباد کئے ہوں، قرآن عظیم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوالجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوامن قبلکم---- مستھم الباساء والضراء وزلزلواحتی یقول الرسول والذین امنوامعه متی نصر الله' الاان نصر اللهقریب-----

ترجمہ:۔ کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ جنت میں بغیر دکھ اٹھائے داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ تمہیں ابھی تک ایسا کوئی عجیب حادثہ نہیں پیش آیا جو پہلے لوگوں پر گذر چکا ہے۔ ان پر ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور مصائب نے ان کو اتنا زچ کیا کہ اس زمانے کے پیغمبر بھی اور ان کے پیرو کار بھی بے اختیار پکار اٹھے--- کب آئے گی اللہ کی مدد؟ یاد رکھو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بھی مصائب کی تاریک راہوں سے گزارا گیا، آپ بھی مکہ کی سنگلاخ وادی میں راستوں کے کانٹوں اور شہریوں کے طعنوں، اقارب کی

ستم کیشی، اور سرداروں کی تنقید و تعریض کے نشتر سے کراہتے رہے۔ مکہ کی ظلمت شب نے تیرہ سال کا طول کھینچا، تین سال شعب ابی طالب کی زندان میں پابند کیا گیا، بھوک کے دکھ، غربت و تنگدستی کا رنج اس پر مستزاد تھا۔ آنحضرت ﷺ کے خلفاء اور اور آپ کے صحابہ کرام میں جو شخص جتنا آپ کے قریب تھا، جس کی محبت و عشق کی تپش جس قدر تیز تھی وہ اسی قدر دکھوں کی آگ میں جلایا گیا، تیشہ ستم کا سزاوار بنایا گیا، آلام و حوادث کے گرداب میں ڈالا گیا، صحابہ کرام کو اعلائے کلمتہ اللہ کے جرم میں کس کس دکھ کا سامنا کرنا پڑا کس کس مصیبت سے دوچار کیا گیا کس کس رنج اور کس کس الم کے صدمے سے نڈھال کیا گیا یہ تاریخ عالم کا انوکھا اور جانگسل باب ہے، ہم یہاں اس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتے، ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابلاغ دین کے لئے تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ دکھ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اٹھائے، سب سے زیادہ اذیتیں خلفاء راشدینؓ اور رفقاء محمدؐ کو پہنچائی گئیں سب سے زیادہ مشکلات سے اسی قدسی الاصل جماعت کو دوچار ہونا پڑا۔

- پہلی صدی ہی میں صحابہ کرامؓ کے بعد حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ پہ آسمان سے بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، فقر و فاقہ سے سرشار، یہ اولوالعزم قافلہ استقامت و استقلال کا کوہ گراں بن کر نور سحر کے موتی بانٹتا رہا۔
- امام ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے اٹھا، امام احمد بن حنبلؒ کی پشت پر کوڑے مارے گئے، وہ اٹھائیس ماہ تک زندان کی اوٹ میں دکھ سہتے رہے۔
- امام مالکؒ کا منہ کالا کر کے مدینہ کی گلیوں میں پھرایا گیا
- حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو اپنوں کی تیغ ستم سے پالا پڑا۔
- امام غزالیؒ کو بغداد کے جنگلوں میں ۹ سال تک مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔

- امام بخاریؒ کو دھکے دے کر بخارا سے نکالا گیا
- امام نسائیؒ کو مسجد کے صحن میں شہید کر دیا گیا۔
- امام مسلمؒ پہ کفر کے فتوے لگائے گئے۔
- امام ابن تیمیہؒ کو دمشق کی جیل میں دو سال سے زیادہ عرصہ گزارنا پڑا۔
- فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور نور الدین زنگی کو سخت مشکلات اٹھانا پڑیں۔
- امام عزالدین ابن سلام پر اپنوں نے طعنے لگائے۔
- حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک سال سے زائد عرصہ قلعہ گوالیار کی نظر بندی میں گزارا۔ اکبر بادشاہ کے جعلی دین اور جہانگیر کے افکار سے ٹکرلی..... سخت اذیتیں اٹھا کر اسلام کی عظمت کو چار چاند لگائے۔
- حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ نے اسلامی فکر و فلسفہ کے فروغ اور باطل قوتوں کے مقابلے میں اسلام کا مقدمہ جیتنے کے لئے سخت مشکلات اٹھائیں بالاخر پورے عالم میں اسلام کے سیاسی معاشی فکر کو بلند پرواز عطا کی۔
- حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ کے فرزند شاہ عبد العزیز دھلویؒ کے انگوٹھے کاٹ دیئے گئے۔ سخت اذیتوں سے آخری عمر میں وہ نابینا ہو گئے لیکن ان کے اسلامی فکر کی داد دیجئے کہ اثنا عشری شیعہ کے خلاف ان کی جدوجہد کا چراغ جلتا رہا۔
- حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے شرک وبدعت کے محلات میں لرزہ پیدا کیا پھر توحید و سنت کی مشعل سے سارے ہند کو منور کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اسلامی جہاد کا پرچم بلند کر کے راجہ رنجیت سنگھ کے مظالم کے خلاف عملی جدوجہد کا آغاز کیا چار سال کی طویل جنگی کارروائیوں کے بعد سکھوں کے ہاتھوں ۱۸۳۱ء ۷ مئی کو بالاکوٹ کے محاذ پر ۳۰۰ ساتھیوں کے ہمراہ جام شہادت نوش کیا۔

- حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ محمد ضامن نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں عملی حصہ لیا۔ جرات وبسالت کی درخشندہ تاریخ رقم کی۔ بالاخر حافظ ضامن نے طوق شہادت پہنا اور حضرت گنگوھی ؒ نے زندان کو آباد کیا۔
- حضرت شیخ الہند محمود الحسن ؒ اور ان کے قافلہ اور شاگردوں نے تحریک ریشمی رومال، تحریک خلافت کے ذریعے حیرت انگیز کردار ادا کیا۔ اس جرم میں انہیں مالٹا کے جزیرے میں ساڑھے تین سال قید رکھا گیا۔
- مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ مولانا احمد علی لاہوری ؒ نے قید وبند اور جلاوطنی کے دکھ اٹھائے، سالہا سال تک جیلوں کو آباد کیا۔ اسلام کی سربلندی، وطن کی آزادی کی تحریک نے انہیں نڈھال کیا..... وہ آخری دم تک قوم وملک کے لئے نبرد آزمارہے۔
- خطہ عرب میں وقت کے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوھاب ؒ نے توحید وسنت کا چراغ جلایا شرک وبدعت کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے جرم میں سخت مشکلات اور ناقابل بیان مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔
- مصر میں حسن البناء کو زیور شہادت سے آراستہ کیا گیا وہ آخر عمر میں زندانوں کے مصائب سے دوچار رہے بالاخر فردوس بریں میں پہنچادیئے گئے
- امام اہلسنّت مولانا عبد الشکور لکھنوی ؒ اور ان کے رفقاء نے رفض وسبائیت کے تار پود بکھیرے، اس جرم میں ان پر مصائب ومشکلات کے طوفان اٹھائے گئے۔
- اسلام کی سربلندی اور انگریز کے ظالمانہ تسلط کے خلاف ہندوستان کے ہزاروں علماء جیلوں میں ڈالے گئے، لاکھوں مسلمان مقدمات اور ہتھکڑیوں سے آراستہ کئے گئے۔
- علماء دیوبند، علماء لدھیانہ علماء صادق پور، علماء فرنگی محل کی تاریخ ساز جرات وبسالت اور

لازوال بہادری کے نقوش نے نئی نسل میں جذبہ آزادی اور ولولہ حریت پیدا کیا۔

- تحریک پاکستان کی جدوجہد میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے بے پناہ جدوجہد کی۔
- قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دس ہزار نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا، کئی ہزار علماء اور عوام سال ہا سال تک جیلوں میں رہے۔
- تحریک ختم نبوت ۷۴ء میں کئی ہزار نوجوان شہید ہوئے کئی ہزار حق کے پرستاروں نے جیلوں کو مسکرا کر برداشت کیا بالاخر قادیانیوں کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔
- ۱۹۷۷ء میں بھی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے لادین افکار اور آمریت کے خلاف بیسیوں نوجوان شہید ہوئے کئی ہزار علماء اور عوام پابند سلاسل ہوئے۔ مولانا مفتی محمود سمیت بڑے بڑے علماء ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ہری پور کی جیلوں میں ڈالے گئے۔
- ۱۹۷۸ء میں افغانستان میں روس کے ظالمانہ قبضہ کے خلاف ۵ ہزار افغانی علماء میدان میں نکلے، ۱۰ سال کی طویل جنگ میں ہزاروں علماء اور ۱۵ لاکھ عوام نے جام شہادت نوش کیا بالاخر ۱۹۸۹ء میں روس کو شکست ہوئی اور افغانستان آزاد ہو گیا۔
- اسلام کے فرزندوں نے ۳۵ سال تک فلسطین میں بیت المقدس کی آزادی کی جنگ لڑی
- ۱۹۸۹ء سے تحریک حریت کشمیر نے ہندوستان کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی۔ ۱۰ ہزار سے زائد علماء اور نوجوان شہید ہوئے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔
- ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب کے بعد جب خمینی نے اقتدار سنبھالا اور ۱۳ زبانوں میں صحابہ کرام کی تکفیر پر لٹریچر شائع کیا تو پاکستان سمیت دنیا بھر میں اس کے خلاف شدید رد عمل ظاہر ہوا۔ مصر میں ڈاکٹر ختمی ہندوستان میں مولانا محمد منظور نعمانی اور پاکستان میں مولانا حق نواز جھنگوی نے اس کفر کے خلاف آواز بلند کی۔

مولانا حق نواز جھنگوی نے ۱۹۸۵ء ۶ ستمبر میں ایرانی جارحیت اور صحابہؓ دشمنی کا راستہ روکنے کے لئے سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک جماعت قائم کی ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو مولانا حق نواز کو شیعہ نے ایرانی حکومت کے ایماء پر گولی مار کر شہید کر دیا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کا مشن ناموس صحابہ کے تحفظ غلبہ اسلام کی جدوجہد کے نام سے دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔ خلفائے راشدین صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرنے والوں کو سپاہ صحابہ نے کھلے عام کافر قرار دے کر دینی ذمہ داری کی تکمیل کی۔

شیعہ کی جارحیت اگرچہ ۱۴۰۰ سو سال کی اسلامی تاریخ کے ہر دور میں جاری و ساری رہی۔ عبد اللہ بن سبا اور اس کے گروہ کی صحابہ دشمنی حضرت عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہو کر آج تک جاری و ساری ہے۔ شیعہ نے ہر دور میں اسلام کے قلعے میں شگاف کئے۔ اسلامی تاریخ میں ایک صدی یا ایک دور بھی شیعہ کی ستمکاری سے محفوظ نہیں رہا۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ، امام ابن تیمیہؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، نور الدین زنگی کو براہ راست اس فتنہ سے سابقہ بڑا سقوط بغداد میں اس گروہ نے تاتاریوں کا ساتھ دے کر اپنی سابقہ روایت کو تقویت بخشی۔ اموی عبیدی فاطمی اور سلجوقی حکومتوں سے لے کر ہندوستان کے اکبری دربار، مغلوں کی شیعہ بیویوں کی کارگزاری نے اسلام دشمنی، صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کے بغض اور دشمنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ شیعہ کی سازش کا ایک شکار سلطان ٹیپو بھی تھا اس مرد مجاہد کو میر صادق اور نواب سراج الدولہ کو میر جعفر جیسے شیعہ غداروں نے جو نقصان پہنچایا وہ سانحہ بغداد سے کم نہ تھا۔ پاکستان کی تقسیم کا ایک مہرہ یحییٰ خان کا تعلق بھی اس گروہ سے تھا۔

لبنان میں شیعہ امل ملیشیا کا کردار، افغانستان کی خانہ جنگی میں حزب وحدت شیعہ جماعت کے رول کا کون انکار کر سکتا ہے پاکستان میں ضروریات دین عقیدہ حفاظت قرآن عظمت صحابہ کرامؓ، کے مقابلے میں تحریف قرآن تبدیلی کلمہ طیبہ تکفیر صحابہ کرامؓ کو ایرانی

حکومت نے جس طرح فروغ دیا وہ ایسا سانحہ تھا جس کا سد باب نہ ہوتا تو آج ملک کی اکثریت اس فتنہ کا دم بھرنے لگتی۔ نئی نسل اصحاب محمد ﷺ سے برگشتہ ہو کر دین مصطفوی سے بیزار ہو جاتی۔

جس طرح پندرھویں صدی ہجری کا سب سے بڑا فتنہ ایران کے خمینی کی شکل میں مسلم قوم پر مسلط ہوا، اس کی ضرب کاری سے اسلام کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا جس طرح ساتویں صدی کا فتنہ تار تار، بارھویں صدی کا استیلاء افرنگ، ۱۴ اویں صدی کے آخر میں افغانستان پر روسی تسلط، اسرائیل کا وجود، ۱۵ اویں صدی کے آغاز میں خمینی کا ظہور اس کے غیر اسلامی افکار، اس کی بلند آہنگ تحریروں میں دعویٰ اسلام اور اس کے مفہوم میں اسلام کا انہدام اسلام کی ساری حقیقت اور شریعت اسلامیہ کی پوری اصلیت کو مٹانے کے لئے شیعہ کی مذہبی حکومت نے دنیا بھر میں شیعہ انقلاب برپا کرنے کا منصوبہ بنایا عالم اسلام کے لادین مسلم حکمرانوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ انہیں شیعہ مذہب کے اس زور و غوغا آرائی کی بجائے اپنی اپنی مملکتوں پر ایرانی قبضہ کے خوف نے اگرچہ خبردار کر دیا لیکن ایران کی شیعت اور اس کی مذہبی عصبیت کا راستہ روکنے کے لئے کسی مسلم حکومت کا میڈیا حرکت میں نہ آیا۔

ایران نے یک طرفہ طور پر صحابہ دشمنی کو اسلام کے نام سے عام کرنا شروع کیا۔ ظاہر ہے جب ایک طرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو عصر حاضر میں اسلام کے بہت بڑے علمبردار اور داعئی دین کے حوالے سے کافر و مرتد قرار دیا جائے گا تو آپ ہی بتائیں دین محمدی کی حقیقت کس طرح اصلی حالت میں باقی رہ جائے گی جس واویلا اور بلند شور نوا پردازی سے خمینی کا لٹریچر شائع ہوا۔ کھلے عام صحابہ کرامؓ کو کافر و مرتد اور جہنمی لکھا گیا اس کے خلاف پاکستان میں جو تنہا آواز اٹھی وہ مولانا حق نواز جیسے نحیف و کمزور انسان، محدود وسائل رکھنے والے ایسے عالم برحق کی آواز تھی جس کا جسم گو ضعیف تھا لیکن اس کا ایمان

پہاڑوں سے مضبوط اور ارادے آسمانوں سے بلند تھے۔ مولانا حق نواز اس فکر و فلسفہ کے علمبردار تھے۔

جذبہ کوہ کنی ہو تو رکاوٹ نہیں بنتے کوہسار
عزم سنگین ہو تو سنگینئی حالات کوئی بات نہیں

انہوں نے حق و صداقت کے ابلاغ کا تاریخی فریضہ سرانجام دیا، خمینی اور اس کے پیرکاروں کی حیثیت کو چیلنج کیا، لاکھوں کے اجتماعات میں احقاق حق اور ابطال باطل کے ذریعے پوری امت پر حجت تمام کی اگرچہ اس نواپردازی میں انہیں جان کا نذرانہ دینا پڑا لیکن ان کا نام تاریخ کے ابدی کرداروں میں نقش ہو گیا۔

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا ضرور
رستے میں جو کھڑا تھا کوہسار ہٹ گیا

سپاہ صحابہ کا اعزاز

سپاہ صحابہ کا مشن اور اس کا تقاضا:-

سپاہ صحابہ، پاکستان کی ایسی مذہبی تنظیم ہے جو ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کے ایرانی خمینی انقلاب کے رد عمل کے طور پر ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو معرض وجود میں آئی، اس کے بانی اور پہلے سربراہ مولانا حق نواز جھنگوی تھے۔ جنہیں ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو ایرانی سازش کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ مولانا حق نواز صاحب کی شہادت کے بعد اس کی ذمہ داری راقم الحروف کے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی، راقم نے سربراھی کا منصب سنبھالتے ہی سپاہ صحابہ کی مرکزی باڈی، شوریٰ کے قیام، صوبائی تنظیموں سمیت جماعت کے پورے ڈھانچے کا دفتری نظام قائم کیا، خدا کے خصوصی فضل اور رحمت سے پہلے پانچ سال میں پاکستان اور دنیا کے ۲۶ ملکوں میں ۱۵ ہزار سے زائد یونٹ قائم کئے گئے۔ بیس لاکھ سے زائد نوجوانوں نے اس میں باقاعدہ شمولیت اختیار کی۔

سپاہ صحابہ کی ذمہ داری کے ساتھ جماعتی دستور کے مطابق نائب سربراھی کے لئے مولانا ایثار القاسمی کو مقرر کیا گیا مولانا ایثار القاسمی ایک بہادر، نڈر نوجوان اور اعلیٰ مقرر تھے۔ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا پورے ملک سے منوایا انہیں ہم نے نائب سربراہی کے ساتھ ساتھ جامع مسجد حق نواز شہید جو حضرت قائد و بانی امیر عزیمت" کی مسند تھی اس کا خطیب مقرر کیا۔

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں مولانا ایثار القاسمی رکن پارلیمنٹ منتخب ہوئے قومی اسمبلی میں ایثار القاسمی کا جانا تھا کہ ایرانی حکومت سپاہ صحابہ کے خلاف باقاعدہ سرگرم ہو گئی۔ اس نے سازشوں کے تانے بانے بننے شروع کر دیئے قومی اسمبلی میں مولانا ایثار القاسمی نے

۲ جنوری ۱۹۹۱ء کو پہلی تقریر کی، اس تقریر میں انہوں نے جھنگ کے مسائل کے ساتھ ساتھ ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایران کی پاکستان میں مداخلت خمینی کے غیر اسلامی لٹریچر کے فروغ کے خلاف آواز بلند کی۔

سپاہ صحابہ کے اس رکن پارلیمنٹ کی تقریر نے ایران کے حکمرانوں اور صحابہ کرام کے دشمنوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

اس تقریر کے صرف آٹھ روز بعد مولانا ایثار القاسمی کو جھنگ میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا---یہ تھا ایران کی طرف سے صحابہ کرام خلفاء راشدین کے خلاف لٹریچر پر احتجاج کا ثمرہ..... جسے قائد وبانی اور جامع مسجد حق نواز کے خطیب و نائب سربراہ کے بیمانہ قتل کی صورت میں سپاہ صحابہ کو ملا۔

سپاہ صحابہ کا پہلے روز سے یہ موقف ہے کہ خمینی کی کتابوں، رسائل اور ایرانی انقلاب کی سرپرستی میں پاکستان کے شیعہ اور پاکستان کے ایرانی سفارتخانے کی طرف سے شائع ہونے والے لٹریچر پر پابندی لگائی جائے۔ ان کتابوں میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی گئی ہے۔ عقیدہ تحریف قرآن، کلمہ طیبہ کی تبدیلی، نے شیعہ کو مسلمانوں سے از خود علیحدہ کر دیا ہے---پاکستان کی اکثریتی سنی آبادی کے ملک میں ایرانی لٹریچر کے فروغ اور یہاں زبردستی اہلسنت کو شیعہ بنانے کی کاروائی کا مقصد کیا تھا۔ جس کی خاطر یہاں ۱۹۸۰ء میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کا قیام ایرانی شہہ پر عمل میں لایا گیا۔

ہر شخص یہ بات سوچ کر تحیر میں ڈوب جاتا ہے کہ اکثریت پر اقلیت کے نظام کے نفاذ کا مطالبہ دنیا میں کہیں نہیں ہوا۔ یہاں ایرانی مداخلت کے ذریعے یہ غیر عقلی افکار کی تحریک کیوں قائم کی گئی؟۔

یہی وہ سانحہ تھا جس نے پاکستان جیسے ملک میں شیعہ سنی کے مابین مذہبی فسادات کی

بنیاد رکھی۔

سپاہ صحابہ کا قیام تو ایرانی انقلاب کا ردعمل تھا اس کے قیام ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء میں قائد جھنگوی کی شہادت تک تو پاکستان میں کہیں بھی شیعہ سنی فساد نہیں ہوا۔ اگر سپاہ صحابہ کا مقصد قتل و غارت ہوتا تو ان چھ سالوں میں ایک بھی واقعہ ملک بھر میں رونما کیوں نہیں ہوا؟۔ ۱۹۹۰ء میں مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادت کے بعد اس عظیم سانحہ کا ردعمل ہوا۔ پھر یہ سلسلہ ایسا چلا کہ آج تک کئی سو افراد اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں جب بھی ملک میں مذہبی فسادات کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے حکومت وقتی طور پر چند بیانات داغ دیتی ہے، لیکن عملی طور پر ایسے واقعات روکنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ سابق وزیراعظم میاں نواز شریف کے دور میں فرقہ وازیت کے خاتمے کی کمیٹی نے مولانا عبدالستار نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور کی قیادت میں جو سفارشات مرتب کیں جن کی بنیاد پر ملک کے تمام مکاتب فکر کے تین اجلاس ہوئے اس اجلاس کا ایک ممبر راقم بھی تھا اسی اجلاس میں راقم الحروف نے سپاہ صحابہ کے موقف کے مطابق شیعہ کی قابل اعتراض کتابوں کے ۴۴۷ صفحات کے عکس پر مشتمل تاریخی دستاویز پیش کی۔۔۔ اس کمیٹی نے بھرے اجلاس میں سپاہ صحابہ کے موقف کی تائید کر کے ایسے لٹریچر کے خاتمہ کی منظوری دی۔ انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعد میں حکومت نے ان سفارشات پر کوئی عمل نہیں کیا۔

مولانا ایثار القاسمی کی شہادت ۱۰ جنوری ۱۹۹۱ء کے بعد سپاہ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق نائب سربراہی اور جامع مسجد حق نواز کی خطابت کے لئے سپاہ صحابہؓ کراچی کے ڈپٹی جنرل سیکرٹری مولانا محمد اعظم طارق کو مقرر کیا گیا۔

مولانا اعظم طارق کا تعلق چیچہ وطنی ضلع ساہیوال کے ایک قصبہ چک 111 / 7-R سے ہے وہ جامع علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے تحصیل علم کے بعد کراچی ہی میں خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے-----

مولانا اعظم طارق نے مولانا ایثار قاسمی کی شہادت کے بعد جھنگ میں ضمنی انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ وہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۲ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۹۳ء کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

سپاہ صحابہ نے گیارہ سال کی مختصر مدت میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ تاریخ اسلام میں درخشندہ حیثیت رکھتی ہیں سپاہ صحابہ کی جدوجہد کے مرکزی نکات ناموس صحابہ کا تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد ہے۔ اس عظیم الشان تحریک کے مطابق شیعہ چونکہ صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کی کھلے عام تکفیر کرتے ہیں۔ تبدیلی کلمہ طیبہ اور عقیدہ تحریف قرآن بھی ان کا بنیادی نظریہ ہے اس لئے ناموس صحابہ کے تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کا تقاضا ہے کہ شیعہ کی اس کھلی منافقت اور دجل کا پردہ چاک کر کے اس گروہ کو غیر مسلم قرار دلایا جائے۔

جس گروہ کی بنیادی کتابوں اصول کافی وغیرہ اور ملا باقر مجلسی اور خمینی کے افکار کے مطابق حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کافرو مرتد ہوں وہ گروہ کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے۔ ہمارے لادین حکمران، دین سے بے بہرہ سیاستدان اور بعض مصلحت پسند مولوی تو اس بارے میں تامل کر سکتے ہیں لیکن چاروں فقہی مکاتب فکر اور پاکستان کے اہلسنت دیوبندی بریلوی اور اہلحدیث کے تمام علماء واضح طور پر شیعہ اثنا عشری گروہ کو کافرو مرتد قرار دے چکے ہیں---

سپاہ صحابہ جب صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرنے والے اسلام دشمنوں کو کافر کہتی ہے تو دفعتہ بعض لوگ حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ شیعہ اثنا عشری گروہ کی تکفیر پر پوری امت کا اجماع ہو چکا ہے

سپاہ صحابہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے پاکستان میں کسی مداہنت اور مصلحت کوشی کی بجائے کھل کر اس فریضہ پر عمل کیا۔

صحابہ کرامؓ کو کافر کہنے سے تو ہمارے ملک کے چند لادین حضرات کو تعجب نہیں ہوتا لیکن جب اس پر رد عمل کے طور پر اس کے قائلین کو کافر کہا جاتا ہے تو اس اقدام کو فرقہ واریت کا نام دے دیا جاتا ہے----

سپاہ صحابہ، پاکستان کی مذہبی اور دینی جماعت ہے۔ اس کا مشن خالص اسلامی افکار کا فروغ ہے۔ یہ جماعت ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے عالمی سطح پر جدوجہد کر رہی ہے۔

اس جماعت کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین اور اہلبیت عظام (ازواج مطہرات) کی تکفیر پر خاموشی اختیار کی جائے تو یہ خدا اور رسول کے دین سے کھلا انحراف ہے۔ صحابہ کرامؓ کی ثقاہت مجروح کرنے والا در اصل دین محمدی کی بنیادوں پر کلہاڑا چلا رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اذاظهرت الفتن اوالبدع وسبت اصحابی فلیظهر العالم علمه وان لم یفعل ذالک فعلیه لعنت الله والملائکة والناس اجمعین

ترجمہ:۔ جب فتنے اور بدعات عام ہو جائیں اور میرے اصحابؓ کو برا بھلا کہا جانے لگے پس عالم دین کو لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے (یعنی میرے اصحابؓ کا دفاع کرے) اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا، پس اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت"

سپاہ صحابہ نے شیعہ کے خلاف جدوجہد کر کے کوئی نیا کام نہیں کیا۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں کسی نہ کسی شخصیت نے اسلام کے اس مسئلہ اور عنوان پر جرات مندانہ کردار ادا کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر عہد حاضر تک ہر صدی میں اسلام کو کئی فتنوں سے سابقہ پڑا، ہر عہد کے علماء اور اساطین اسلام نے ہر قسم کی مصلحت کو

بالائے طاق رکھ کر تاریخی کردار ادا کیا۔

امام ابو حنیفہ" امام احمد بن حنبل" امام غزالی" حضرت شیخ عبد القادر جیلانی" سلطان صلاح الدین ایوبی" شیخ الاسلام ابن تیمیہ" حضرت مجدد الف ثانی" حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی" حضرت سید احمد شہید" حضرت اسماعیل شہید" حضرت حاجی امداد اللہ" مولانا محمد قاسم نانوتوی" حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی" حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن" مولانا عبید اللہ سندھی" مولانا حسین احمد مدنی" مولانا عبد الشکور لکھنوی" مولانا احمد علی لاھوری" مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری" سمیت بڑے بڑے علماء اور اکابرین اسلام نے ہر عہد میں کبھی، فتنہ اعتزال کا راستہ روکا، کبھی فتنہ قدریہ سے مقابلہ کیا، کبھی شیعہ کے فرقہ قرامطہ کبھی باطنی، کبھی اثنا عشری سے نبرد آزما ہوئے، کبھی اسلام کی مخالفت کرنے والے فلاسفہ اور مناطقہ سے ہم کلامی کی، کبھی یہود و مجوس کی دسیسہ کاریوں کا مقابلہ کیا کبھی عیسائیوں سے جنگ لڑ کر بیت المقدس واپس لیا۔

کبھی فتنہ تاتار کے صید زبوں سے امت کو محفوظ کیا کبھی اکبری دین الہی سے ٹکرلی، کبھی فتنہ الموذج اور راجہ رنجیت سنگھ کے ظلم وجور کے خاتمے کے لئے میدان میں اترے، کبھی آریہ سماج سے لڑائی کی، کبھی بہاء اللہ ایرانی سے جنگ کی، کبھی مناظرانہ مباحث اور مجادلانہ مذاکروں سے باطل فتنوں کا منہ توڑا۔

کبھی قادیانیت کے خلاف میدان میں اترے، کبھی باطل حکمرانوں اور اسلام دشمن بادشاہوں سے مقابلہ کیا کبھی لادین حکومتوں کے مقابل آئے۔

اسلام کی تاریخ تہور و شجاعت، اور بسالت و بہادری کے ایسے ہی کارناموں سے درخشندہ نظر آتی ہے۔

عہد حاضر کی دنیا میں ایک درجن سے زائد ملکوں میں اسلامی جماعتیں اور تنظیمیں اپنے اپنے انداز میں دین محمدی کے فروغ اور غلبہ کے لئے کام کر رہی ہیں کسی جماعت نے

جہاد کے ذریعے اعلاء کلمتہ اللہ کا کام کیا کسی نے دعوت و اصلاح کا کام سنبھالا، کسی نے تصنیف و تالیف کے ذریعے ابلاغ کی جدوجہد کی، کسی نے تقریر و بیان کے ذریعے امت کی رہنمائی کی، اور کسی نے باطل فتنوں کی فسوں کاری کے خلاف جرات کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کا ایمان بچایا سپاہ صحابہ تاریخ اسلام کے ایسے ہی درخشندہ کرداروں میں سے ایک روشن اور تابناک کردار کا نام ہے۔

اس کی فکری بنیادوں میں مولانا حق نواز شہید کے خطیبانہ افکار اور سوز دروں سے معمور نظریات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے--- مولانا حق نواز شہید کی ساری جدوجہد اسلام کے شعبے "تحفظ ناموس صحابہ" سے عبارت تھی، وہ شیعہ کے کفر کے اعلان سے صحابہ کرامؓ کی عظمت کا تحفظ کرنا چاہتے تھے، ان کا نظریہ تھا کہ اگر صحابہ کرامؓ کی عظمت مجروح ہو جائے تو اسلام کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔

سپاہ صحابہ کے مشن کا ایک نقطہ یہ ہے کہ دین اسلام کا دنیا بھر میں غلبہ صرف "خلافت راشدہ" کی پیروی میں مضمر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلام کا غلبہ خلافت راشدہ کے کارناموں کے ذریعے ہوا تھا آج بھی پوری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے "خلافت راشدہ" کے آستانے پر سر جھکانا ہوگا، سپاہ صحابہ یہ سمجھتی ہے کہ ایران کا شیعہ انقلاب اور خمینی نظریات کا مقصد اسلام کے نام سے ایسے نظریہ کا فروغ ہے جو حقیقت میں اسلام نہیں ہے--- بلکہ خمینی کے تمام افکار ملت اسلامیہ کے نزدیک غیر اسلامی اور واضح کفر کے آئینہ دار ہیں۔ عہد حاضر میں شیعہ کے غیر اسلامی گروہ کے خلاف سپاہ صحابہ کی جدوجہد کو فرقہ واریت اور مذہبی فسادات کے تناظر میں دیکھنا کھلی زیادتی ہے--- اگر آپ کسی دینی تحریک کو اس کے برپا کئے ہوئے مشن کے باعث پیش آمدہ خطرات اور نقصانات کے حوالے سے جاننا چاہیں گے تو بتایا جائے اسلام کا کونسا دور ایسے نقصانات اور جانوں کے اتلاف سے خالی رہا ہے--- مکہ مدینہ، قادسیہ، انطاکیہ، عرب و عجم

کے کسی خطے میں دین محمدی کے لئے مسلمانوں کا خون نہیں گرا، اسلام کے کسی دور میں مسلمانوں نے جام شہادت نوش نہیں کیا-- شریعت اسلامیہ کی کس تحریک نے جانوں کے نذرانے پیش نہیں کئے۔

اگر دین کے کام کی جدوجہد میں کسی نوجوان کی شہادت پر یہ کہہ کر تنقید کی جائے کہ یہ بلاوجہ موت کی وادی میں سو گیا ہے تو ایسے سوالات تو ہر اسلامی تحریک کے موقع پر ناقدین نے کئے ہیں۔ "سپاہ صحابہ" کا حقیقی مقصد کسی کرسی کا منصب کا حصول نہیں اس کی جدوجہد میں کسی ذاتی منفعت کا شائبہ تک نہیں ملتا---

سپاہ صحابہ کو یہ اعزار بھی حاصل ہے کہ اس نے اپنے دینی اور خالص اسلامی کاز کے لئے پاکستان کی تاریخ میں سب سے زیادہ اذیتیں اٹھائی ہیں، اس کا مشن کوئی نیا نہیں، اس نے اپنے مشن کی خاطر گیارہ سالہ مدت میں پونے چار سو شہداء کے دکھ اٹھائے ہیں--- اس جماعت کے ایک قائد بانی اور ایک نائب سربراہ نے جام شہادت نوش کر کے اپنے خون سے اس گلشن کی آبیاری کی ہے--- اس کی مختصر تاریخ شہادتوں اور زخمی ہونے والے سات ہزار کارکنوں کے دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔

سپاہ صحابہ کی درخشندہ تاریخ میں اک اعزاز یہ بھی رقم ہو چکا ہے کہ اس کے بانی پر ناموس صحابہ کے تحفظ کے جرم میں تین سو مقدمات بنائے گئے۔ اس کے کارکنوں اور عہدیداروں میں گیارہ سال میں ۱۴۰۰۰ سے زائد افراد نے جیلوں کی تاریک راتوں میں ایک دن سے ۶ سال تک کے ایام گذارے ہیں۔ اس جماعت کے کارکنوں پر گیارہ سال میں بارہ ہزار مقدمات قائم کئے گئے------ اس جماعت نے کسی پرمٹ، لائسنس، ممبری، عہدہ یا منصب کے لئے لاشیں نہیں اٹھائیں۔ اس کے فکر کی تہہ میں کسی حکومتی مفاد کا گناہ نہیں اس جماعت کا ایک ایک کارکن ہر وقت اور ہر لحہ اپنے آپ کو کارزار میں محسوس کرتا ہے اس جماعت کے درخشندہ جذبوں اور تابندہ ولولوں نے عالم اسلام کو ایک

نئے فکر سے ہم آغوش کیا ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو دشمنان صحابہ سے کھلے عام مخالفت مول نہیں لے سکتے۔ کئی علماء جیلوں کی صعوبتوں، شہادت کے المیوں اور مقدمات کے دکھوں میں مبتلا ہو کر عیش و آرام اور آسودگی و قرار کو تج نہیں سکتے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ بھی ہمارے مشن پر کاربند ہیں جو شخص صحابہ کرامؓ کی محبت کے جذبات سے سرشار ہو۔ صحابہ دشمنوں کی غیر اسلامیت کا قائل ہو وہ جس حال میں بھی ہو ہمارے ساتھ اس کا رویہ کیسا بھی ہو وہ ہمارے ہی نصب العین کا حامی ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز ہے۔

سپاہ صحابہ کے اعزاز اور فخر و مباحات میں یہ بات بھی شامل ہے---کہ پاکستان میں لاکھوں نوجوانوں کی اس مذہبی جماعت نے صرف گیارہ سال کے مختصر عرصے میں ملک کے ہر طبقے، ہر سوسائٹی ہر شہر ہر قریہ اور ہر تعلیم گاہ میں محبت صحابہؓ کی مشعل کو فروزاں کیا ہے، صحابہ دشمن اب کبھی صحابہ کرامؓ کی گستاخی اور مقدس جماعت کی تکفیر نہیں کر سکتے اس تنظیم کی ہمہ گیری اور وسعت کا اندازہ پاکستانی حکومت کی خفیہ ایجنسیوں اور بے نظیر کی بار بار اس جماعت کے خلاف ژاژ خائی اور واویلا سے کیا جا سکتا ہے مجموعی لحاظ سے سپاہ صحابہ اس وقت اہلسنت کا زیر قائم ہونے والی ملک کی سب سے بڑی جماعت ہے۔ جب تک اس کی قیادت ذاتی منفعت و مفاد سے دور رہے گی، اس کو مٹانے یا راستے سے ہٹانے والے مایوس رہیں گے۔ جیلوں میں سینکڑوں نوجوانوں کے نعرۂ حق اور ملک بھر میں پھیلے ہوئے، لاکھوں رضاکاروں کی نوا ہر دم یہی رہتی ہے۔

مرنا ہمیں قبول ہے جھکنا نہیں قبول
لٹکایئے صلیب پر، سولی پہ ٹانگیئے

برحق ہے موت، دار پہ چڑھ جائینگے مگر
کیوں زندگی کی بھیک رذیلوں سے مانگیئے

سپاہ صحابہ نے ایرانی انقلاب اور خمینی افکار کے سامنے ایسا بند باندھا جس کو عبور کرنا کسی کے بس میں نہیں رہا، سپاہ صحابہ کے قیام سے لے کر اب تک ہر ایرانی حکومت نے سپاہ صحابہ کو کچلنے اور اس کے لیڈروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندانوں کی نذر کرانے میں کونسی کسر چھوڑی ہے۔ لیکن اس جماعت کے زندہ جاوید کردار نے شیعہ اثنا عشریوں کے سارے دم خم نکال دیئے ہیں۔ ایرانی حکومت کی طرف سے صحابہ کرامؓ کے خلاف تکفیری تحریروں کو بے نقاب کر کے امت مسلمہ کو اس کی غلاظت سے محفوظ رکھا ہے---- اگرچہ محدود وسائل کے حامل اس گروہ کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ہے-- لاشوں کے تحفے زندانوں کے عطیے، گولیوں کی چھنچھناہٹ اور بارود کی تلخی برداشت کرنا پڑی ہے--- فرقہ واریت اور مذہبی فساد کا طعنہ سہنا پڑا ہے--- اسے مسلمانوں کے مابین تنازعہ کو ہوا دینے اور اتحاد بین المسلمین کے درمیان رکاوٹ بننے والا کہا گیا--- تقیہ کی سیاہ چادر میں چھپے ہوئے کفر کو جب سپاہ صحابہ نے چوراہوں میں آشکار کیا تو دین دشمن شیعہ کا سارا بھرم کھل گیا۔

اگر یہ ذاتی مفاد کی جنگ ہوتی تو مولانا حق نواز کی شہادت پر ختم ہو جاتی ایثار القاسمی کی لاش کے ساتھ ہی دفن ہو جاتی مولانا مختار احمد سیال اور مولانا سعید الرحمٰن کی شہادتوں پر یہ قصہ مٹ جاتا، لیکن یہ سب کچھ چونکہ بلند فکر اور اعلیٰ مشن کا رہین کرم تھا اس لئے خون کے فواروں نے اسے جلا بخشی ہے، لہو کی رنگینی نے اسے ہمرنگ زمین بنا دیا ہے۔ مقدس قطروں نے اس کے گلشن کو لالہ زار بنا دیا ہے لاشوں کے انبار نے اس کے عزائم کو مشکبار اور معصوم جانوں کی شفتگی نے اسے گلنار کر دیا ہے۔

یہ سب کچھ بزم صحابہ کی روشن قندیل ہے، ان کے حسن عمل کا مندیل ہے سپاہ صحابہ کے مشن کے فروغ کے لئے جوانیاں انگڑائیاں لیتی ہیں، تمنائیں جوان رہتی ہیں آرزوئیں فرحت زار ہوتی ہیں، گذرگاہ خیال مہک رہی ہے۔ چمن زار فکر معطر ہو رہا ہے--- اس کا

ماضی اور حال پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

اے دھکتے ہوئے سورج یہ گواہی لکھ دے
دل کو زخموں سے بہلنے کی بھی خو آتی ہے
آج بھی عہد گذشتہ کی ہر اک یاد کے ساتھ
سانس لیتے ہیں تو بارود کی بو آتی ہے

زندانوں کے پچھلے ادوار

پہلی گرفتاری ۲۷ فروری ۱۹۷۳ء:- میری پہلی گرفتاری اس وقت ہوئی جب میں جمعیت طلباء اسلام پنجاب کا نائب صدر اور جامع باب العلوم کہروڑپکا میں چھٹے سال کا طالب علم تھا۔ اس وقت میری عمر ۲۰ سال تھی۔ یہ ۲۷ فروری ۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے جب میں نے میاں چنوں ضلع خانیوال میں اس وقت کے حکمران مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تقریر کی تھی۔ مجھے جمعیت طلباء اسلام پنجاب کے دوسرے نائب صدر ندیم اقبال اعوان کے ہمراہ تقریر کے جرم میں گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل ملتان پہنچادیا گیا تھا۔ زندگی کے اس پہلے تجربہ میں صرف ۱۵ روز حکومت کی میزبانی میسر رہی۔

طالب علمی دور بھی عجیب بہار کا زمانہ ہوتا ہے، اس دور کو آج بھی یاد کرتا ہوں تو دل چاہتا ہے وہی دور دوبارہ لوٹ آئے، رات کے طویل حصے تک مطالعہ، درسی اور خارجی کتابوں کی ورق گردانی ایک نشہ کی صورت میں مشام جان میں تحلیل ہو گئی تھی، جمعیت طلباء اسلام کی مصروفیات اور جامعہ کے نصاب کی کاوش کے باوجود دن رات میں ایک ایک سو صفحات کا مطالعہ طبیعت ثانیہ بن گیا تھا، اکابر و اسلاف کے پر مغز شہ پاروں کی ورق گردانی، سفر و حضر میں ہر وقت کتاب کی صحبت و رفاقت ابتدائی دور کا قیمتی اثاثہ ہے۔ زندگی بھر کسی بھی کھیل میں شریک نہ ہونے اور فارغ اوقات میں بھی کسی کام میں عدم مشغولیت میرے مزاج کا حصہ ہے۔ میں اسے بارگاہ الٰہی کا خصوصی انعام سمجھتا ہوں کہ اس نے اسی مطالعہ کے تصدق ۱۹۷۴ء میں درجہ مشکوۃ یعنی ساتویں سال میں اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار جلیلہ پر "رہبرورہنما" لکھنے کی توفیق ارزانی فرمائی مجھے آج بھی یاد ہے کہ اس جلیل القدر تصنیف کے دوران تین ماہ میں ایک سو سے زائد سیرت طیبہ کی عربی، فارسی اور اردو کتابوں کے مطالعہ کی دولت عطا ہوئی۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ملتان قلعہ قاسم باغ پر ایک جلسہ سے خطاب کے لیئے آئے تو انہوں نے کالج کے طلبہ کے احتجاج کی خبر پر ہماری فوری رھائی کا حکم جاری کیا--- ۲ مارچ کو جیل سے رہائی ملی۔

دوسری اسارت:۔

۷ مئی ۱۹۷۴ء میں فیصل آباد سے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا، یہ سب کچھ مجاہد اسلام مولانا تاج محمودؒ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بے مثال کوششوں کا ثمرہ تھا، ہم آغاز کے دوسرے روز اپنے آبائی شہر سمندری ضلع فیصل آباد سے گرفتار ہوئے اس موقع پر بڑے بھائی حضرت قاری عطاالرحمٰن شہباز اور چھوٹے بھائی حاجی شفاء الرحمٰن بخاری بھی ہمراہ تھے۔ چار روز بعد سمندری شہر میں ہماری گرفتاری کے خلاف احتجاجی ہڑتال کے بعد ہمیں سنٹرل جیل فیصل آباد سے رہا کر دیا گیا۔

رھائی کے بعد راقم نے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ملک کی تمام طلبہ تنظیموں کے ہمراہ ختم نبوت کانفرنسوں میں حصہ لیا، اس دور میں جاوید ابراہیم پراچہ، عبدالمتین چوہدری، ندیم اقبال اعوان، مولانا عبدالرؤف ربانی، میاں محمد عارف، اسلوب قریشی، حافظ محمد طاہر کے علاوہ اسلامی جمعیت طلبہ میں لیاقت بلوچ جاوید ہاشمی، فرید پراچہ، اور اے ٹی آئی سے علامہ عبدالوحید ربانی مشترکہ جدوجہد میں شریک رہے۔

تیسری اسارت:۔

جامعہ باب العلوم کی حاضری کے ساتھ ساتھ اس دوران دوسرے شہروں کے علاوہ کہروڑپکا کے گلی کوچوں میں بے شمار جلسے ہوئے ہر جگہ حاضری کی توفیق ملتی رہی--- تحریک ختم نبوت ۷۴ء کے دور شباب اگست کے پہلے ہفتے ہم نے مظفر گڑھ کے ایک شہر روھیلانوالی کی مرکزی جامع مسجد میں طلباء کا ایک بڑا جلسہ منعقد کیا عین موقع پر جلسہ پر

پابندی لگادی گئی۔ ہم نے پابندی توڑ کر جب مسجد میں نماز عصر کے بعد جلسہ شروع کیا تو ایک انسپکٹر خان محمد نے جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو کر ۱۳ منتظمین کو گرفتار کرلیا۔ اس موقع پر انہیں تنہا چھوڑنے کی بجائے ہم نے مداخلت کی، ہمیں بھی ساتھ ہی دھرلیا گیا۔ میرے ہمراہ ایک طالب علم ساتھی مولانا عبدالخالق بھی تھے، ہماری گرفتاری کے بعد دوسرے لوگ تو ہمیں اصل ملزم قرار دے کر راتوں رات گھروں کو چلے گئے۔ ہم ایک رات تھانہ روھیلانوالی گذار کر اگلے روز ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ پہنچا دیئے گئے۔ یہاں ختم نبوت مجلس احرار اور جمعیت علماء اسلام کے ایک عظیم مجاہد مولانا محمد لقمان علی پوری جو والد مکرم کے قریبی دوست ہونے کی وجہ سے میرے لئے بے حد احترام اور عزت کی جگہ ہیں ان کی رفاقت میسر رہی، حضرت مولانا کے ساتھ علی پور سے ۲۵ ساتھی مزید تحریک ختم نبوت کے اسیروں میں شامل ہو کر جیل کے مزے لوٹ رہے تھے--- تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کے جرم میں ہم ۴۰ روز تک جیل میں رہے۔ رھبرو رہنما کا باقی حصہ اسی جیل میں مکمل ہوا۔ اسلامی جمعیت طلبہ کے ایک اہم لیڈر مسٹر احسان باری سے بھی اسی جیل میں شناسائی ہوئی۔ وہ بلند حوصلہ اور اعلیٰ دینی شغف کے حامل اور ولولہ انگیز مقرر تھے، وہ کئی سال تک نشتر کالج ملتان کے صدر بھی رہے۔ ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ کے ایام و شہور نے زندگی کا رخ متعین کر دیا۔ دینی کاموں میں حصہ لینے، اسلامی تحریکوں میں بلا خوف و خطر شامل ہونے کے جذبات اسی اسارت میں پختہ ہوئے والد مکرم مولانا محمد علی جانباز چونکہ طویل عرصہ تک حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے رفیق اور رضا کار رہے، آخر دم تک مجلس احرار اور مجلس ختم نبوت سے منسلک رہنے کی وجہ سے طالب علمی کے دور میں جیلوں کی یاترا ھتھکڑیوں کی جھنکار بیڑیوں کی چھن چھن، قید تنہائی کے دکھ، گھر سے دور ناواقف علاقے کی جیل کا تجربہ اگرچہ نیا تھا لیکن یہاں صورت حال یہ تھی۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

دین محمدی کی محبت اور ناموس رسالت کی لذت آشنائی نے پیکر قلب کو پہلے ہی مسخر و مسحور کر لیا تھا۔

دل درد سے خالی ہو مرا کس طرح سودا
وہ نا شنوا حرف، میں گفتار فراموش

مظفر گڑھ جیل میں والد مکرم ملاقات کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے کہا جس مشن کے لئے جیل آئے ہو، اگر اس راستے میں جان بھی دینا پڑے تو خوشی سے گذر جانا---ان الفاظ نے شب زنداں کی ساری اداسی ختم کردی، احاطۂ دل کی تمازت کافور ہو گئی چمن خیال کی خوشبو پورے ماحول میں پھیل گئی۔ دین حنیف کے لیئے سب کچھ تج دینے اور محمدی ناموس کے لئے ہر لحہ فدا ہونے کا ولولہ پرورش پانے لگا۔

جیل کے دنوں ہی میں تاریخ پاکستان کا وہ روشن سورج طلوع ہوا جب ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

ملک بھر کے افسران حکومت جو آج سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم کہنے پر ہر ایک کو گرفتار کر لیتے تھے آج سے پہلے جس جرم پر زبان بندی، داخلہ بندی، اور گرفتاری کے جھکڑ چلتے تھے اب جب حکمرانوں کے سامنے قادیانیوں کا کفر آشکار ہوا تو وہ خود اس ٹولے کو کافر قرار دینے لگے، یہ تھا ۱۰۰ سالہ جہد مسلسل کا نتیجہ جو ہزاروں عاشقان رسولؐ کے خون اور قربانی کے تصدق کامرانی کے خلعت سے مرصع کر دیا گیا--

مادر علمی سے ۴۰ روز کے ناغے کا تو بہت قلق تھا لیکن تحریک کو کامیابی عطا ہوئی۔ اور ناموس رسالت کے گلشن کو کامرانی کی بہار عطا ہوئی تو اس کے زلہ خواروں میں اپنا نام شامل ہونے پر مسرت وانبساط اور طبعی نشاط بھی حاصل ہوا۔

قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلہ کے ایک ہفتہ بعد ہم رہا ہو کر پھر تعلیم میں مشغول ہو گئے۔

بخت بیدار نے دی دولت سرمد کی نوید
کیوں نہ آنکھوں میں کٹے تابہ سحر آج کی رات

چوتھی اسارت:۔

مارچ ۱۹۷۷ء سے شروع ہونے والی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ملک کی تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کی تحریک زوروں پر تھی۔ پورا ملک مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں تحریک نظام مصطفےٰ میں متحد ہو چکا تھا۔ بھٹو کے خلاف اتنی بڑی تحریک دراصل بھٹو کے اسلام کے خلاف طرز عمل، آمریت مہنگائی اور کرپشن کے خلاف کروڑوں عوام کی متفقہ آواز تھی۔ غریب کا نام لیکر غریبوں کو کچلنے کے خلاف قوم کی چیخ وپکار تھی۔

راقم الحروف کی دینی تعلیم سے فراغت کو دو سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی میں بی اے کے امتحان کی تیاری کی جارہی تھی۔

تحریک کا آغاز ہوتے ہی سارے کام چھوڑ کر اس آگ میں چھلانگ لگادی۔ ایک طرف ملک بھر میں جلسے اور دوسری طرف اپنے شہر سمندری میں روزانہ گرفتاریوں کا انتظام---- الحمدللہ تین ماہ تک یہ سلسلہ نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ ۱۰ جون ۱۹۷۷ء کو راقم نے ایک جلوس کے ذریعے گرفتاری پیش کی۔ اس وقت تک کئی درجن مقدمات قائم ہو چکے تھے۔ سنٹرل جیل فیصل آباد پہنچنے کے چار روز بعد تمام دوسرے مقدمات میں بھی گرفتاری ڈالدی گئی۔ ہمیں فیصل آباد کے دوسرے سیاسی اسیروں کے ساتھ رکھا گیا جن میں فیصل آباد کے چوہدری شیر علی میاں زاہد سرفراز شامل تھے۔

یہاں پندرہ روز گذرے ہونگے کہ قومی اتحاد اور حکومت کے مابین مذاکرات کے نتیجے میں تمام مقدمات واپس ہو گئے ۲۵ جون کو رہائی عمل میں آگئی۔

پانچویں اسارت:-

۲ جولائی ۱۹۷۷ء کو جامع مسجد باغوالی وھاڑی میں حکومت کے خلاف ایک تقریر کے جرم میں گرفتاری ہوئی۔ قومی اتحاد کے ساتھ مذاکرات اور متوقع معاہدے کے پیش نظر ایک روز بعد پنجاب حکومت کے آرڈر سے رہائی عمل میں آئی۔

دو روز بعد ۵ جولائی کو بھٹو کا سنگھاسن ڈول گیا---اور جنرل ضیاء الحق کی سحر انگیز شخصیت نمودار ہوئی جس نے گیارہ سال تک اقتدار کی مسند کا مزا لوٹا---بالاخر ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو وہ بھی دار فنا کو پہنچ گئے۔

جتنے ہنگامے تھے سوکھی ٹہنیوں سے جھڑ گئے
پیڑ پر پھل بھی نہیں، آنگن میں پتھر بھی نہیں

چھٹی اسارت:-

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں جب پنجاب میں گورنر غلام جیلانی سیاہ و سفید کے مالک تھے فروری ۱۹۷۸ء کے محرم کا پہلا جمعہ جامع مسجد انوری سنت پورہ فیصل آباد میں پڑھایا، تقریر کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خاندان اور حضرات خلفاء راشدینؓ کے مابین الفت و محبت اور پیار وانس کے واقعات بیان کرنا تھا۔

اثناء تقریر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ کے نکاح کا مسئلہ بیان کیا گیا مسجد انوری کے متصل شیعہ امام بارگاہ میں اس پر شدید رد عمل ہوا، انہوں نے محرم میں تعزیہ روکنے اور سخت احتجاج کی دھمکی دے کر میری گرفتاری کا مطالبہ کر دیا، حکومت پسپا ہو گئی اگلے ہی روز سمندری سے مجھے گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد میں منتقل کر دیا گیا۔

میری رہائی تو ۱۲ روز کے بعد عمل میں آگئی لیکن یہ مقدمہ تین سال تک مقامی

مجسٹریٹ چوہدری شفاعت احمد (جو بعد میں اسسٹنٹ کمشنر بن کر یہاں تعینات رہے) کی عدالت میں چلتا رہا، شیعہ وکلاء کا کہنا تھا کہ تقریر میں خلاف حقیقت مواد پیش کر کے ان کی دل آزاری کی گئی ہے۔ راقم نے عدالت میں شیعہ کی ۷۳ کتابوں سے نکاح ام کلثومؓ کے اثبات میں دلائل پیش کئے، اس وقت شیعہ کتب کا تمام ذخیرہ جمعیت اھلحدیث کے ممتاز عالم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب خطیب امین پور بازار جامع مسجد اھلحدیث کے کتب خانہ سے لایا گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بندہ کی تقریر کے مندرجات پر اس قدر شور ہوا اور عدالت میں تقریر پر شق وار کئی ماہ تک بحث ہوتی رہی۔

نکاح ام کلثومؓ کا مسئلہ شیعہ قوم کے حلق میں نشتر کی طرح اٹک کر رہ گیا ہے، جب کوئی خطیب یہ مسئلہ بیان کرتا ہے تو شیعہ لوگ اس پر اتنے سیخ پا ہوتے ہیں اس کا مجھے پہلے اندازہ نہ تھا جب اس مسئلہ کا تاریخی حوالوں سے جائزہ لیا گیا تو صاف طور پر حقیقت واضح ہو گئی کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت ام کلثومؓ کا آخری عمر میں باقاعدہ نکاح ہوا ان کے بطن سے حضرت عمرؓ کا ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔ عدالت میں شیعہ کی کئی درجن کتابوں میں سے یہ نکاح ثابت کیا گیا--- مجسٹریٹ صاحب موصوف نے وکلاء کی طویل بحث کے بعد اسے مذہبی فساد کا بہانہ بنا کر داخل دفتر کر دیا اس طرح ایک ایسی حقیقت جو آشکار ہونے کے قریب تھی عدالتی سرد مہری کا شکار ہو گئی یہاں صورت حال ایسی تھی۔

اک حقیقت ہے جو ہونا چاہتی ہے آشکار
مدعا میرا کسی کی آبرو ریزی نہیں

نکاح ام کلثومؓ کے مسئلہ پر شیعہ مذہب کے لوگ حضرت علامہ دوست محمد قریشی حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری اور مناظر اسلام علامہ عبد الستار تونسوی سے کئی مناظروں میں شکست کھا چکے ہیں کئی مناظرین کے خلاف مقررہ انعام کی ڈگریاں بھی عدالت منظور کر چکی ہے---

حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کے نکاح کے باب میں شیعہ کا غم و غصہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ان کے پاس مسئلہ خلافت اور مقام صحابہ کرامؓ کی طرح اس باہمی مودت کا کوئی جواب نہیں راقم کی ناموس صحابہ کے تحفظ کی جدوجہد کے سلسلے کی پہلی اسارت تھی جس کے بعد پھر یہ سلسلہ چل نکلا تھا۔ جو اس آخری اسارت میں زلف محبوب کی طرح دراز ہوتا گیا۔

اس مقدمہ میں (عدالت کے فیصلہ نہ کرنے کا بہت قلق رہا، لادین افسروں اور انگریزی تہذیب کے پرستاروں کے ایسے ہی طرز عمل نے دینی مسائل کے حل کرنے کے لئے چوکوں اور چوراہوں کی دھما چوکڑی جمائی ہے اگر اختلافی اور دینی مسائل علماء اور وکلاء کے دلائل سے حل ہوسکتے تو ایسے جھگڑوں میں بہت کمی آسکتی تھی---ایسی بے حسی، مداھنت، مصلحت بینی اسلامیان پاکستان کا معمول ہے--- یہ لوگ ناخواندہ ہیں، علم و قرطاس سے آشنا نہیں- یہاں کی بے شمار حقیقتیں گھٹاٹوپ اندھیرے میں کھو گئی ہیں ایسے مرحلے پر کیا کیا جائے، کس کے سامنے رویا جائے- بہرحال جو ہوا وہ ہونا تھا، میری گرفتاری اور پھر تین سال تک تاریخ پیشیوں سے تجربہ میں اضافہ ہوا۔

ساتویں اسارت:-

مرحوم جنرل ضیاء الحق کا دور شباب تھا، مارشل لاء کے سائے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے فوجی قوانین اور مارشل لائی ضابطوں کا خوف ہر سر پر سوار تھا۔ ملک میں سول، شرعی اور فوجی تین قسم کے قوانین رائج تھے۔ پولیس کی ہر طرف چاندی تھی۔ شرعی قانون اور کوڑوں کے ڈر سے رشوت کا نرخ بہت بڑھادیا گیا تھا۔ افسران کی من مرضی نے جنرل ضیاء الحق کی اسلامی اصلاحات کا مذاق اڑا رکھا تھا۔ بسیار کوشش اور کاوش کے باوجود خدا ترس حکمران بھی اسلامی عدل کا پھریرا نہ لہرا سکا۔ وہ انگریزی تہذیب سے آراستہ بیوروکریسی اور بعض فوجی افسروں کے ہاتھوں اتنے مجبور ہو گئے تھے کہ آخر میں انہیں کھلے عام اسلامی

اصلاحات کے بارے میں اپنی کمزوری کا اعتراف کرنا پڑا۔

فروری ۱۹۷۸ء میں کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی جامع مسجد نم والی میں سیرۃ کے ایک جلسہ کی تقریر پر مقدمہ بنا۔ مقامی پولیس افسر مسعود خان آفریدی اور ضلعی سربراہ حاجی حبیب الرحمٰن کے خصوصی حکم پر مارشل لاء کے تحت مقدمہ درج ہو گیا۔ حکومت پر مخلصانہ تنقید بھی ارباب حل و عقد کو پسند نہ آئی۔ میں تقریر کر کے رفو چکر ہو گیا۔ پولیس چھاپے مارتی رہی۔ کئی ماہ کے بعد سمندری سے خفیہ اہلکاروں نے تعاقب کیا اپنے شہر میں متوقع خطرہ کے پیش نظر ہاتھ نہ ڈالا۔ جب میں گوجرہ کی ایک عدالت میں پیشی پر پہنچا تو کمالیہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا میرے رفیق حضرت قاری عبدالرحمٰن نے گھر اطلاع دی سب انسپکٹر منظور احمد کی نگرانی میں کمالیہ کی جوڈیشنل حوالات کا مہمان بنا دیا گیا۔ یہاں اس وقت اسلم پہلوان جو قتل اور لڑائی کے کئی مقدمات میں ماخوذ تھے۔ میری کئی تقاریر سن چکے تھے۔ جلسوں کی شناسائی کے بعد اب چند روز ان کے قریب گذارنے کا موقع ملا وہ مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے پوری حوالات اور اس کا عملہ ان سے مرعوب تھا۔ راقم کو اس چھوٹی جیل میں ان کے باعث کافی راحت رہی۔ شہر کے علماء مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی صاحب مولانا محمد اویس صاحب حضرت سید سلمان شاہ مولانا عبدالغفور صاحب ممتاز صحافی مجید انور صاحب ان کے بھانجے عبدالباسط ندیم سمیت علاقہ کے سینکڑوں احباب و رفقاء کا آنا جانا رہا۔ یہ کورس ۱۵ روز تک جاری رہا۔ میرے شہر سمندری سے ۵۰ معززین شہر، علماء اور تاجروں کا ایک وفد ایس ایس پی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ملا۔ ان کا موقف تھا کہ تقریر کے کسی لفظ پر مارشل لاء کا ضابطہ لاگو نہیں ہوتا۔ ایس ایس پی نے صاد کیا فوجی دفعہ توڑ کر 16MPO برقرار رکھی گئی۔ اگلے روز ضمانت ہو گئی۔

ایک زمانہ تھا کہ مجھ پر تقاریر کے مقدمات کی تعداد ایک سو سے بڑھ گئی۔ میں نے تاریخ پیشیوں اور عدالتوں میں جانا چھوڑ دیا کس کس جگہ اور کہاں کہاں عدالتوں کے

دروازوں پر سارا سارا دن خاک چھانیں---اس تصور سے کہ جب زیادہ زور پڑے گا حاکم وقت کا غصہ آپے سے باہر ہو گا تو ایک ہی گرفتاری ہو جائے گی----سب کی ضمانت بھی ایک ہی مرتبہ کرالی جائے گی۔ یہ نسخہ بہت کامیاب رہا۔ پہلے تو کبھی ملتان، کبھی فیصل آباد، جو اس وقت لائل پور تھا، کبھی اوکاڑہ، کبھی چیچہ وطنی، کبھی وھاڑی، کبھی بورے والا، کبھی چنیوٹ، کبھی سرگودھا، اور کبھی گوجرانوالہ کی تاریخوں سے فرصت ہی نہ ملتی۔

چند ضمانتوں کی تکلیف کے باعث کئی جگہ پھر بھی حاضری جاری رہی لیکن زیادہ مقدمات کا معاملہ خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چپ سادھ لی۔ جہاں کہیں سے وارنٹ آئے جس جگہ کی پولیس پہنچی ہر جگہ سے الگ حربہ استعمال کیا گیا۔ پولیس کا ہر دوسرے دن گرفتاری کے لئے آنا، داخلہ بندی کی تعمیل کرانا، ضامنوں کے سمن اور ان کا واویلا---۔ ایک معمول بن گیا۔

حق و صداقت کا پیغام پہنچانے والوں، حکمرانوں پر تنقید کرنے اور دینی کاز کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف لوگوں کے ساتھ جو ہمیشہ ہوا میں اس کا سزاوار بنا رہا۔

یونہی ہمیشہ الجھتی رہی ظلم سے خلق
نہ ان کی رسم نئی ہے نہ اپنی ریت نئی

رگ و پے میں بسے ہوئے توحید و سنت کے نغموں، صحابہ کرامؓ کی محبت کے جذبوں رد شرک و بدعت اور ابطال رفض و سبائیت کے زندہ ولولوں نے ملک کے طول و عرض کی کوئی بستی، کوئی قریہ اور کوئی شہر اس بادہ پیمائی سے محروم نہ رکھا۔ حکمرانوں کی ناراضگی کے جھکڑ چلتے رہے۔ پولیس کی آویزش، انتظامیہ کی خامہ فرسائی، باطل فتنوں کا شور و شغف حائل رہا، کئی جگہ رکاٹیں کھڑی ہوئیں کسی علاقے میں داخلے بند ہوئے، کسی جگہ لاؤڈ سپیکر کی پابندی کبھی شہروں میں زبان بندی کے طوفان بلاخیز سے واسطہ پڑتا رہا لیکن کبھی دعوت و تبلیغ کے اطمینان میں اضمحلال پیدا نہ ہوا۔ کبھی جرات اظہار میں مدافعت و مصلحت سد راہ

نہ ہوئی۔ کئی کانفرنسوں اجتماعات، جلسوں، میں قائد شہید" مولانا حق نواز جو ابھی تک کسی جماعت اور گروپ کی صورت میں نمایاں نہ تھے رفیق رہے کئی تبلیغی تنظیموں میں وقت گذرتا رہا۔ تا آنکہ سپاہ صحابہؓ کا قیام عمل میں آیا اور ہم تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیئے گئے۔

تا عمر نہ خورشید کو پھر ڈوبنے دیں گے
اب کے شب ہجراں کی کسی طور سحر ہو

آٹھویں اسارت، ہزاروں کارکنوں کے احتجاج پر تیسرے روز رہائی

سپاہ صحابہ کی پہلی ملک گیر تاریخی دفاع صحابہ کانفرنس جھنگ کے موقع پر آٹھویں مرتبہ گرفتاری---- ہزاروں کارکنوں کے احتجاج پر رہائی اور مولانا حق نواز جھنگوی کے مشن سے وابستگی کا باقاعدہ اعلان

آٹھویں اسارت:۔

پکارا جب دل رفتہ کو میں نے
کہا زلفوں میں الجھایا گیا ہوں
نگاہ لطف پہ ٹھہرا تھا سودا
کھری قیمت پہ بکوایا گیا ہوں

یہ سات فروری ۱۹۸۶ء کا دن تھا چنیوٹ کی ایک تقریر کے مقدمہ میں ضمانت قبل از گرفتاری کے لیئے مجھے جھنگ جانا پڑا۔ عبوری ضمانت کی درخواست چار روز قبل دے دی گئی تھی۔ آج توثیق ضمانت کے لئے جب میں ضلع کچہری پہنچا تو مولانا حق نواز صاحب پہلے ہی احاطہ عدالت میں موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا تین روز کے بعد جھنگ میں تاریخی دفاع صحابہؓ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے آپ خود اس کے انتظامات میں شریک ہیں یہاں کے سیشن جج نفیس احمد باجوہ صاحب سے کسی خیر کی توقع نہیں وہ ضمانت منظور نہیں کرے گا میں نے کہا میں چنیوٹ کے ضامن کے ہاتھوں مجبور ہوں وہ بار بار میری غیر حاضری پر تنگ آ چکا ہے اسی کی وجہ سے چنیوٹ سے ضمانت منسوخ ہو گئی تھی--- بے شک گرفتاری ہو جائے میں عدالت میں ضرور پیش ہوں گا قائد شہید نے بہت اصرار کیا مگر میں نہ مانا، چند لمحوں بعد وہی ہوا جس

کا خدشہ تھا۔ مولانا حق نواز کے سامنے میری ضمانت منسوخ ہو گئی اور مجھے چنیوٹ کی پولیس گرفتار کر کے لے گئی۔ چنیوٹ پہنچتے ہی مجھے نئی تعمیر شدہ جوڈیشل حوالات پنڈی بھٹیاں روڈ کی بالائی بارک میں پہنچا دیا گیا۔

۱۰ فروری جمعہ کے روز رات گیارہ بجے ہونگے کہ سٹی مجسٹریٹ سمیت چنیوٹ کے انتظامی افسران جیل آئے انہوں نے کہا سامان باندھو۔ ابھی چلنا ہے میں نے منزل پوچھی وہ خاموش رہے۔ میرا خیال تھا اب ڈسٹرکٹ جیل جھنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ باہر قدم رکھا تو چنیوٹ کے میرے دیرینہ میزبان شیخ سلیم مرحوم چشم براہ تھے۔

وہ بھی میرے ساتھ پولیس کی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ابھی ہم چنیوٹ سے جھنگ روڈ ہی پہنچے تھے کہ انہوں نے کان میں کہا آپ کی رہائی ہو چکی ہے۔ نماز جمعہ کے بعد جھنگ میں سپاہ صحابہ کی پہلی تاریخی کانفرنس کے ۴۰ ہزار کے اجتماع نے آپ کی رہائی کا مطالبہ کیا انہوں نے مین روڈ بلاک کر کے ٹریفک جام کر رکھی ہے۔ وہ آپ کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں پنجاب حکومت کے خصوصی آرڈر پر آپ کو رہا کر کے جلسہ میں پہنچانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ سپاہ صحابہ کا پہلا احتجاج تھا جو میری گرفتاری کے خاتمے کے لئے تھا، اگرچہ یہ سب کچھ اعلیٰ قیادت کے حکم کے بغیر ہوا تھا تاہم جھنگ کے کئی کارکنوں کی اس بروقت کوشش و ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں رضاکاروں کا یہ جذبہ کارگر ثابت ہوا۔ گاڑیاں فراٹے بھرتی جا، رہی تھیں۔ ۹۰ کلومیٹر کا سفر سوا گھنٹہ میں طے کر کے ساڑھے بارہ بجے کے قریب جب جلسہ گاہ میں پہنچے تو فضا فلک شگاف نعروں سے گونجنے لگی، ہزاروں انسانوں کا سمندر بے خود ہو کر دیر تک خوش آمدید کہتا رہا۔ ملک بھر کے سینکڑوں علماء اور سکالر اسٹیج کی زینت تھے۔ قائد جھنگوی ؒ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ پورا مجمع اپنے مطالبہ و احتجاج کی کامیابی پر فرط مسرت سے نعروں کے خروش میں گم تھا------

سپاہ صحابہ کی اس پہلی کانفرنس میں اس کا دائرہ کار جھنگ سے پورے ملک تک

بڑھانے کا اعلان ہوا۔

حضرت علامہ عبدالستار تونسوی اور حضرت مولانا ضیاء القاسمی سمیت ملک کی کئی سربر آوردہ شخصیات اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی--- صرف جھنگ اور اس کے اطراف کے لئے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو قائم ہونے والی سپاہ صحابہ آج ۱۰ فروری ۱۹۸۶ء کے بعد ملک کی بڑی مذہبی جماعت بن گئی اس وقت تک مولانا حق نواز کے ساتھ میرا تعلق طالب علمی کے ایک دوست، رفیق، اور ملک بھر کے جلسوں میں شریک ہونے والے خطیب اور مقرر کی حیثیت سے تھا۔ سپاہ صحابہ سے ہمدردی اور اس کے کاز سے ہم آہنگی تو پہلے ہی روز سے قائم تھی۔ تاہم سپاہ صحابہ کے ساتھ باقاعدہ تعلق اور اس کے مشن سے تاعمر وابستگی کا اعلان اس کانفرنس میں کیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی اس تاریخ ساز کانفرنس کے منتظم اور داعی تھے۔ کانفرنس جمعہ سے قبل ہی شروع ہو گئی تھی۔ اس عظیم اجتماع میں کم از کم ۱۰۰ سے زائد مقررین اور خطباء نے شیعہ جارحیت اور فتنہ خمینی کے خلاف اہلسنت کو متحد ہو کر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ایرانی انقلاب کو پاکستان میں برپا کرنے کی سازشوں سے پردہ اٹھایا گیا--- صحابہ کرامؓ کی تکفیر پر مشتمل کئی کئی زبانوں میں کتابوں کی اشاعت پر تشویش ظاہر کی گئی۔ سینکڑوں علماء اور آخری نشست کے کم از کم ۵۰ ہزار کے اجتماع میں سپاہ صحابہ کے نصب العین اور لائحہ عمل کا اعلان ہوا۔

راقم کو کانفرنس کے آخری مقرر کے طور پر رات کے سوا دو بجے وقت ملا--- میرے لئے نہایت اعلیٰ مسرت اور زندگی بھر کے حقیقی مشن کی تعیین کا یہ نادر موقع تھا راقم نے اس عظیم کانفرنس میں جو تقریر کی اس کے چند اقتباسات نقل کرنا مناسب ہو گا کیونکہ اسی تقریر کے ذریعے پوری زندگی مولانا حق نواز کی قائم کردہ سپاہ صحابہ سے وابستگی اور اس مشن کے لئے آخری دم تک نبرد آزما رہنے کا بلند آہنگ انداز میں اعلان کیا گیا تھا۔

پہلی دفاع صحابہ کانفرنس کی تقریر کے اقتباسات

(1) "میرے دوستو جیسا کہ میرے مخدوم و مکرم مولانا حق نواز صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شیعہ کے کفر کے بارے میں ہمیں ایک لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔

میرے دوستو! شیعہ کے کفر کے بارے میں اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ فیصلہ کر چکی ہے۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ شیعہ کے کفر پر موجود ہے اور ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شیعہ کے کفر کی گیارہ سو وجوہات لکھی ہیں۔ گیارہ سو وجوہات سے شیعہ کافر اور مرتد ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے بعد امام اہلسنّت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے شیعہ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ مفتی کفائت اللہ دہلوی "کا فتویٰ کفایت المفتی میں موجود ہے کہ شیعہ کافر اور مرتد ہے۔ شیعہ کے کفر کے بارے میں ہندوستان کے سب سے بڑے مفتی کا فتویٰ موجود ہے۔ مفتی مہدی حسن دارالعلوم دیوبند کے مفتی ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ مولانا اعزاز علی کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ اہلحدیث علماء میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ حضرت مہر علی شاہؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ خواجہ قمرالدین سیالوی کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ پاکستان میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیعہ کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ چاہے ضیاء الحق ہو۔ اس کا کوئی وزیر ہو کوئی پیر کوئی ملا، کوئی سیاستدان ہو، کوئی چوہدری ہو، کوئی وکیل ہو، آج جو شیعہ کے کفر میں شک کرتا ہے۔ اس کے اپنے ایمان میں شک پیدا ہو چکا ہے۔ (کافر کافر شیعہ کافر کے نعرے)

میرے نوجوان دوستو شیعہ کا عقیدہ ہے کہ یہ موجودہ قرآن صحیح نہیں ہے۔ ایک سو ستر فرقے شیعہ کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھے ہیں اور شیعوں کا کوئی فرقہ ایک سو ستر فرقوں میں ایسا نہیں جو اس موجودہ قرآن کو صحیح قرآن مانتا ہو۔

میں دنیائے رفض کو چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا فرقہ ہے کہ جس کا یہ

عقیدہ نہ ہو کہ یہ موجودہ قرآن ناقص ہے۔ہمارا جو قرآن ہے اس کی سترہ ہزار آیتیں ہیں اور یہ مسلمانوں سینوں کا قرآن ہے۔اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے قرآن سے تین گنا بڑا ان کا قرآن ہو گا اور وہ قرآن سر من رای اس غار میں موجود ہے اور امام مہدی ان کا بھی غار میں موجود ہے۔

چودہ سو سال گزر گئے جس قوم کا قرآن، اور جس قوم کا امام غار میں موجود ہو اس کو تو (ماتمی جلوس لے کر) بازار میں آنے کا حق ہی نہیں ہے۔اسے چاہیے کہ اپنے قرآن اور امام کے پاس غار میں چلی جائے۔

(2) "امت مسلمہ کو تفریق میں ڈالنے کے لئے---پاکستان میں اس وقت سب سے بڑا فتنہ رافضیت کا فتنہ ہے، کہ جو ایران کے آدم خور خمینی کی وجہ سے پاکستان میں کبھی کراچی میں ہنگامے کراتا ہے، کبھی پارہ چنار میں، کبھی فاضل پور میں، کبھی گڑھ مہاراجہ میں، کبھی کوئٹہ کی سڑکوں پر سنی مسلمانوں کا خون بہاتا ہے۔جب سے دنیا کا یہ سب سے بڑا مرتد خمینی برسر اقتدار آیا ہے۔اس وقت سے پاکستان میں ہنگامے کیوں ہیں؟ ضیاء الحق مجھے بتائے کہ کوئٹہ میں جو شیعہ اور سینوں کی لڑائی ہوئی اس کے نتیجے میں ۳۲ سینوں کو شہید کیا گیا۔ ۴۴ پولیس والوں کو شہید کیا گیا اور اس لڑائی کے بعد وزیر داخلہ پاکستان نے قومی اسمبلی میں یہ بات تسلیم کی کہ اس لڑائی میں ۲۳۱ ایرانی گرفتار ہوئے۔کوئٹہ کے بازاروں میں ایرانی کیوں آیا؟ اور جب لاہور سے ہائی کورٹ کا ایک جج اس لڑائی کی تحقیق کرنے کے لئے کوئٹہ کے ایئرپورٹ پر پہنچتا ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے کہ حکومت کے حکم سے ۲۳۱ ایرانیوں کو باعزت طور پر رہا کر کے ایران بھیج دیا گیا۔میں ضیاء الحق سے پوچھتا ہوں--- جنرل ضیاء--- بتا ان ۳۲ سینوں کے قاتلوں کو تو نے ایران کیوں بھیجا؟ اگر تو سینوں کے قاتلوں کو ایران بھیجتا ہے تو سینوں کا قاتل تو ہے۔اگر ذوالفقار علی بھٹو نواب محمد احمد کے قتل میں پھانسی چڑھ سکتا ہے۔تو تو ۳۲ سینوں کے قاتلوں کو رہا کرنے کے بدلے میں قاتل

بن کر تختئہ دار پر لٹک سکتا ہے۔

تمہارا وزیر داخلہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ ۱۳۴۲ ایرانی کوئٹہ سے گرفتار ہوئے، اور اس کے بعد کہا گیا کہ ایران کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اگر دخل نہیں تھا تو مجھے بتاؤ چھ جون کو شام کے وقت بی بی سی نے کہا کہ کوئٹہ کے بازار میں ایک ایرانی کی لاش ملی ہے۔ اس لاش کی جیب سے جو شناختی کارڈ نکلا ہے اس پہ لکھا ہے کہ سربراہ پاسداران انقلاب ایران "ایران کی سپاہ پاسداران انقلاب کا وہ سربراہ تھا۔ میں پاکستان کے حکمرانون سے پوچھتا ہوں کہ وہ غنڈہ کوئٹہ کے بازاروں میں کیوں آیا۔ وہ مردود خمینی کا چیلہ کوئٹہ کی گلیوں میں کیوں آیا؟ وہ قتل کوئٹہ کے بازاروں میں کیوں ہوا/ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پاکستان کے سینوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تمہاری فوج یہاں کے مسلمانوں کو کوڑے لگا سکتی ہے۔ تمہاری فوج مارشل لاء کی عدالتیں بنا کر یہاں کے مسلمانوں کو ذبح کر سکتی ہے۔ تمہاری فوج کوئٹہ کے بازاروں میں سینوں کی حفاظت نہیں کر سکتی۔

(3) آج پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۳۲ شیعہ قومی اسمبلی کے ممبر ہیں۔

ریڈیو، ٹیلی ویژن کے کل ملازمین ۴۴۷۰ ہیں، جن میں ۱۴۰۰ ملازمین رافضی ہیں۔ جو رافضی پاکستان میں یہ کہے کہ ہماری دینیات علیحدہ کرو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جو اذان علیحدہ دے وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کا کلمہ علیحدہ ہو وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کا وضو علیحدہ ہو وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کا قرآن علیحدہ ہو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کی زکوٰۃ علیحدہ ہو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ یاد رکھو اگر تم نے شیعہ کے کفر پر پردہ ڈالا تو تم سے بڑا اسلام اور قرآن کا دشمن دنیا میں کوئی نہیں ہو گا!

یہ میرے پاس ایک کتاب ہے۔ "خمینی ازم اور اسلام" ہم نے یہ کتاب فیصل آباد سے شائع کی۔ اس کتاب کو تین صوبوں میں ضبط کیا گیا۔ کیوں کہ آدم خور خمینی کے چہرے سے ہم نے پردہ ہٹایا تھا۔ اس میں ہم نے حوالہ دیا کہ خمینی جب ۱۹۶۴ء میں فرانس

میں جلاوطن ہو کر گیا۔۱۹۶۶ء میں فرانس میں ایران سے آئے ہوئے لوگوں سے خطاب کیا۔ پھر خطاب ایک پمفلٹ میں چھپا ہوا ہے، پمفلٹ کا نام ہے "خطاب بہ نوجوانان" اس خطاب کا ایک اقتباس سماعت فرمائیں۔ خمینی کہتا ہے کہ۔

"دنیا کی اسلامی اور غیر اسلامی طاقتوں میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی۔ جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ یہ علاقہ مہبط وحی اور مرکز اسلام ہے۔ اس لئے اس پر ہمارا غلبہ اور تسلط ضروری ہے۔"

خمینی آگے کہتا ہے۔

"میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا، تو سب سے پہلے میرا یہ کام ہو گا کہ حضور علیہ السلام کے روضے میں پڑے ہوئے دو بتوں ابوبکر و عمر کو نکال کر باہر پھینک دونگا"

آج پاکستان کے کئی پڑھے لکھے آدمی یہ دلیل دیتے ہیں۔ جناب خمینی امریکہ کا دشمن ہے "اگر امریکہ دشمنی ہی اسلام ہے، یا امریکہ دشمنی اسلام کی محبت ہے تو روس سب سے بڑا، اسلام کا ٹھیکے دار ہو گا۔ اور کارک ببرک کارمل سب سے بڑا اسلام کا ٹھیکے دار ہو گا۔ اس لئے کہ وہ امریکہ کا دشمن ہے۔

یاد رکھو! جس طرح روس اسلام کا دشمن ہے۔ امریکہ بھی اسلام کا دشمن ہے لیکن یہ دونوں دشمن کفر کی شکل میں ہمارے سروں پر موجود ہیں اور تیسرا دشمن خمینی جو ان دونوں سے بڑا دشمن ہے، جو اسلام کے نام پہ اسلام کا گلا کاٹتا ہے۔ اسلام کی جڑوں کو کاٹتا ہے۔ یہ مردود (خمینی) جب بر سر اقتدار آیا، اس نے ۲۸ جرنیلوں اور ۷۰ کرنلوں کو کھڑا کر کے گولی مار دی، ۲۷ میجروں کو اور گیارہ ہزار عام فوجیوں کو کھڑا کر کے گولی مار دی۔ جو آدمی اپنے مخالف کو گولی مار دے، وہ محمد مصطفیٰ کے انقلاب کا داعی نہیں ہو سکتا۔ وہ چنگیز خاں ہے۔ وہ ہلاکو خاں ہے۔ وہ فرعون ہے وہ نمرود ہے وہ شداد ہے محمد مصطفیٰ کا نام لیوا

نہیں ہو سکتا۔

(4) "میرے علماء کرام! غفلت کی چار اتار دو، جس ابو بکرؓ کے نام پہ آج تک روٹیاں کھائی ہیں۔ اس ابو بکر کے تقدس کا سوال ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر ابو بکر کے مشن کو لے کر آگے بڑھو!

خدا کی قسم! حق نواز جیسا کوئی روز روز آدمی پیدا ہو گا؟ جو اپنی جان کو ہتھیلی پہ لئے پھرتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ

منہ چھپا کے جئے نہ سر جھکا کے جئے
ستم گروں کی نظروں سے نظریں ملا کے جئے
ایک رات کم جئے تو حیرت کیوں؟
ہم تو ساتھ ان کے تھے جو مشعلیں جلا کے جئے

مولانا حق نواز شیر اسلام ہے۔ میں ان کی تنظیم سپاہ صحابہؓ کے ایک ایک رضاکار جو عظمت صحابہؓ کے لئے محنت کرتا رہا، میں اس کے قدموں کو چومنا سعادت سمجھتا ہوں۔ مولانا حق نواز! میں اور میرا ادارہ اشاعت المعارف، تیرے لئے، تیرے کام کے لئے، تیرے کاز کے لئے تیری انجمن کے لئے وقف ہے۔ ہمارا قلم بھی وقف ہے ہماری زبان بھی وقف ہے۔ (فلک شگاف نعرے")

بس یہ دن تھا یہ تقریر تھی جس کے بعد ہم بھی قائد جھنگویؒ کی زلف کے اسیر ہو گئے۔ پہلے روز جو عہد کیا تھا جس نصب العین کو سوچ سمجھ کر قبول کیا تھا جس لائحہ عمل کو دین اور شریعت کا حقیقی تقاضا جانا تھا۔ جس راستے کو محمدی راستہ سمجھ کر اپنایا تھا۔ جس شاہراہ کو اسلامی شاہراہ قرار دیکر اس پر رواں دواں ہوئے تھے۔ جس طریقے اور مشن کی سچائی کو حرز جان بنایا تھا۔ جس آنگن میں متاع حیات لٹانے کی آرزو کی تھی۔

جس جذبہ وولولہ کی جو بد نگاہ میں قدم رکھا تھا۔ جس عشق سرمدی اور محبت ابدی میں گرفتار ہوا تھا جس خیال اور یقین سے طوق وسلاسل کو چوماتھا۔ آج بھی اسی پر قائم ہیں تائید ایزدی اور اس کے فضل ورحمت نے زنداں کی تلخ راتوں اور حکمرانوں کی انتقامی کاروائیوں نے اس جذبے کو سرمو تبدیل نہیں کیا خدا کی خاص رحمت سے امید ہے تادم واپسیں کا جو راستہ اختیار کیا تھا خدا کی رحمت سے اس کا شباب پایاب نہ ہوگا۔ اس کی رعنائی کا پھول کبھی نہ سوکھے گا۔ مجھے اس تقریر کے مندرجات کو دیکھ کر آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ جب اس کی ضرورت تھی کیسے جذبوں سے کٹھن راہوں کا آغاز ہوا۔ کیسے کیسے ولولے نقش حیات پر ثبت ہوئے۔ کیسی کیسی تاریک راتوں سے گذرنے کا عہد کیا گیا۔ کیسے کیسے تلخ موڑوں اور اتھاہ کھائیوں میں جاں بلب ہونے کا سامان بہم پہنچا۔

جمعیت خاطر کن کن کلفتوں اور طبع نازک کیسی کیسی دشوار گھاٹیوں سے گذرنے پر آمادہ ہوئی۔ راحت وچین کی راتوں کے مقابلے میں کانٹوں سے اٹی ہوئی شب تاریک میں مصائب کے مہیب اور پر خطر غاروں میں اترنے کا اقرار ہوا۔

رات کے آخری حصے میں جب آہ سحر گاہی تقدیر امم بدل دیتی ہے کہے گئے الفاظ مجسم ہو کر ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتے رہے۔ ہر گھاٹی میں اس اقرار اور پیمان وفا نے مایوس امنگوں کو سہارا دیا بے دلی اور قنوطیت کے جھکڑوں میں حوصلہ بخشا۔ قافلہ شوق ایسے طریقے سے جانب منزل روانہ ہوا کہ لاشوں سے اٹا ہوا راستہ زندانوں سے آلودہ ایام وشہور، دکھوں اور المیوں سے بھرپور مدوجزر قلبی سکون عطا کرتے رہے۔

یہ تھا وہ عہد، یہ تھا وہ پیمان، یہ تھی وہ دولت ایقان، یہ تھا سچا اقرار، یہ تھی وہ نواپردازی، یہ تھی وہ متاع زندگی جو سرزمین جھنگ کے ایک مرد قلندر اور وادی چناب کے ایک درویش بے گلیم کے آستانے پر لٹانے کا اعلان کیا گیا---اس اعلان واقرار کے بعد مولانا حق نواز جھنگوی کی زندگی کے پانچ سال موجودہ سربراہی اور سرپرستی کے چھ سال

تک ایک دن اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ جس میں فرحت و انبساط کے پہلے دور کا شمہ بھی موجود ہو۔

میری حقیقی متاع اور دنیا کی سب سے بڑی دولت یہی وہ فیصلہ تھا جو میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تا آنکہ آج گیارہ سال تک اس پر قائم ہوں۔ ناموس صحابہ کے تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کے اس مشن کو حرز جان بنانے کا یہ عہد ایک دن میں نہیں ہو گیا تھا۔ محض چار روز کی چنیوٹ کی حوالات میں نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے پیچھے سال ہا سال کا غور و خوض تھا۔ خمینیت کی دیدہ دہنی تھی۔ شیعت کی صحابہ کے خلاف یلغار تھی۔ سبائیت کے ہتھکنڈے تھے۔ سنی قوم کی بیچارگی تھی۔ مولانا حق نواز کا خلوص تھا۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف شیعہ کی وہ تحریریں تھیں جنہوں نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا تھا۔

ہماری راحت و چین کو تج دیا تھا ہمارے قلب و جگر کے قرار کو مضمحل کر چھوڑا تھا۔ ہماری پرسکون زندگی میں ارتعاش پیدا کر دیا تھا مجھے مولانا حق نواز کی شہادت کے بعد ان کی مسند پر نہ براجمان کیا جاتا تب بھی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی تگ و تاز میں گذرتا حیات مستعار کی ایک ایک ساعت اسی فریضہ کی نذر رہتی۔ زندگی کا ہر عمل اسی دائرے میں گھومتا، تقریر و تحریر کی ہر جنبش اسی گرمی کا مداوا کرتی۔ زبان و بیان کی ہر خلش اور قلب و جگر کی ہر تپش اسی نصب العین کی رہین کرم ہوتی۔

میں نے کانٹوں کے اس راستے کو سچے دل سے قبول کیا تھا۔ میری یہ کوئی مجبوری نہیں تھی۔ مجھے کسی حادثے کے طور پر اس پگڈنڈی پر نہیں چلنا پڑا تھا۔ میں نے تو سرپرستی اور سربراہی قبول کرتے وقت بھی اپنی والدہ کو بتا دیا تھا کہ یہاں شہادت کا زیور بھی پہننا پڑے گا۔ ہتھکڑیوں کی جھنکار بھی شیوہ بنے گی دکھوں کے ایام بھی پے در پے آئیں گے آلام کی گھاٹیاں اور رنج و محن کے تھپیڑوں سے بھی پالا پڑے گا۔ زندگی کی پرخطر راہوں میں ہر وقت ارتعاش رہے گا۔ گہرے گرداب اور اتھاہ کھائیاں ہر قدم پر ہوں گی۔

ابتداء ہی میں مولانا حق نواز کی قیادت کو قبول کرنا ان کی سچائی اور اعلیٰ جذبے کو دل سے تسلیم کرنے کے باعث ہی ممکن ہوا ہے۔ ورنہ وہ عمر میں تو مجھ سے صرف ایک سال بڑے تھے۔ میں ان کی رفاقت اور معیت کے بغیر ہی تحریر و قلم کی خداداد صلاحیت رکھتا تھا۔ تائید ایزدی سے گویائی کے حسن سے بھی آراستہ تھا۔

۱۵ سال تک کسی جماعت اور پلیٹ فارم کے بغیر ملک کے ہر کوچے میں تقریر و خطابات کا فریضہ سرانجام دینے کا موقع مل چکا تھا۔ لیکن اس ساری جدوجہد کا رخ تبدیل کر کے مولانا حق نواز شہیدؒ کی قیادت پر مفتخر رہنے کو سعادت جانا، اور فخر و مباحات کا زینہ خیال کیا--- تو دنیا ہی بدل گئی، عہد و پیمان کی تنویر چمک اٹھی۔ پاس وفا اور مشن کی سچائی کے احساس نے ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا---

کہوں دل کی بات میں چارہ گر، تیرا غم ہے مجھ کو عزیز تر
نہ بڑھائے لذت درد جو میرے درد کی وہ دوا نہیں
بڑے صبر کا یہ ہے مرحلہ بڑے حوصلے کا مقام ہے
تیرے لب پہ نہ آئے اف کہیں، رہ عشق میں یہ روا نہیں

نویں اسارت ۱۹۸۷ء کی نظربندی:-

نویں مرتبہ کی اسارت کا قصہ بھی طویل ہے۔ اس نظربندی نے ۲۳ اکتوبر سے شروع ہو کر ۲۶ دسمبر تک طول کھینچا۔

قائد جھنگویؒ شہید کو ۶ ماہ کی نظربندی کے بعد رہائی ملی۔ اگلے روز جھنگ میں دو آدمیوں کے قتل کا واقعہ پیش آگیا مولانا حق نواز صاحب جمعہ سے فارغ ہو کر بے پناہ مہمانوں اور ملاقاتیوں میں گھل مل گئے رات کے آخری پہر انہیں پولیس نے گھر سے گھسیٹ کر نکالا۔ تھانہ کوتوالی پہنچا کر تشدد کا نشانہ بنایا۔ ایک چادر اور ایک بنیان کے ساتھ انہیں دو روز پہلے ہونے والے واقعہ قتل میں ناجائز طور پر گرفتار کر کے میانوالی جیل منتقل

کر دیا گیا مولانا حق نواز جھنگوی۔" یہ تشدد کے اس واقعہ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ ملک بھر میں اس ظالمانہ کاروائی کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا گیا۔

مقامی انتظامیہ نے کہا انہیں اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کا آرڈر ہے۔ اگرچہ بعد میں میاں صاحب نے اس تشدد کے حکم کی تردید کی لیکن ہمیں آج تک ان کی وضاحت سمجھ میں نہیں آسکی۔ بعض لوگوں نے مقامی ایس ایس پی بعض نے ڈی آئی جی کو اس واقعہ کا مجرم قرار دیا راقم نے قائد پر تشدد کے خلاف پنجاب بھر میں چار بڑے بڑے جلسے کیئے اس میں ۱۲ فروری کو لاہور ۱۴ فروری کو سرگودھا، ۱۶ فروری جمعہ کو دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۸ اکتوبر کو جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں مولانا حق نواز پر تشدد کے خلاف بڑے بڑے اجتماعات منعقد ہوئے۔ راقم نے میاں نواز شریف کو براہ راست اس تشدد کا ذمہ دار قرار دیا۔ ان کے خلاف سخت لہجہ اور بعض ایسی باتیں آخری جلسے میں کہی گئیں تو ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر فیصل آباد طارق فاروق کو فوری طور پر میری گرفتاری کا آرڈر دیا۔

چند روز تک میں پولیس کو طرح دیتا رہا۔ بالاخر ڈی ایس پی چوہدری زمان لنگڑیال کے کہنے پر ۲۳ اکتوبر کو سمندری سے گرفتاری دے دی۔ گرفتاری کے فوراً بعد سنٹرل جیل فیصل آباد میں الذوالفقار کے صوفی امین اور لیاقت گل کے ساتھ نظر بند کر کے ملاقات پر سخت پابندی لگا دی گئی۔ میاں نواز شریف کی عقربی فطرت نے غم و غصہ اور اپنے خلاف سخت تقاریر کا نوٹس لے کر یہ آرڈر بھی جاری کیا کہ اس شخص کو کسی صورت رہا نہ کیا جائے۔

راقم کو پہلی مرتبہ چند روز علیحدہ رہ کر لکھنے پڑھنے کا موقع مل گیا سنٹرل جیل کی لائبریریوں سے نہایت عمدہ کتب کا ذخیرہ میسر آگیا۔ اگلے روز ہی میں نے طلوع سحر--- اور خلافت و حکومت کے مسودات پر کام شروع کر دیا۔

سوا دو ماہ کی اسارت میں اللہ کے خصوصی فضل اور عنائیت سے "خلافت و حکومت" تکمیل کے زیور سے آراستہ ہو گئی--- طلوع سحر کا ابتدائی حصہ مکمل ہوا اور ساڑھے پانچ سو صفحات کی ضخامت کے ساتھ موجودہ اسارت میں اس کی تکمیل عمل میں آئی حکومت کی تنگی ترشی کے یہ دن تصنیف و تالیف کی راحت سے مرغزار بن گئے - دن کو چند ساتھی میسر تھے رات کا وقت قید تنہائی رہتی - لیکن اس تنہائی نے کئی پھول کھلائے کئی موتی چننے کا موقع فراہم کیا فکر و نظر کے کئی زاویے عطا ہوئے

موئے آتش دیدہ تھا حلقہ میری زنجیر کا

میاں نواز شریف صاحب کی کلوخ اندازی راس آئی - خلافت و حکومت جیسی منفرد کتاب منصہ شہود پر آگئی - میں نے بعد کی ایک ملاقات میں جب یہ واقعہ یاد دلایا تو وہ ٹال گئے - انہوں نے سرے سے ایسی کسی ژاژ خائی سے انکار کر دیا - وہ اپنے اوپر تنقید کے بارے میں آتش مزاج ضرور ہیں مگر انہیں مذاق سخن میں تامل رہتا ہے -- خدا کرے وہ قوم کے لئے کوئی اچھا کام کر جائیں - دین اسلام کی اشاعت کے وعدوں کا ایفاء کریں----

دسویں گرفتاری:-

پشاور کے جلسہ کے بعد جیل یاترا

مولانا حق نواز جھنگوی کی رفاقت میں ایک یادگار سفر:-

یہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء کی سرد رات تھی، سپاہ صحابہ صوبہ سرحد کے کنونشن اور انتخابی اجلاس میں شرکت کے لئے ہم رات ۹ بجے ملتان ایکسپریس کے ذریعے فیصل آباد سے روانہ ہوئے مولانا حق نواز جھنگوی ہمراہ تھے - قاضی خورشید الحسن بھی حسب معمول میرے رفیق سفر تھے - شاعر اسلام طاہر جھنگوی اور خالد بھی پشاور کے لئے مدعو تھے - پشاور

دیکھنے اور گھومنے کے لئے برادر خورد حاجی شفاء الرحمٰن بھی اپنی شگفتہ مزاجی اور مزاح و مذاق کے ساتھ قافلہ میں شامل تھے۔

قائد شہیدؒ عام طور پر ٹرین کے سفر سے الرجک تھے۔ راقم کے شدید اصرار پر وہ سڑک کے راستے کا سفر ترک کر کے ہمارے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے تھے۔

سلیپر کلاس کمپاونڈ میں نہایت آرام اور انبساط کے ساتھ سفر طے ہوا۔ ہم علی الصبح راولپنڈی پہنچ گئے تھے یہاں ریلوے اسٹیشن سے متصل مولانا عبدالغفار غفاری کی میزبانی اور خصوصی دعوت کے لئے مختصر قیام ہوا۔ دو گھنٹے کے بعد عوام ایکسپریس کے ذریعے پشاور روانگی ہوئی۔

قائد محترم کے ساتھ اس یادگار سفر میں بذلہ سنجی، شگفتہ مزاجی کا دور جاری رہا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے اصرار پر طاہر صاحب نے سیرت رسول پر پنجابی کی مشہور نعت "بات میں سناواں تینوں ایسے مہہ جبین دی" اسی سفر میں کہی۔ کئی غزلیں اور نظمیں چلتی تھیں مولانا حق نواز اس سفر میں ٹرین کے سفر کے قائل ہو گئے۔ سفر کا سفر، آرام کا آرام اور گپ شپ، کے کئی خوشگوار لمحے میسر آئے۔ اس رنگین مصاحبت نے کسی تھکان اور تھکاوٹ کا تاثر ہی غائب کر دیا۔

پاکستان میں ویسے تو ٹرینوں کی صورت حال تسلی بخش نہیں اگر اس میں انقلابی تبدیلی ہو جائے۔ مقررہ وقت کی پابندی اور ریلوے مینوئل میں دی گئی سہولتیں مسافروں کو بہم پہنچائی جائیں تو اس سے بہتر سفر ممکن نہیں۔ دوسرے محکموں کی طرح اس محکمے میں سفید ہاتھیوں کی بھرمار ہے ریلوے کی آمدنی کا خطیر حصہ اعلیٰ افسران کے اللے تللوں پر صرف ہو جاتا ہے۔ خدا کرے اس محکمے کو بھی کوئی مسیحا میسر آئے اور اس کا معیار بلند ہو۔ صرف کرایہ بڑھانے پر زور دینے کی بجائے عوام کی سہولتوں کی طرف توجہ دی جائے۔

۲۴ دسمبر کو بعد ظہر صوبائی اجلاس میں شرکت ہوئی۔ نئی باڈی کی تشکیل عمل میں آئی

رات کو صدر پشاور میں سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام دفاع صحابہ کانفرنس تھی- قائد شہیدؒ کو جلسہ میں شرکت کے بعد اگلے روز قتل کے ایک مقدمہ کی پیشی پر لیہ پہنچنا تھا- وہ تو تقریر ختم ہونے کے بعد عازم سفر ہو گئے- اس کے بعد راقم نے ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کیا۔

ان دنوں آفتاب شیرپاؤ وزیر اعلیٰ تھے انہیں میرا انداز گفتگو پسند نہ آیا- وہ بے نظیر حکومت پر تنقید سے برافروختہ ہو گئے انہوں نے رات ہی کو میری گرفتاری کا پروانہ جاری کر دیا تھاہم حسب معمول نکل گئے ۵ دسمبر دن کو سپاہ صحابہ کے کئی تنظیمی پروگراموں کے بعد رات کو پھر مقررہ وقت پر قصہ خوانی کی تاریخی کانفرنس میں سٹیج پر پہنچ گئے۔

اب کی بار پولیس ہوشیار ہو گئی تھی- چاروں طرف ناکہ بندی تھی اور خفیہ اہلکاروں کا ٹھٹھہ لگا ہوا تھا- پونے بارہ بجے جلسہ ختم ہوا- ہمیں پولیس کی اس دھاچوکڑی کا علم نہ تھا- رہائش گاہ پر پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں پولیس کی چھ سات گاڑیوں نے آگھیرا۔

رات ہی گرفتاری عمل میں آئی- مجھے دو کارکنوں شمشیر اور آصف کے ہمراہ تھانہ حیات آباد پہنچادیا گیا- اگلے روز سنٹرل جیل پشاور منتقل کر دیا گیا- شہر کے شیخ الحدیث مولانا مخدوم حسن جان صاحب تمام علماء مولانا محمد امیر بجلی گھر- مولانا اشرف علی قریشی، قاری فیاض الرحمٰن، مولانا فضل حق مولانا نور الحق، مولانا فضل احمد، مولانا روح الامین، اسلم فاروقی، طارق حیدری برادرم بشیر الحق، سمیت صوبہ بھر کے علماء مشائخ، کالجوں، یونیورسٹیوں، اور دینی مدارس کے طلباء اور کارکنوں سمیت سینکڑوں ساتھی روز ملاقات کرنے آتے رہے- جیل میں درس قرآن کا عمل جاری رہا- پختونوں کی روایتی دینداری اور اسلامی شغف نے میرے ارد گرد محبت و پیار کا ہالہ بن دیا تھا- الفت و محبت کا یہ دیپ برابر جلتا رہا- اس کی لو بڑھتی رہی- جیل میں صفائی نہ ہونے کے برابر تھی لیکن پختونوں کے دلوں کا ایمان اور نمازوں کی پابندی- عقیدہ توحید پر پختگی نے یہ احساس ابھرنے نہیں دیا-- پشاور پولیس اس گرفتاری سے ایک سال قبل بھی محرم الحرام کی سالانہ کانفرنس میں

میری شرکت روکنے میں ناکام ہو چکی تھی اسے پہلی ناکامی کا بھی دکھ تھا میرے میزبان محترم ارشاد الحق مدنی، اور محترم عبدالجلیل جان بھی سال ہا سال سے میری تقاریر کرانے کی وجہ سے معتوب تھے۔ علماء کے کئی وفود وزیر اعلیٰ، چیف سیکرٹری ہوم سیکرٹری اور آئی جی سرحد سے ملے۔ حکومت اس "عادی مجرم" کو کسی صورت بھی رہا کرنے پر آمادہ نہ ہوئی پختونوں کے ہاں ان کے مہمان کے ساتھ کسی بھی زیادتی کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا لینا معمول تھا اس قومی حمیت کے باعث ہر مکتب فکر کے لوگوں نے رہائی کی ان تھک کوشش کی، انتظامیہ آمادہ نہ ہوئی۔

صوبہ سرحد کی جیل کا میرا یہ پہلا تجربہ تھا۔ ہیروئن کے بڑے بڑے سمگلر افغان قیدی، قبائلی سردار، بڑے بڑے حکومتی تجربہ کار مجرم بڑے بڑے جاسوس یہاں دیکھ کر معلومات میں اضافہ ہوا، انجنیئر فواد الحق ان دنوں جنرل فضل حق مرحوم کی رفاقت کے جرم میں بے نظیر حکومت کے عتاب کا نشانہ تھے۔ ان سے جیل میں پہلی ملاقات ہوئی۔ ان کے ذریعے سرحدی جیلوں کے نظام، پختونوں کی مختلف روایات سمجھنے میں کافی مدد ملی، شیعہ لیڈر عارف الحسینی کے قتل کے ملزموں سے ملاقات ہوئی۔ ان میں اکثر بے گناہ تھے جو بعد میں بری ہو گئے۔ انہی کی زبانی اس سازش کا علم ہوا جس کا عراقی سفارتخانہ پہ الزام لگایا گیا تھا۔

ایک سال قبل یہ سن کر خوشی ہوئی کہ صوبہ سرحد کی اسمبلی نے جیل کے نظام میں بہت سی تبدیلیوں کی منظوری دی ہے۔ اس سے قیدیوں اور حوالاتیوں کو بھی بطور انسان زندہ رہنے کا حق میسر آئے گا۔ اس حق سے ہمارا صوبہ تاحال محروم ہے یہاں تو انسان کو انسان بھی نہیں سمجھا جاتا۔ صرف پیسے اور سفارش والا ہی انسان ہوتا ہے اس کا تفصیلی ذکر اگلے اوراق میں آئے گا۔

۱۲، ۱۳ روز کے بعد پشاور کے تمام علماء نے حکومت کو وارننگ دی۔ پورے صوبہ

میں احتجاج کا اعلان ہوا تو حکومت نے گھٹنے ٹیک دیئے کاغذات کی تیاری میں تین دن لگ گئے ۱۶ روز بعد جیل سے رہائی عمل میں آئی۔

اگلے روز گھر پہنچا سب سے پہلے مولانا حق نواز کا رہائی پر مبارک باد کا فون موصول ہوا۔ دو روز بعد وہ خود بھی تشریف لائے۔

کرب ہو کہ لذت ہو زندگی غنیمت ہے
اے شرارہ بے آب، بس یہی غنیمت ہے

سپاہ صحابہ کی چھ سالہ سربراہی کے دوران قائم ہونے والے جھوٹے مقدمات کی رپورٹ

اسے حالات کی ستم ظریفی کہیئے یا ہماری بدقسمتی کا نام دیجیئے کہ پندرھویں صدی کے آغاز میں شروع ہونے والی ناموس صحابہ کے تحفظ کی عالمی تحریک سپاہ صحابہ کو اپنے مشن اور نصب العین کے فروغ کے لئے جن مشکلات اور جاں گسل مصائب سے واسطہ پڑا وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلام کی ۱۴۰۰ سو سالہ تاریخ میں بالکل منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ پہلے ادوار میں اصلاح و دعوت کا مثبت پروگرام، حکومتوں کی طرف سے جیل کی قید تنہائی یا براہ راست کفر کی طاقتوں کو مغلوب اور ختم کرنے کے لئے جنگ و جہاد کی کارگذاری کا سامنا رہا، حق و صداقت کے علمبردار اور داعیان اسلام کی جہد مسلسل اسلام کے آفاقی پیغام کے ابلاغ یا اسلام اور کفر کی دو فوجوں کی دھما چوکڑی کی صورت میں سامنے آتی رہی ہے۔ ایرانی انقلاب اور خمینی کی شیعہ حکومت کے قیام کے بعد جب اس کی طرف سے صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ کی تکفیر کا کھلے عام اظہار ہوا اور سپاہ صحابہ نے اس واضح کفر کے خلاف آواز بلند کی تو اس کا جواب گولی سے دیا گیا دلائل کے جواب میں دلائل تو کسی باطل قوت کی روایت نہیں رہی۔ براھین کے مقابلے میں اہل کفر نے ہمیشہ

تشدد کی راہ اپنائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے جب کفر و شرک کی تردید کی تو اس کے جواب میں جلاوطنی، گلیوں میں کانٹے، تپتی ریت پر بے گناہ اور معصوم جانوں کو لٹانے کی تلخ روایات قائم کی گئیں۔ دین محمدی کی حفاظت کرنے والوں کو ہر دور میں کربناک اذیتوں کا سامنا رہا۔ عہد حاضر میں مولانا حق نواز جھنگوی نے جب خمینی انقلاب ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء) کے بعد اس کے کفریہ عقائد کو چیلنج کیا اور پاکستان کے ہر علاقے میں خمینی کے افکار کی مذمت کا سلسلہ شروع کیا تو پہلے پاکستانی حکمرانوں نے اسے مسلمانوں کے مابین تفرقہ بازی کا طعنہ دے کر ان پر کئی سو مقدمات قائم کئے۔ جب ۶ ستمبر ۸۵ کو سپاہ صحابہ قائم ہوئی اور خمینی نظریات کی تردید و مذمت کا باقاعدہ سلسلہ جاری ہوا تب ایرانی حکومت کا احتجاج شروع ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ خمینی نے اپنی کتابوں میں کافر لکھ ڈالا۔ اس پر تو پاکستان اور ایران کے نامور اہل قلم اور اساطین حکومت نے چپ سادھ لی۔ لیکن جب اسکی مذمت کے ذریعے ان نظریات کو غیر اسلامی قرار دیا جانے لگا تو اسے شیعہ سنی کے مابین تفریق کا نام دے دیا گیا۔

بالآخر پاکستان میں ایرانی قونصلر صادق گنجی کے ذریعے کی گئی سازش کے نتیجے میں مولانا حق نواز کو ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو جھنگ میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا---

مولانا حق نواز کی شہادت کے بعد اس عظیم سانحہ پر شدید رد عمل ہوا۔ ملک بھر میں احتجاجی جلسے جلوسوں کا ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس اندوھناک واقعہ کے بعد کئی مسلمانوں کی طرف سے مخالفین پر حملے بھی ہونے شروع ہوئے کچھ لوگ اس آویزش میں کام آئے۔ مولانا حق نواز شہید کی جانشینی جس کا فیصلہ ۶ مارچ ۱۹۹۰ء کو سپاہ صحابہ کی مرکزی شوریٰ نے کر دیا تھا۔ کے باعث ملک میں جہاں بھی کسی شیعہ کے قتل کا کوئی واقع پیش آیا۔ اس کا ذمہ دار سپاہ صحابہ کی قیادت کو ٹھہرایا گیا۔ سپاہ صحابہ نے بارہا ایسے واقعات کی مذمت کی، کئی جگہ شیعہ کی طرف سے اپنے شیعہ مخالفین

کو قتل کر کے اس کا الزام بھی سپاہ صحابہ پر دھر دیا گیا جس کی مثال خیرپور ٹامے والی ضلع بہاولپور کے اور مرید عباس یزدانی کے قتل کے واقعات میں سامنے آچکی ہے (یاد رہے کہ مذکورہ شیعہ لیڈروں کے قاتل بعد میں خود شیعہ ہی نکلے۔ اور اس کے دستاویزی ثبوت حکومت کو مل چکے ہیں)۔ رفتہ رفتہ یہ روایت بن گئی کہ ملک میں جہاں بھی کوئی شیعہ قتل ہوتا اس کا مقدمہ براہ راست مجھ پر یا میری جماعت کے کسی مرکزی یا صوبائی عہدیدار پر قائم کر دیا جاتا۔

۹۰ء سے آج ۹۶ء تک جتنے واقعات میں سپاہ صحابہ کی مرکزی یا صوبائی قیادتوں کو ملزم ٹھہرایا گیا وہ تمام ان الزامات میں بے گناہ ثابت ہوئے۔ صوبہ سندھ کے سیکرٹری حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ سپاہ صحابہ پنجاب کے سیکرٹری محمود اقبال، ڈپٹی سیکرٹری ڈاکٹر منظور احمد شاکر اور سیکرٹری اطلاعات مجیب الرحمٰن انقلابی کی گرفتاری اور پولیس رپورٹوں میں واضح طور پر لکھی جانے والی ان کی بے گناہی ہمارے دعوے کا ثبوت ہے۔

بعض واقعات میں شیعہ نے میرا اور مولانا اعظم طارق کا نام لکھ دیا۔ کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر قائم ہونے والے تمام مقدمات جھوٹے ثابت ہونے پر خارج کر دیئے گئے سپاہ صحابہ کے سربراہ یا نائب سربراہ ہونے کے باعث قائم ہونے والے مقدمات میں ایک مقدمہ بھی تاحال پایہ ثبوت تک نہ پہنچ سکا۔ اسلام کی پچھلی تحریکوں میں کسی جماعت کو قتل کے مقدمات اور تشدد کی ایسی ناقابل بیان کاروائیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

مولانا حق نواز کو قتل کرنے کے بعد شیعہ نے جو گڑھا کھودا اور اس بیمانہ واقعہ سے جو آگ اس گروہ نے ملک میں لگائی اس میں سارا ملک جل رہا ہے سپاہ صحابہ چیخ چیخ کر واویلا کر رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی تکفیر پر مشتمل کتابیں روکو۔ مختلف زبانوں میں اس کی اشاعت بند کرو۔ لیکن ایرانی حکمران اور پاکستان کے شیعہ بار بار یقین دھانیوں کے باوجود کتابوں پر کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ جب ان کتابوں کے مندرجات پر احتجاج کیا جاتا ہے یا ان

عبارات کے مصنفوں اور قائلین کو کافر کہا جاتا ہے۔ تو وہ گولیوں سے ہمارے کارکنوں اور علماء کا سینہ چھلنی کر دیتے ہیں۔

ناظرین آپ ہی بتائیں کیا صحابہ کرامؓ کی تکفیر کو خاموش رہ کر برداشت کر لیا جائے جن پاکباز انسانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر جانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے ان کی عظمت پامال کرنے والوں کے خلاف زبانوں کو تالے لگا دیئے جائیں ہم کوئی دیوانے تو نہیں ہیں۔ مجنوں تو نہیں ہیں ہمارے بھی گھر بار ہیں ہم بھی یونیورسٹیوں کالجوں اور دینی اداروں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ جن عورتوں کو قرآن عظیم نے امت کی مائیں کہا انہیں طوائف اور بدکار تحریر کیا جائے تو ہم خاموش ہو جائیں جن خلفاء راشدین کی عظمت عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں بھی مسلم ہے ان کو کافر و مرتد ابلیس اور منافق تحریر کرنے پر ہم مصلحت و مداہنت کا ثبوت دیں۔۔

سپاہ صحابہ کے مشن اور پروگرام میں تشدد نام کی کوئی چیز نہیں ہم نے پہلے ہی روز سے قتل و غارت، اور بربریت کی مذمت کی ہمارے نزدیک مسلمانوں کو تو کیا کسی کافر کو بھی قتل کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ ہم نے ہمیشہ ایسے واقعات سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ اگر ہمارا مقصد قتل و غارت ہوتا تو ہم کھل کر اس کا اعلان کرتے جس جماعت کا ایک ایک بچہ جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے مشن کے لئے سرگرم عمل ہو اگر اس نے قتل و غارت کی پالیسی اپنائی ہوتی تو آج ملک کا کوئی شیعہ مصنف اور مجتہد زندہ نہ رہتا ہمارے دستور میں یہ بات واضح طور پر مرقوم ہے کہ اپنے مطالبات کی تکمیل کے لئے ہم آئینی راستہ اختیار کریں گے مولانا حق نواز شہیدؒ کے ۵ سالہ دور میں تشدد کا ایک واقعہ بھی ملک میں رونما نہیں ہوا اگر ہمارا مقصد اور مشن شیعہ کو قتل کرنا تھا تو پہلے پانچ سالوں میں اس پر عمل کیوں نہ ہوا۔ مولانا حق نواز کو قتل کرنے کے بعد جو سلسلہ جاری ہوا بحیثیت جماعت ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مولانا حق نواز بھی انتخاب کے ذریعے اسمبلی میں آکر ناموس صحابہ کو آئینی تحفظ دلانا

چاہتے تھے اسی لئے انہوں نے ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں حصہ بھی لیا تھا---- تشدد کا راستہ اپنانے والوں کو انتخابات کے جھمیلوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں تھی---

۱۹۹۰ء میں سپاہ صحابہ کی سرپرستی کے بعد راقم نے مولانا ایثار القاسمی کو اپنا نائب بنوایا تو انہیں مولانا حق نواز کی سیٹ سے الیکشن کے لئے نامزد کیا وہ ۶۳ ہزار ووٹوں سے ایم این اے بنے انہوں نے سپاہ صحابہ کے موقف اور نصب العین پر ۲ جنوری ۱۹۹۱ء کو اسمبلی میں پہلی تقریر کی، وہ اسی تقریر کے جرم میں ۱۰ جنوری کو شہید کر دیئے گئے۔ مولانا ایثار القاسمی قومی اسمبلی میں سب سے کم عمر ممبر پارلیمنٹ تھے۔

اس کے بعد ان کی جگہ میرے نائب مولانا محمد اعظم طارق پارلیمنٹ کے ممبر بنے تو وہ اس وقت سے آج تک دو مرتبہ ایم این اے بنے دونوں ادوار میں انہوں نے ۵۰ سے زائد ہم خیال ارکان اسمبلی کے دستخطوں سے ناموس صحابہ و اھل بیت بل پیش کیا--- دونوں مرتبہ یہ بل حکمرانوں کی مخالفت کا شکار ہوا۔ فرقہ واریت کی رٹ لگانے والے ناعاقبت اندیش ارکان حکومت میں کسی نے یہ نہ سوچا کہ اس بل سے تو مکمل طور پر مذہبی فسادات کا خاتمہ ہو جائے گا اس لئے اس کا منظور کرنا ملک و قوم کے لئے ازحد ضروری ہے۔

سپاہ صحابہ نے اپنے مطالبات کی تکمیل کے لئے ملک کے تمام قومی اخبارات کے فورموں پہ اپنا موقف پیش کیا۔ ملی یکجہتی کونسل میں شمولیت اختیار کی ضابطہ اخلاق تیار کرایا۔ میاں نواز شریف جب وزیر اعظم تھے ان کے سامنے "تاریخی دستاویز" پیش کر کے تمام قابل اعتراض لٹریچر کی ضبطی کا مطالبہ کیا۔

راقم نے خود صدر غلام اسحٰق خاں، صدر فاروق احمد لغاری اور تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، گورنروں، ہائیکورٹ کے ججوں، اور مدیران اخبارات و جرائد کے سامنے اپنا مشن پیش کیا۔ سپاہ صحابہ صرف یہ چاہتی ہے کہ ملک میں ناموس صحابہ کو آئینی تحفظ دیا

جائے اس کی مخالفت کرنے والوں کو سزائے موت یا عمر قید دی جائے۔ شیعہ سنی تنازعہ کے اصل عوامل کا جائزہ لیکر اس کا سدباب کیا جائے۔

ایسے حالات میں یہ بات الم نشرح ہوگئی ہے کہ سپاہ صحابہ کو دہشت گرد یا تشدد پرست کہنے والا اس کے نصب العین سے واقفیت نہیں رکھتا۔

یہی وجہ ہے کہ ان چھ سالوں میں مولانا اعظم طارق اور مجھ پر جتنے بھی قتل کے مقدمات قائم ہوئے ان میں اکثر مقدمات کے اصل ملزمان بھی گرفتار ہو چکے ہیں کیسوں کی سماعت بھی ہو چکی ہے۔ ہمیں تمام مقدمات میں بری کیا گیا ہے۔ اگر ہم قتل وغارت کے ذمہ دار ہوتے تو کم از کم کسی ایک مقدمہ میں تو ہم پر کوئی الزام ثابت ہوتا۔

پولیس کی کئی ٹیموں نے چھ چھ ماہ تک ملزمان کو الٹا لٹکا کر تفتیش کی کسی جگہ تو ہم پہ الزام ثابت ہو جاتا سپاہ صحابہ کا نصب العین کبھی بھی قتل وغارت کی اجازت نہیں دے سکتا۔۔۔ اگر کوئی شخص شیعہ لٹریچر کا مطالعہ کر کے از خود کسی کے خلاف کوئی کاروائی کرتا ہے تو اسے سپاہ صحابہ کے ذمہ لگایا نہیں جاسکتا ہے۔

کسی کے ذاتی فعل کو جماعت کی پالیسی اور قیادت کی ذمہ داری قرار دینا پرلے درجے کی حماقت ہے اسی حماقت کے باعث شیعہ کے ہم پر قائم کئے ہوئے تمام مقدمات ختم ہو چکے ہیں، جس مقدمہ میں بھی ہمارا نام لکھا گیا ان میں ابھی تک کسی بھی تفتیش میں ہم پہ الزام ثابت ہوا نہ کوئی صحیح ملزم پکڑا گیا۔

یہ ایسی روایت پڑ چکی ہے جس کا ہم سے زیادہ ان لوگوں کو نقصان ہو چکا ہے جن کی طرف سے درج شدہ مقدمات ہواؤں میں بکھر چکے ہیں اب وہ بھی ان بے بنیاد ایف آئی آر اور نظریاتی اختلاف کی بناء پر قائم کئے جانے والے جھوٹے مقدمات پر پریشان ہیں۔ جھوٹی ایف آئی آر درج کرانے کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ جب کبھی اصل ملزمان پکڑے جاتے ہیں وہ بھی سزا سے بچ جاتے ہیں پولیس کے پاکستانی نظام اور پراسیکیوٹنگ

کاروائی کی قباحتوں کے باعث کسی مقدمہ میں اصل ملزمان کو بھی سزا نہیں ہوتی چہ جائیکہ بے گناہوں کے خلاف کسی چیز کو ثابت کیا جاسکے۔

مشہور شیعہ جاگیردار اور پیپلزپارٹی کے ممبر آف پارلیمینٹ کے والد میاں شاہنواز پیر زادہ کے جس قتل کیس کی آڑ میں بے نظیر نے ہمیں گرفتار کیا اس کی تفصیل تو اگلے صفحات میں آئے گی لیکن سپاہ صحابہ کی سرپرستی کے چھ سالوں میں تقاریر اور قتل وغیرہ کے جتنے مقدمات درج کئے گئے ان کی تفصیل پیش کی جارہی ہے یہ ریکارڈ آئی جی پنجاب عباس خان نے ہائیکورٹ کے جج جسٹس راشد عزیز خاں کے حکم پر عدالت عالیہ میں---- پیش کیا تھا۔ آئی جی نے اس ریکارڈ کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ حکومت کو میاں شاہنواز کے مقدمہ قتل کے علاوہ کسی مقدمہ میں قائدین سپاہ صحابہ مطلوب نہیں ہیں، حالانکہ پچھلے دور کے ۲۱ مقدمات میں ۹ مقدمہ ہائے قتل بھی ریکارڈ پر لائے گئے تھے ان میں بھی وہی دفعات اور جرم شامل تحریر کیا گیا تھا جو میاں شاہنواز کے مقدمہ کی ایف آئی آر میں تھا۔

ہر قتل میں ہمیں "ایماء" اور "قتل کا حکم" دینے کا ملزم بنایا گیا تھا۔ اگر ہم سپاہ صحابہ کے سربراہ یا نائب سربراہ نہ ہوتے تو یہ مقدمات ہم پر کبھی قائم نہ ہوتے بلکہ جو بھی ہماری جگہ اس جماعت کا قائد یا خادم ہوتا اسے ملزم بنادیا جاتا۔

اسی لئے مولانا حق نواز شہید کو بھی دور دراز قتل ہونے والے دو تین مقدمات کا ملزم بنایا گیا۔ جس میں بعد میں وہ باعزت بری ہوئے۔ اس لئے قائد شہید نے فرمایا تھا کہ سپاہ صحابہ کی قیادت کانٹوں کی سیج ہے، یہ آگ کا سلگتا ہوا ایسا الاؤ ہے جس میں ہر وقت بھسم اور خاکستر ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ آئی جی پنجاب نے عدالت عالیہ میں ہمارے مقدمات کا جو ریکارڈ پیش کیا تھا اس میں راقم اور مولانا اعظم طارق پر الگ الگ مقدمات کی تفصیل موجود ہے میں ۱۶۱ اور مولانا اعظم طارق ۶۰ مقدمات کے ملزم قرار دیئے گئے ہیں۔

مختصر گرفتاریوں کے کئی واقعات

میرا تعلق تحریک آزادی ہند کے علمبردار جس گھرانے سے تھا اس میں مقدمات، پولیس کے چھاپے، گرفتاری، زبان بندی، اور داخلہ بندی معمول کی کاروائیاں تھیں، والد مکرم کی جہد مسلسل اور سعی پیہم سے انگریزی حکومت کے وارث پاکستان کے انتظامی افسران سے ہم کلامی، تھانوں اور جیلوں کی سیاحت کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ پھر ہم نے بھی اسی راستہ کو چنا۔ دین محمدی کے فروغ اور ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے اس کوچے میں داخل ہوئے اسی مشن کو دستور حیات بنایا۔ تمام اہم گرفتاریوں کے حالات تو مختصر طور پر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ تاہم کئی مرتبہ مرکزی اور صوبائی حکومت کے آرڈر سے مختلف جلسوں اور اجتماعات میں شرکت سے روکنے کے لئے ایک ایک دو دو دنوں کے لئے حراست میں رکھا گیا۔ ان میں ۹ اپریل ۱۹۹۳ء کا وہ واقعہ ہے جس میں راقم کو سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کی صوبائی ریلی میں شرکت سے روکنے کے لئے اسلام آباد ایئرپورٹ سے گرفتار کر کے لاہور پہنچا دیا گیا یہاں دو روز تک ایک ہوٹل میں پولیس کے پہرے میں رکھا گیا۔

۱۹۹۳ء کے رمضان المبارک میں یوم علیؓ کے جلسے میں شرکت سے روکنے کے لئے پشاور کی انتظامیہ نے چند گھنٹے حراست میں رکھ کر اعلیٰ افسران کے حکم کی تعمیل کی۔

جولائی ۱۹۹۴ء میں ملتان چوک گھنٹہ گھر کے ایک جلسہ میں شرکت سے روکنے کے لئے چار گھنٹے حراست میں رکھ کر رہا کر دیا گیا۔

اپریل ۱۹۹۵ء میں سپاہ صحابہ کراچی کے ایک کارکن کی تعزیت کے لئے کراچی پہنچنے پر جامع اسلامیہ کلفٹن کے قریب سے گرفتاری عمل میں آئی رات دس بجے نائٹ کوچ سے لاہور بھیج دیا گیا۔ اس طرح صوبہ سندھ میں تین سال اور باقی تین صوبوں کے ۷۴ اضلاع میں داخلہ بندی معمول کی بات ہے۔

ہمیں باربار تعجب ہوتا ہے یہ پابندی اور گرفتاریاں اگر کسی غیر مسلم ملک میں ہوں تو کوئی بات نہیں نظریہ اسلام پر بننے والے ملک میں ہمیں سیرت کے جلسوں میں خلافت راشدہ کانفرنس اور ناموس صحابہ کے تحفظ کے سیمینارز سے روک کر حکومت کس اسلام کی خدمت کر رہی ہے--- پھر جب محرم کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو یہی انتظامیہ ملک بھر میں ہمیں قیام امن کا نگران مقرر کرتی ہے جب یہ مہینہ ختم ہوتا ہے تو ہمیں ہی خطرناک قرار دے کر ہمارے کئی اضلاع میں داخلے بند کر دیئے جاتے ہیں--- دراصل یہ وہ روایات ہیں جو انگریزی عہد سے ہمیں ورثہ میں ملی ہیں- میرا نقطہ نظریہ ہے کہ داخلہ بندی اور نظر بندی کسی مرض کا علاج نہیں ہے ہر بات اور ہر مسئلہ ہر مذہبی تنازعہ کا واحد حل مذاکرات اور گفت و شنید ہے- چونکہ حکومت خود مذہبی تنازعات کے حل میں مخلص نہیں ہوتی- سیاسی اور جمہوری حکومت کا مفاد ہی مختلف طبقوں کے مابین اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنے میں مضمر ہوتا ہے اس لئے جب کبھی کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ واجبی سا ایک اخباری بیان داغ کر عہدہ برآ ہو جاتے ہیں لیکن کوئی بھی مذہبی اختلافات اور فسادات کے اصل عوامل پر غور نہیں کرتا- خدا کرے کوئی حکمران عقل کے ناخن لے کر اسلامی ملک میں رونما ہونے والے مذہبی جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے تمام فریقوں کو ایک میز پر جمع کر کے ان کے سلگتے ہوئے شراروں پر امن و سالمیت کے جذبہ کا پانی ڈالے اور صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ کے خلاف شائع ہونے والے لٹریچر اور زبان و بیان سے مقدس شخصیات کی توہین و تکفیر کے خلاف قانون سازی کرے-

شیعہ سنی فسادات کا باعث بننے والے ایرانی انقلاب کے اثرات کے خاتمہ کے لئے موثر قدم اٹھائے---

پہنا تو ہے نظام کہن نے لباس نو
مذہب کے نام پر یہ حادثہ ہوا تو ہے

گیارہویں اسارت

بی بی سی کے دفتر پر حملہ اور وزیر داخلہ کی بلاجواز کارروائی:۔

۱۹ اکتوبر ۹۴ء میں بی بی سی ٹیلویژن کی ایک ٹیم نے مولانا اعظم طارق اور سپاہ صحابہ کی قومی اسمبلی کی کارگزاری، سپاہ صحابہ کے جلسے جلوسوں، جھنگ میں جماعت کی مقبولیت اور ایک مذہبی طبقے کی ایوان پارلیمنٹ تک رسائی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک دستاویزی فلم تیار کی۔ سپاہ صحابہ کے مرکزی عہدیداروں اور دفاتر نے انگریز صحافیوں کی ٹیم کی اس کارروائی کو معمول کی کارروائی قرار دیکر اس کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

۸ روز تک تیار کی جانے والی اس کارگزاری میں سپاہ صحابہؓ کا مکمل نصب العین، اس کے قیام کی وجوہات، جھنگ میں غریب سنی عوام پر جاگیرداروں کے مظالم کی تفصیل درج کرائی گئی تھی۔ بی بی سی ٹیلی ویژن کے صحافیوں نے سپاہ صحابہ کی گلگت میں انتخابی مہم سمیت مولانا اعظم طارق کی کئی کانفرنسوں اور جامع محمودیہ کے سالانہ جلسے اور راقم کی تقریر سمیت کئی چیزیں محفوظ کیں۔

تین ماہ بعد جب اسے عالمی میڈیا پر ریلیز کیا گیا تو اس سے سپاہ صحابہ کے تعارف و تاریخ کے اہم حصے غائب تھے پوری فلم میں قائدین سپاہ صحابہ کے مسلح حفاظتی گن مینوں اور اصلی موقف سے ہٹ کر صرف چند نعروں کو دکھایا گیا الغرض۔۔۔ زیر نظر دستاویزی پروگرام میں ایسی چیزیں خاص طور پر بار بار دکھائی گئیں جس سے ایک آدمی کے ذہن میں سپاہ صحابہ کی تصویر ایک دہشت گرد، مسلح اور جنگجو گروپ کے طور پر نمایاں کی گئی۔ راقم نے فروری مارچ ۱۹۹۵ء برطانیہ کے دورے میں ہر جگہ اس فلم پر عام لوگوں کا رویہ منفی پایا۔۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تو سپاہ صحابہ کے خلاف ایک سازش کے طور پر کام کیا گیا ہے۔

سپاہ صحابہ کے قیام کی اصل وجوہات اس کا حقیقی نصب العین، ناموس صحابہ کے تحفظ کی جدوجہد، ایران کی صحابہ دشمنی کے مقابلے میں اس کے ردعمل کی ساری کہانی چھوڑ کر اگر آپ صرف کلاشنکوف بردار چند نوجوان اور چند منفی نعرے ہی ملاحظہ کریں تو یہ بات کسی طرح بھی کسی مذہبی جماعت کے حق میں نہیں جاسکتی بعد میں اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ یہ سب کچھ اسلام آباد اور لندن کے بی بی سی کے دفاتر میں گھسی ہوئی ایرانی اور پاکستانی شیعہ لابی کا کیا دھرا تھا۔ اسی دوران جب ۲۲ فروری ۱۹۹۵ء کو مجھ پر لندن میں قاتلانہ حملہ ہوا اور بی بی سی نے اس کی کوریج میں جو تاثرات نمایاں کئے وہ سب کچھ اسی دستاویزی فلم کا چربہ تھا۔ اس یکطرفہ رافضی ذہن کی عکاسی کے بعد برطانیہ اور امریکہ میں مقیم پاکستانی اور ایرانی شیعہ نے سپاہ صحابہ کے خلاف پروپیگنڈہ کا جو طوفان اٹھایا تو وہ بھی بہت بڑی سازش کا نتیجہ تھا--- صرف ایک سال میں یہ فلم ۵۳ مرتبہ دکھائی گئی۔ سپاہ صحابہ کے حامیوں اور بہی خواہوں نے دنیا کے ہر خطے سے بی بی سی کی اس شیعہ نوازی پر سخت احتجاج کیا

راقم نے ۷ اگست کو کراچی کمپنی اسلام آباد کی سیرت کانفرنس کے ۵۰ ہزار کے اجتماع میں اس یکطرفہ پروپیگنڈہ پر احتجاج کیا، اگلے روز بی بی سی کے خلاف راولپنڈی پریس کلب میں پریس کانفرنس کی گئی۔ میں نے واضح طور پر بی بی سی کی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ اگر پوری فلم یا سپاہ صحابہ کے پروگرام کے اگلے حصوں کو دکھایا جائے تو انہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ لیکن انگریزی یہودی دماغ کی حامل شیعہ لابی ٹس سے مس نہ ہوئی--- ہم نے لندن کے مرکزی آفس میں بھی احتجاجی مراسلہ روانہ کیا۔ چند روز بعد پھر فلم چلادی گئی اب اسلام آباد کی یونیورسٹی اور کالجوں کے طلبہ مشتعل ہو گئے انہوں نے ۲۳ اگست کو بی بی سی کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اب برطانوی حکومت کے کان کھڑے ہوئے انہوں نے اس مظاہرہ کے خلاف سخت احتجاج کیا۔

اس سلسلے میں چند نوجوان گرفتار بھی ہوئے۔ لیکن بی بی سی کے شیعہ رپورٹروں نے

میری گرفتاری تک احتجاج کی دھمکی دے دی وفاقی وزیر داخلہ اور بے نظیر پہلے سے بہانہ ڈھونڈ رہی تھی بے نظیر جو کہ ان دنوں بیجنگ کی عالمی خواتین کانفرنس میں شریک تھیں وہاں سے میری گرفتاری کا گرین سگنل دے دیا۔ اگلے روز میں جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں سیرت کانفرنس میں پہنچا تو بی بی سی اور ریڈیو پاکستان سے میری گرفتاری کا حکمنامہ سنایا گیا۔ وفاقی وزیر داخلہ نے فوری حراست کا آرڈر روانہ کیا۔ میں نے ڈی آئی جی فیصل آباد کو فون پر بتایا کہ صبح از خود پیش ہو جاؤں گا-- راقم رات حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی رہائش گاہ پہنچ گیا تھا--- اگلے روز یعنی ۲۷ اگست دوپہر گیارہ بجے ڈی آئی جی کے مکان پر جا کر گرفتاری پیش کردی۔ شام ہی کو اسلام آباد پولیس فیصل آباد سے اسلام آباد لے گئی۔ گرفتاری کے وقت میرا سیکرٹری حافظ مظہر اقبال اعوان بھی ہمراہ تھا۔ اسلام آباد پہنچ کر اسے علیحدہ کر دیا گیا۔ ایئرپورٹ سے سیدھے مجھے ایک گیسٹ ہاؤس میں پہنچایا گیا انسپکٹر گلفام حسین اور سب انسپکٹر سردار مصطفیٰ سمیت پولیس کی بھاری نفری کی تحویل میں مجھے ۹ روز تک تین مختلف مقامات پر رکھا گیا---

اسلام آباد کی طرف سے ہر قسم کی سہولت اور اعلیٰ اخلاق کے باوجود مختلف ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں چوبیس گھنٹے کی بندش ذہنی اذیت سے کم نہ تھی۔ ایک طرف دنیا بھر کا مغربی میڈیا اس گرفتاری کو آزادی اظہار پر حملہ کا ردعمل قرار دیکر اس کی تحسین کر رہا تھا جب کہ میری گرفتاری پر ملک بھر میں جلسے، جلوسوں اور مظاہروں کا سلسلہ جاری تھا۔ کراچی سے پشاور تک ہر شہر اور ہر قریہ میں حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار ہوا۔

۸ ستمبر کو اسلام آباد میں علماء کے بڑے مظاہرے کے اعلان کے ساتھ ہی چیف کمشنر اسلام آباد سے مولانا محمد ضیاء القاسمی سے مذاکرات کے بعد حکومت پسپا ہو گئی۔ ۵ ستمبر کو رہائی عمل میں آ گئی--- اور میں ۶ ستمبر کی دفاع صحابہؓ و دفاع پاکستان کے عنوان پر لاہور میں ہونے والی سالانہ کانفرنس میں شریک ہو گیا---

میاں شاہنواز کا تعارف اور اس کا قتل

پاکستان کا جاگیرداری نظام ہمیں دو سو سالہ برطانوی تسلط اور عہد غلامی سے ورثے میں ملا ہے۔ ۱۶۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک برطانوی انگریزوں نے برصغیر پاک وہند پر ظلم وجبر کے خوفناک پنجوں سے کروڑوں ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو غلام بنائے رکھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد انگریز کی طرف سے مظالم کی انتہا کر دی گئی، ایک طرف علماء اور مجاہدین زندانوں سے لے کر تختہ ھائے دار پر نغمہ ہائے آزادی کے گیت گا رہے تھے دوسری طرف کئی کاسہ لیس نمک خوار انگریزوں کے گھوڑوں کو خرخرے مل رہے تھے۔ یہ لوگ مسلم قوم سے غداری اور وطن سے بے وفائی کے صلے میں بڑی بڑی جاگیروں سے لیس کر دیئے گئے تھے۔ مسلم قوم کے ایسے ہی غداروں میں میر جعفر اور میر صادق نے ۹۹ سو مربع زمین انگریزوں سے لے کر آزادی کی کئی تحریکوں کو ناکام بنایا تھا۔۔۔۔

اس وقت پاکستان کے بڑے بڑے جاگیردار انگریزی عہد کے رہین کرم ہیں پنجاب کے گیلانیوں، قریشیوں، پیرزادوں، لغاریوں اور مزاریوں، سندھ کے میروں، بلوچستان کے رئیسانیوں، اور سرحد کے بیشتر خوانین کے آباؤ اجداد وائسرائے برطانیہ کی زلہ خواری کی وجہ سے متوسط اور غریب طبقوں پر قہر بے زیاں بن کر مسلط ہیں۔ ایک طرف انگریزی مطالعہ کا نقشہ یہ تھا۔

ہائے یہ حرف تمنا سے زباں کی دوریاں
سختیاں دشواریاں، پابندیاں مجبوریاں

یاد ایام جفا آخر بھلائیں کس طرح
دل فرنگی سے لگائیں تو لگائیں کس طرح

دوسری طرف انگریزی حاشیہ نشینوں اور برطانوی پشتی بانوں کی تصویر یہ تھی۔

اک طرف بالانشینان سیاست نعرہ زن
سرفروشان وطن کی کوچہ گردی اک طرف
اک طرف انگریز کی چوکھٹ کے دیرینہ غلام
لشکر احرار کی صحرا نوردی اک طرف

ریاست بہاولپور کے علاقہ خیرپور ٹامے والی کا ایک زمیندار شاہنواز عرف شاہو تھا اس کا تعلق نیکو کارہ قوم سے تھا اس کے والد کا نام غلام راجن اور قوم نیکو کارہ تھی۔ ابتداء میں یہ صرف ۱۶ ایکڑ اراضی کا مالک تھا۔ چوریوں، ڈکیتیوں، کی آمدن سے حاصل ہونے والی رقم سے اب یہ ۵۰ مربعوں سے زائد اراضی کا مالک بن بیٹھا۔ شاہنواز جاگیردار ہونے سے پہلے صرف شاہ کے نام سے معروف تھا اب پیرزادہ کے لقب سے معروف ہو کر ایک معزز گھرانے کا روپ دھار چکا تھا یہ کل پانچ بھائی تھے ان میں سلطان بہادر، رب نواز، منظور احمد، عبدالعزیز شامل تھے تمام بھائیوں میں کوئی ایک یا دو مربعوں سے زیادہ اراضی کا مالک نہ تھا۔ شاہنواز کا ایک بھتیجا اور داماد ظفر حسین ولد سلطان بہادر تھا۔ یہ علاقہ کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کر رہا تھا۔ اس کی مقبولیت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ شاہنواز کی حیثیت اس وقت رسہ گیر، ڈاکو اور چور کی تھی، بھتیجے کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر شاہنواز نے سازش کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ ظفر حسین کے باعث شاہنواز نے چوری اور ڈکیتی کے ظاہری جرائم کو چھوڑ کر سیاست کی چادر تان لی۔

۱۹۴۰ء کے عشرے تک یہ علاقہ خیرپور میں ایک ڈاکو اور چوروں کے سرغنہ کے طور پر معروف تھا۔ تھانہ قائم پور اور حاصل پور میں طویل عرصہ تک اس کا نام بستہ الف کے بدمعاشوں میں آویزاں رہا۔ پوری ریاست میں اسے سب سے بڑے جرائم پیشہ، بدمعاش، ظالم، اور قاتل کی حیثیت حاصل تھی۔

بہاولپور پولیس ہیڈ کوارٹر سے حاصل کئے گئے ریکارڈ کے مطابق علاقے کی ہر چوری اور ڈکیتی کا سراغ اس کے ڈیرہ تک پہنچتا تھا۔ مخالفین کو قتل کرانا غریبوں کو جانوروں اور مال و اسباب سے محروم کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ ۹۵ سال کی عمر میں قتل ہونے والا شاہنواز ۱۹۴۰ء سے ۱۹۹۵ء تک ۱۵۲ افراد کے قتل میں ملوث رہا۔ ۸۰ سے زائد چوری ڈکیتی اور لڑائی کی وارداتوں میں اس پر ایف آئی آر کاٹی گئی۔ چوریوں کے دو ہزار کیسوں میں بطور مشتبہ اس کا نام لکھا گیا--- رسہ گیری کے مفہوم نے اسے رسوائے زمانہ جاگیردار کے نام سے شہرت پائی-- اس کے مظالم کی ٹیس سے کراہنے والوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہے۔ قاتلوں کو چھڑانا، بے گناہوں کو مقدمات میں پھنسانا، مخالفین کی عزتیں پامال کرنا، جوان لڑکیوں کو اغواء کرنا، چوروں اور ڈاکوؤں کی باقاعدہ فوج ظفر موج کے لئے رہائش کا خصوصی انتظام کرانا اس کے محبوب مشاغل تھے۔ بہاولپور سنٹرل جیل میں قیدیوں اور حوالاتیوں کی نصف تعداد اسی کے بے رحم ہاتھوں کی ستم کشی کی تصویر ہے

آپ نے شاید کوئی ایسا ظالم ملاحظہ نہ کیا ہو جس کے قتل پر لوگوں نے دیگیں چڑھائیں، لڈو تقسیم کیئے، بھنگڑے ڈالے اس کے لڑکے کے ایم این اے ہونے اور اقتدار پر براجمان ہونے کے باوجود خیرپور ٹامے والی تھانہ قائم پور اور حاصل پور میں ایک گھنٹہ کے لئے بھی کوئی بازار بند نہ ہوا، کوئی احتجاج نہ کیا گیا۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا۔ زمین کے سینے کو اس کے وجود سے پاک کرنے والوں کو عورتوں، بچوں، بوڑھوں، ستم رسیدہ مزارعوں ظلم کی چکی میں نصف صدی تک پسنے والے کسانوں، مزدوروں، تاجروں اور دکانداروں نے کھلے عام دعائیں دیں اور داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے میاں شاہنواز کو کس نے قتل کیا یہ تو عدالت میں زیر سماعت مقدمہ کے فیصلہ سے معلوم ہوگا۔ تاہم اس کے ستم کا نشانہ بننے والوں میں ہر شریف اور غریب آدمی شامل تھا۔ ایک ایک کنال زمین کے جھگڑوں پر مخالفین کو قتل کرانا

اس کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ۵۲ افراد کے قتل کے ملزم پر پہلے بھی علاقہ کے مخالفین کی طرف سے کئی حملے ہوئے۔ کئی دفعہ دونوں طرف سے فائرنگ ہوئی شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے سپاہ صحابہ کے کھاتے میں ڈال کر اور ہمیں گرفتار کر کے بے نظیر حکومت نے ایک تیر سے دو شکار کئے ایک تو بے نظیر کے خلاف سپاہ صحابہ کی ملک بھر کی جدوجہد میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا اور قومی اسمبلی میں مولانا اعظم طارق کی طرف سے کھلی مخالفت رک گئی دوسرا اپنی جماعت کے ایم این اے میاں شاہنواز کے لڑکے ریاض حسین پیرزادہ کو راضی کر لیا--

پہلے بھی ملک میں شیعہ سنی فسادات ہوتے رہے، بڑے بڑے شیعہ اور سنی کام آئے ۶ سال کے عرصہ میں شیعہ کے ۴۵۱ اور اہلسنت کے ۳۶۷ نوجوان مذہبی تنازعہ کی بھینٹ چڑھے، جملہ واقعات میں کبھی کسی طرف کی قیادت کو ہاتھ نہیں ڈالا گیا میاں شاہنواز قتل کیس میں ہماری گرفتاری پہلا موقع تھا۔ ہم نے پہلے ہی روز اپنی بے گناہی کے ثبوت پیش کئے۔ پولیس کی کئی کئی ٹیموں نے دن رات پوچھ گچھ کی۔ اعلیٰ سطحی تمام رپورٹوں میں ہمیں بے گناہ قرار دیا گیا لیکن حکومت ہم سے مذہبی تنازعہ کی آڑ میں سیاسی انتقام لے رہی تھی-- ہم آج بھی کہتے ہیں ہمارا دامن صاف ہے ہم پر میاں شاہنواز کے قتل کا الزام جھوٹا ہے۔ پولیس نے کئی دیگر ملزمان بھی گرفتار کئے ہیں اب تک حکومت کو اس مقدمہ میں ہمارے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملا۔

مجھ کو قسم ہے رحمت پروردگا کی
ملتی ہے بے گناہ کو سزا میرے شہر میں

میاں شاہنواز کی ساری زندگی جرائم کا محور بنی رہی ہم نے تفتیش کے دوران بہاولپور کے سینکڑوں اہلکاروں میں ایک شخص کو بھی اس کی موت پر افسوس کرتے نہیں سنا ہر ایک نے اسے قاتل، ڈاکو، چور، بدمعاش، رسہ گیر قرار دیا میاں شاہنواز اپنی زندگی میں جتنا بڑا مجرم ہوا اس نے جو کچھ کیا وہ خود حساب دینے کے لئے بارگاہ الٰہی کے حضور پہنچ چکا

ہے---اس کے تمام اعمال خدا کے سامنے موجود ہیں ہم کسی طرح بھی اس کے قتل میں ملوث نہیں۔ ہمارا اس سے سیاسی اور مذہبی اختلاف ضرور تھا۔ اس نے ہمارے کارکنوں پر بھی بے پناہ مظالم ڈھائے تھے۔ اس کے ظلم کی بھیانک تصویر حافظ یحییٰ کی المناک شہادت تھی ہم نے اس کے خلاف ہائیکورٹ میں مقدمہ درج کرایا تھا۔ ہم اس سے قانونی انتقام لینا چاہتے تھے۔ آگے چلنے سے پہلے میاں شاہنواز کے کردار اور اس کی زندگی کے نمایاں کارناموں کے متعلق ہم یہاں بہاولپور کے تھانوں کا مختصر ریکارڈ پیش کر رہے ہیں---جس سے پاکستانی سیاست اور جاگیردارانہ مظالم کی ہلکی سی جھلک نمایاں ہو جائے گی۔ شاہنواز کے اسی کردار کی وجہ سے علاقہ کا ہر شخص اس سے لرزتا تھا۔ چوریوں ڈکیتیوں اور قتل و غارت کے ڈر سے عوام نے شدید نفرت کے باوجود اس کے لڑکے کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچایا، مخالفین کے خلاف انتقامی کاروائیاں اتنی شدید ہوتی تھیں کہ علاقے کے کئی صاحب ثروت لوگ بھی ان کی تاب نہ لاسکتے تھے---

ٹریکٹروں سے انسانوں کو باندھ کر کھیتوں میں پھرانا۔ جلتے ہوئے تنوروں میں ڈالنا، عورتوں کو برہنہ کر کے تماشہ دیکھنا کسی بھی قتل کے بعد اس کا مقدمہ درج کرانے والوں کو اغواء کرنا، کھڑی فصلوں کو اجاڑنا اس کا معمول تھا غریب کسانوں میں تو دم مارنے اور اونچی آواز سے گفتگو کرنے کی بھی ہمت نہ تھی---

یہ بھی پاکستانی سیاست کا معیار ہے، یہ بھی قومی نمائندگی کی روح ہے جس کے خلاف آج سارا ملک چیخ رہا ہے بری شہرت والے نمائندوں سے نجات کا واویلا ہو رہا ہے، ۳ فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں ۶۲، ۶۳ کی آئینی دفعات کے راگ الاپے جا رہے ہیں۔ ایک ایسا ایم این اے جس کا باپ برائی اور بدعنوانی میں بام ثریا پر پہنچا ہوا ہو جس کے کردار کی سفاہت اور اطوار کی غلاظت ایک ایک انسان کی چیخ وپکار کی صورت میں نصف صدی تک آشکار رہی ہو وہ بھی قوم و ملک کی نمائندگی اور غریب عوام کی ہمدردی اور قانون

سازی کی اہلیت کا دعویٰ کرتا پھرتا ہے۔"فیاللعجب"

پاکستانی قوم کی اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔ جس کے نمائندے ظلم وجور اور تعدی و تجاوز کی تلچھٹوں سے آلودہ ہوں۔ جن کا اوڑھنا بچھونا جھوٹ، فراڈ، بدمعاشی، اور لوٹ مار ہو۔ جن کی کارگزاری اور کارکردگی کا معیار ہی غنڈہ گردی غریبوں پر مظالم اور مخالفین کو نیست و نابود کردینے پر ہو ایسے ملک میں شائستگی، متانت، اعلیٰ اسلوب زندگی، عمدہ اطوار بلند فکر و کردار کیونکر پنپ سکتا ہے۔

شاہنواز ڈبہ کا وجود برائی اور گناہ کا ایسا مجسمہ تھا جس کی سڑاند سے بہاولپور کا بڑا علاقہ نصف صدی تک متعفن رہا۔ اس کے ایام و شہور اور شب و روز معصیت و کفران کی علامت تھے وہ جور و تجاوز کے بل بوتے پر اپنے تئیں فرعون کی صورت میں پورے علاقے پر چھایا ہوا تھا۔ بڑی بڑی پنچائتوں نجی اور سماجی فیصلوں میں اسے نمایاں مقام حاصل تھا۔ صحیح معنوں میں وہ جابر سردار اور قاہر و ظالم جاگیردار تھا۔ اس کے خاندان کے بیشتر لوگ اور قریبی عزیز بھی اس کی زیادتیوں سے کراہ رہے تھے۔

اس کی ستم کیشی اور جفاپروری کی داستانیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں ریاست بہاولپور میں اس سے بڑا قاتل اور ظالم جاگیردار تلاش نہیں کیا جاسکتا میاں شاہنواز جس کو اس کے چہرے کے برص کے نشانات کی وجہ سے ڈبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کا ڈیرہ مجرموں اور چوروں کی حقیقی پناہ گاہ تھی۔ وہ معاملہ فہمی، مخالفوں کو نیست و نابود کرنے اور پاکستان کے نظام پولیس کی کمزوریوں کے باعث ہر طبقے پر حاوی تھا۔ اس نے اپنے جرائم کو چھپانے کے لئے سیاست کا پیرھن اوڑھا۔ اپنے بیٹے ریاض حسین کو انتخابات کے کھاڑے میں اتارا۔ جابرانہ سطوت و رعب کے باعث اسے ڈسٹرکٹ کونسل کی ممبر شپ، صوبائی اور پھر قومی اسمبلی تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ سیاسی برتری کے باعث انتظامیہ کی ساری قوت اس کی مٹھی میں بند ہو گئی تھی تھانوں کا ٹاؤٹ اور انتظامیہ کا مخبر اسمبلی میں اپنے بیٹے کو

بھیجنے کے بعد پہلے مسلم لیگ اور پھر پیپلز پارٹی کی چھتری کے نیچے کھڑا ہو گیا ساری زندگی چوروں، ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کی سرپرستی کرنے والا ریاست بہاولپور میں عوام کا "نمائندہ" بن گیا۔

پاکستانی قوم کی اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے نمائندے معاشرے کے سب سے غلیظ لوگ بن جاتے ہیں جن لوگوں کی کثافت اور معصیت سے انسانوں کی بڑی بڑی بستیاں اور شہروں کے شہر آلودہ ہو چکے ہوں وہ بھی قومی اور عوامی ترجمان بن جاتے ہیں۔ ایک کلرک اور نائب قاصد بننے کے لئے تو تعلیم کا معیار مقرر ہے لیکن لاکھوں انسانوں کا نمائندہ بننے کے لئے پہلی کلاس یا دین اسلام کے پہلے قاعدے کی تعلیم بھی لازمی قرار نہیں دی گئی۔ ۵۰ سال گذر جانے کے بعد بھی اس قوم کی مذہبی اور اخلاقی روایات سے محرومی کا اصل سبب یہاں کے ارباب حل و عقد اور عوامی نمائندوں کی جہالت و غباوت ہے۔

میاں شاہنواز پیرزادہ کے دونوں بیٹے ریاض حسین اور سجاد حسین اپنے باپ کے گناہوں اور ناہنجاریوں کا اصلی آئینہ ہیں۔

ان کی تمام تر عزت و شہرت اس بدنصیب اور آلودہ معصیت باپ کا تصدق ہے۔ یہ لوگ اپنے والد کی ۵۰ سالہ سیاہ کاریوں کا ثمرہ ہیں بحیثیت ایک مسلمان مجھے ان کے شیعہ ہونے سے اختلاف ضرور ہے لیکن ہر شیعہ کا کردار میاں شاہنواز کی مثل نہیں ہوتا۔

نظریاتی اختلاف سے قطع نظر اس کی کاوش اور جہد پیہم کا ایک ایک لمحہ برائی اور جرم کی تصویر نظر آتا ہے۔ اس کی جھلک ریاست بہاولپور کے چند تھانوں میں درج شدہ ان "چند" مقدمات کی فہرست سے ملاحظہ کی جا سکتی ہے---

چند مقدمات کی فہرست

مقتول شاہنواز ڈبہ کا اصل چہرہ

نمبر	شمار، نمبر مقدمہ،	مجرم،	عنوان مقدمہ،	تھانہ
۱-،	مقدمہ، 52/58،	مجرم	380/457 نقب زنی	تھانہ خیرپور
۲-	مقدمہ 67/74	مجرم	148/440 نقصان کی نیت سے حملہ	تھانہ خیرپور
۳-	مقدمہ 10/58	مجرم	۳۷۹ چوری	تھانہ یزمان بہاولپور
۴-	مقدمہ 69/61	مجرم	380/458 نقب زنی	تھانہ میلسی
۵-	مقدمہ 96/61	مجرم	۳۸۰ چوری	تھانہ میلسی
۶-	مقدمہ 109/61	مجرم	379 چوری	تھانہ میلسی
۷-	مقدمہ 100/69	مجرم	379 چوری	تھانہ میلسی
۸-	مقدمہ 35/59	مجرم	411 مال مسروقہ کی بر آمدگی	تھانہ لڈن
۹-	مقدمہ 37/59	مجرم	411 مال مسروقہ کی بر آمدگی	تھانہ لڈن
۱۰-	مقدمہ 36/59	مجرم	411 مال مسروقہ کی بر آمدگی	تھانہ لڈن
۱۱-	مقدمہ 60/61	مجرم	۴۱۱/ ۳۷۹ چوری و بر آمدگی	تھانہ کہروڑپکا
۱۲-	مقدمہ 78/75	مجرم	۳۹۲ ڈکیتی	تھانہ خیرپور
۱۳-	مقدمہ ۳۱/۴۱	مجرم	غنڈہ ایکٹ	مورخہ 24/9/95
۱۴-	مقدمہ ۲۵/۵۰	مجرم	411/ 380/ 457 نقب زنی و بر آمدگی	تھانہ عباس نگر
۱۵-	مقدمہ ۵۲/۵۸	مجرم	380/ 457 چوری	تھانہ تھانہ خیرپور
۱۶-	مقدمہ ۱۰۹/۶۱	مجرم	411/ 380 بر آمدگی و چوری	تھانہ میلسی
۱۷-	مقدمہ ۶۹/۶۱	مجرم	۴۱۱/ ۳۸۰ چوری نقب زنی	تھانہ میلسی

۱۸-	مقدمہ ۱۰۰/۶۱	مجرم	۳۷۹ چوری	تھانہ میلسی
۱۹-	مقدمہ ۶۱/۷۲	مجرم	۲۱۶ اشتہاری کی پناہ مشہور ڈاکو چراگ بالی کی پناہ	تھانہ مٹھہ ٹوانہ ضلع خوشاب
۲۰-	مقدمہ	مجرم	۴۵۷ چوری	صدر تھانہ بہاولپور
۲۱-	مقدمہ	مجرم	۳۸۲ ڈکیتی	صدر تھانہ بہاولپور
۲۲-	مقدمہ	مجرم	400 / 148 / 149 / 109 دھوکہ فراڈ	تھانہ خیرپور ضلع بہاولپور
۲۳-	مقدمہ 1986	مجرم	۱۲/۷ مارشل ایکٹ	
۲۴-	مقدمہ	مجرم	307/307 / 452/427 / 149 / 148 قتل وایماء قتل	تاریخ 11/10/86 خیرپور ضلع بہاولپور

جب سے میاں شاہنواز پیرزادہ اور اس کے بیٹے نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو اس دن کے بعد تو اپنے علاقہ کے ہر تھانہ اور تحصیل میں انہوں نے اپنی مرضی کے افسران تعینات کرائے اور جی بھر کر جرائم کیئے کسی فریاد رس اور مدعی کو تھانے میں رپٹ درج کرانے کا حوصلہ ہی نہ ہوا اس اثناء میں قتل، اغواء، چوری، ڈکیتی، اور غنڈہ گردی کے بیسیوں ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا کوئی مقدمہ درج ہوا نہ درخواست گذاری جا سکی۔ ایسے حالات میں بہاولپور کے علاقہ خیرپور ٹامے والی اور حاصل پور کے لاکھوں عوام کی کیا حالت ہوگی جو ہر قسم کی زیادتیوں کے باوجود کوئی حرف شکایت بھی زبان پر نہیں لاسکتے

حافظ غلام یحییٰ کی المناک شہادت

ناقدو وقت کے افکار بدلنے کے لئے
میں نے مجبور زبانوں کو نوا بخشی ہے

کج کلاہوں کی رعونت کا اڑایا ہے مذاق
میں نے تاریخ کے چہرے کو ضیا بخشی ہے

(شورش)

شاہنواز ڈبہ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو مختلف قلابازیاں کھائیں۔ کبھی مسلم لیگ میں تو کبھی پیپلز پارٹی میں ہر جماعت میں وہ چور دروازے سے شامل ہوا۔ اس کے لڑکوں نے بھی وفاداریاں تبدیل کرنے میں کبھی دیر نہیں لگائی۔

شاہنواز ایک طرف جرائم پیشہ لوگوں کا بادشاہ تھا دوسری طرف شیعہ ہونے کے باعث صحابہ کرامؓ کی توہین و تکفیر اس کی طبیعت ثانیہ تھی۔ صحابہ دشمنی اور رسہ گیری کے باعث علاقہ حاصل پور خیرپور ٹامے والی کے تمام مذہبی اور دینی گروہ اس کے مخالف تھے۔ علماء و مشائخ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی۔ ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۳ء کے تمام انتخابات میں اپنے شدید مذہبی اور سیاسی مخالفوں پر جھوٹے مقدمات قائم کرانے اور شریف لوگوں کو تھانے بلا کران پر تشدد کرانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

عامتہ الناس اپنی عزت بچانے کے لئے ہر وقت خائف رہتے تھے لڑکیوں کا اغواء اور قتل کی بے شمار وارداتوں میں مظلوم مزارعوں بے سہارا کسانوں، اور غریب و مفلس لوگوں نے اس کے خلاف کبھی لب کشائی نہ کی۔ شاہنواز ڈبہ کی انتقامی حس اس قدر بیدار تھی کہ وہ اپنے مخالفین کو چن چن کر سزا دیتا، قتل زنا، اور چوری کے جھوٹے مقدمات قائم کرانے سے بھی گریز نہ کرتا تھا جن لوگوں پر اس کا بس نہ چلتا انہیں مختلف بہانوں سے بے عزت کراتا، ان کے مال و اسباب کو چوری کراتا، بھارت کی سرحد پر واقع ہونے کے باعث سمگلنگ کرانا، اس کا عام معمول تھا مخالفین کو دیار غیر میں پھینک دینا اسکی عادت تھی۔

علاقہ قائم پور کے ایک گاؤں میں حاجی غلام مرتضیٰ جوئیہ رہائش پذیر تھے (موصوف کے مختصر حالات ہمارے جیل کے رفقاء کے باب میں آئیں گے۔) وہ معمولی سطح کے

زمیندار تھے۔ انہوں نے ہر الیکشن میں شاہنواز ڈبہ کی مخالفت کی۔ حاجی غلام مرتضیٰ اوران کا پوراخاندان شاہنواز ڈبہ کو ہمیشہ کھٹکتا تھا۔

اوائل مارچ ۱۹۹۵ء کو شاہنواز ڈبہ نے اپنے ایک خصوصی کارندے تھانیدار کے پاس جو تھانہ میلسی میں تعینات تھا درخواست دی اور ڈھونگ رچایا کہ مجھ پر آپ کے علاقہ میں میرے مخالفین نے فائرنگ کر کے قاتلانہ حملہ کیا (یاد رہے کہ اس فائرنگ میں کسی کو خراش تک نہ آئی اور نہ ہی گاڑی پر کوئی نشان لگا۔) اس الزام میں تمام مذکورہ نوجوانوں اوران کے اہل خانہ کو تھانوں میں بلا کر بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اس فرضی حملہ کی آڑ میں حاجی غلام مرتضیٰ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حافظ غلام یحیٰی (جو جامع قاسمیہ فیصل آباد میں دورہ حدیث کے طالب علم تھے) ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرادیئے حافظ غلام یحیٰی نے خصوصی عدالت ملتان کے جج آصف خان سے عبوری ضمانت کرائی۔ جج صاحب موصوف شاہنواز اور اس کے لڑکے ریاض حسین پیرزادہ کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء کو غلام یحیٰی کی ضمانت منسوخ کر کے اسے تھانہ میلسی ضلع وہاڑی پولیس کی تحویل میں دے دیا

ابتدائی تین روز تک حافظ یحیٰی پہ تشدد کے پہاڑ توڑ دیئے گئے چوتھے روز حافظ یحیٰی کو شاہنواز کے ڈیرے پر لا کر الٹا لٹکا دیا گیا۔ حافظ یحیٰی کو اس کے والد اور خاندان کی طرف سے سیاسی مخالفت کا مزا چکھانے کے لئے برہنہ کر کے اتنا مارا گیا کہ اس کا سارا جسم ریزہ ریزہ ہو گیا۔ قریب المرگ ہونے کے بعد اسے دوبارہ تھانہ میلسی منتقل کر دیا گیا۔ حافظ یحیٰی چونکہ ایمانی جذبہ اور دینی ولولہ کا حامل نہایت بہادر نوجوان تھا اسے جب ہوش آتا تو شیعہ کے کفر کے نعرے لگاتا۔ پولیس تشدد کے دوران اس کے منہ میں پیشاب ڈالا گیا۔ اسے ۴۸ گھنٹے الٹی ہتھکڑی لگا کر تھانہ میں لٹکایا گیا وہ ہردم صحابہ کرامؓ کی عظمت کے نغمے گاتا، مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن کی سرفرازی اور تائید کا اظہار کرتا۔ اس کے تمام کپڑے خون آلود ہو

گئے ۔ اعضاء شل ہو گئے ۔ جسم کا انگ انگ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ لیکن اس کے ولولوں کی توانائی ہردم جواں تھی۔ شاہنواز نے اپنے سامنے جب اس سے پوچھا شیعہ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو تو اس نے نحیف و نزار حالت میں بھی نہایت گونجدار آواز میں کہا۔

"شیعہ چونکہ صحابہ کرامؓ کو کافر کہتے ہیں اور تم بھی شیعہ ہو اس لئے تمہیں کافر کہنا میرا ایمان ہے۔"

ادھر حاجی غلام مرتضٰی کی زمین برباد کر دی گئی کھڑی فصلوں کو جلا دیا گیا۔ تمام اعزہ و اقارب اور احباب کو سیاسی اور مذہبی مخالفت کے باعث دربدر پھرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

تشدد اور بربریت کی تاریخ میں شاید ایسا واقعہ کسی کے سامنے نہ آیا ہو کہ ایک حافظ قرآن اور درس نظامی کے آخری سال کے ۱۸ سالہ معصوم طالب علم کو اس کے والدین کی طرف سے سیاسی مخالفت کے باعث اور آنے والے حالات میں اپنے لئے خطرہ جانتے ہوئے ۔ مار مار کر ادھ موا کر دیا گیا۔ ۔ بالاخر ۱۷ ستمبر کو اس معصوم نوجوان نے ایسی حالت میں جان آفریں کے سپرد کی جب اسے رسہ پر لٹکے ہوئے ۲۷ گھنٹے گذر چکے تھے ۔ ایک عینی شاہد جو اس وقت کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو کر حوالات میں بند تھے انہوں نے سنٹرل جیل ملتان کے قیام کے دوران راقم کو بتایا کہ تشدد کے دوران حافظ یحیٰی کی آنکھوں میں مرچیں ڈالی جاتیں ۔ اسکے زخموں پر نمک چھڑکا جاتا۔

اسے ہر حال میں سپاہ صحابہ سے تعلق توڑنے اور شاہنواز ڈبہ کی مخالفت نہ کرنے کے لئے کہا جاتا لیکن جب بھی اسے ہوش آتا وہ صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ اور حضرت عائشہؓ کی محبت کے نعروں سے آسمانوں کو سر پر اٹھا لیتا سب لوگ حیران تھے کہ یہ کوئی لوہے کا بنا ہوا لڑکا ہے جس کی اولوالعزمی اور استقامت تھانہ میلسی کے عقوبت خانے کی دیواروں پر ثبت ہو چکی تھی ۔ حافظ غلام یحیٰی کو اس حالت میں نشتر ہسپتال ملتان داخل کیا گیا تو ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کر دی ۔

یہاں پر درندہ صفت پولیس افسروں نے ایمرجنسی وارڈ کی اوٹ میں ایستادہ حاجی غلام مرتضیٰ کو اپنے معصوم لخت جگر کی لاش کے قریب نہ آنے دیا۔

حافظ یحییٰ کی المناک شہادت اور مقامی ڈاکٹروں کی طرف سے پولیس تشدد کے ذریعے ہلاکت کی تصدیق کے بعد پورا شہر سراپا احتجاج بن گیا، وکلاء علماء تاجر اور عوام سڑکوں پر آگئے تین روز تک میلسی بند رہا شاہنواز پیرزادہ ایس پی وہاڑی تصدق حسین، ڈی ایس پی امیر بیگ اور تھانہ انچارج فلک شیر سمیت تمام پولیس ذمہ داروں کے خلاف مقدمہ کے اندراج اور ان کی گرفتاری کے لئے لوگوں نے ہڑتال کر دی۔ ہڑتال تین دن جاری رہی۔ راقم کو حافظ یحییٰ کی شہادت کی خبر ایئرپورٹ فیصل آباد پر ملی جہاں سے میں اسلام آباد جا رہا تھا۔ اور اگلے روز بی بی سی کے دفتر پر حملہ کے سلسلہ میں مجھے ایک مقامی عدالت میں پیش ہونا تھا۔ راقم پروگرام تبدیل کر کے افتاں وخیزاں میلسی ضلع وھاڑی کے لئے روانہ ہوا۔ وہاڑی کے تھانہ ماچھیوال کے قریب پولیس کی بھاری نفری نے گرفتار کر لیا۔ راتوں رات ایک جھوٹے مقدمہ میں گرفتاری ڈال کر سنٹرل جیل ملتان پہنچا دیا جہاں سے اگلے روز اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عارف نکئی کی مداخلت اور سرزنش پر رہائی عمل میں آئی۔

اس اثناء میں میں راقم حافظ یحییٰ کی نماز جنازہ میں تو شرکت نہ کر سکا لیکن رہائی کے بعد بھی انتظامیہ نے ضلع وہاڑی اور ضلع بہاولپور داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ چار روز بعد ہوم سیکرٹری اور آئی جی کی اجازت سے تعزیت کے لئے جب میں حاجی غلام مرتضیٰ کے گھر قیصر آباد بمقام خیرپور ٹامے والی ضلع بہاولپور پہنچا تو یہاں سوگ اور کربناک دکھوں کے عجیب وغریب مناظر دیکھنے میں آئے۔

پولیس نے حافظ یحییٰ کا مقدمہ قتل مقامی تھانہ کے ایس ایچ او اور دو اہلکاروں کے خلاف درج کر لیا جب کہ میلسی اور علاقہ حاصل پور کے عوام شاہنواز پیرزادہ ایس پی

وھاڑی اور ڈی ایس پی کا نام بھی مقدمہ میں درج کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے چند روز بعد میں نے ہائیکورٹ ملتان میں مذکورہ تینوں افراد کے خلاف مقدمہ کے اندراج کی درخواست دائر کی۔ جس کے مطابق ایک ماہ بعد ہائیکورٹ نے مقدمہ درج کرنے کا حکم جاری کیا۔ ادھر راقم نے آئی جی پنجاب عباس خان کے ذریعے ڈی آئی جی کرائم برانچ سعادت اللہ خاں ایس ایس پی میاں غلام محمد کلیار، اور محمد عملش پر مشتمل کمیٹی قائم کرائی جس نے تین ماہ کے اندر مذکورہ افراد کو حافظ یحیٰی کے قتل کا ملزم قرار دے کر دیگر ملزمان کے ساتھ ان کا نام شامل کرنے کی سفارش کی۔۔ میاں شاہنواز اور دیگر ذمہ داران کے خلاف مقدمہ کے اندراج اور ہائیکورٹ اور کرائم برانچ کے فیصلہ کے بعد سپاہ صحابہ اور مقامی طلباء نے اطمینان کا اظہار کیا ہے--- ہمیں امید تھی کہ اب حافظ یحیٰی کے تمام قاتل جلد کیفر کردار تک پہنچیں گے۔

شاہنواز پیرزادہ کو بھی پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ بیسیوں قتل اور ہزاروں جرائم میں کبھی اسے اس طرح ذلت نہیں اٹھانی پڑی جس طرح ایک معصوم حافظ قرآن کے خون پر اس کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

اس اثناء میں شاہنواز ڈبہ نے حاجی غلام مرتضیٰ کو وسیع اراضی کے بدلے میں صلح کی پیش کش کی جو انہوں نے ٹھکراتے ہوئے کہا وہ قانونی انصاف اور عدالتی ضابطوں کے ذریعے اپنے بیٹے کے خون کا حساب لیکر رہیں گے۔

سپاہ صحابہؓ کے خلاف بے نظیر حکومت کی انتقامی کاروائیوں کا آغاز:-

یاد عہد رفتہ میری خاک کی اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو اپنے یوم تاسیس سے لے کر آج تک ہر دور میں سپاہ صحابہ حکمرانوں کے زیر عتاب رہی حکمرانوں کے عتاب میں ہر دور میں کمی بیشی ہوتی رہی۔

۱۹۹۱ء میں میاں نواز شریف کے دور حکومت میں ایک موقع پر ایرانی حکومت کا ایسا دباؤ پڑا کہ حکومت نے ملک بھر میں سپاہ صحابہ پر پابندی لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ سے رپورٹیں مانگی گئیں وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حید روائیں سمیت ہر ایک نے سپاہ صحابہ پر پابندی لگانے کی تائید کی۔ آخری اجلاس میں پنجاب کے ایک اعلیٰ افسر جو اس وقت سپیشل برانچ کے انچارج تھے اور بعد میں آئی جی پنجاب بنے انہوں نے یہ تجویز دی کہ پابندی لگانے سے اہم عہدیدار تو جیل میں آجائیں گے جب کہ بعض واقعات کے ذمہ دار زیر زمین چلے جائیں گے جو سپاہ صحابہ کی قیادت سے بیزار ہیں اس کے بعد کوئی شخص کسی واقعہ کا ذمہ دار موجود نہیں ہوگا اور حکومت کو وسیع تر خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ شیعہ سنی تنازعہ کے بہتر حل کے لئے دونوں جماعتوں کے سرکردہ لیڈروں کو اپنے سامنے ایک میز پر بٹھائیں اور اسکا مستقل حل تجویز کریں۔

افسر موصوف کی تجویز کو پسند کیا گیا اسی اجلاس کے نتیجے میں فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی قائم ہوئی اور چاروں مکاتب فکر کے علماء کے سامنے سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کی قیادتوں نے کھل کر اپنا موقف پیش کیا۔ یہ اجلاس ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو گورنر ہاؤس لاہور میں اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی صدارت میں ہوا تھا۔

اس اجلاس میں راقم نے شیعہ کی قابل اعتراض اور باعث نزاع (پاکستان اور ایران سے شائع ہونے والی) ۲۳۲ کتابوں کے اصل عکس پر مشتمل تاریخی دستاویز پیش کی۔ ہمارے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے چاروں مکاتب فکر کے علماء کی تیس رکنی کمیٹی اس وقت کے وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبد الستار نیازی کی قیادت میں قائم کر دی گئی جس کے ایک ممبر کی حیثیت سے راقم نے سپاہ صحابہ کا موقف اصلی کتابوں کی روشنی میں پیش کیا۔

۲ جولائی ۱۹۹۲ء کے اسلام آباد وزارت مذہبی سیکرٹریٹ میں ہونے والے اجلاس میں ہماری تمام سفارشات قبول کر لی گئیں۔ اگرچہ بعد میں ان سفارشات پر عمل در آمد نہ

ہوااور میاں نواز شریف حکومت سے ہمارے اختلاف کی وجہ یہی واقعہ بنا۔ میاں صاحب نے ۱۸اپریل ۱۹۹۳ء کو اپنی حکومت برطرف ہونے کے بعد مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اب اگر ان کی حکومت سپریم کورٹ نے بحال کی تو وہ ان سفارشات پر عمل کر کے اس تنازعہ کا مستقل حل نکالیں گے لیکن حکومت کی بحالی کے چند روز ہی بعد موصوف دوبارہ رخصت ہو گئے اور بے نظیر کے دوسرے سیاہ ترین دور کا آغاز ہوا۔ یہ دور ۱۹اکتوبر ۱۹۹۳ء سے شروع ہو کر ۵نومبر ۱۹۹۶ء تک ۱۳کروڑ پاکستانی عوام پر مسلط رہا۔

ظلم کی آگ میں جلتے رہے عوام اکثر
جہاں پناہ ہمیشہ جہاں پناہ رہے

مولانا اعظم طارق کی بے نظیر سے گفتگو:۔

بے نظیر چونکہ ایرانی النسل ہے اس کی والدہ نصرت بھٹو کا تعلق ایران کے شیعہ اثنا عشری مذہب سے ہے وہ خود بار بار اپنے سنی ہونے کا اعلان کرتی ہے لیکن اس کے خاوند آصف زرداری کے شیعہ ہونے کا اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا، مولانا اعظم طارق جھنگ سے جب دوسری مرتبہ ایم این اے بن کر پارلیمنٹ میں پہنچے تو ایک موقع پر مولانا اعظم طارق اور اس وقت کی وزیر اعظم بے نظیر کے مابین حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

بے نظیر بھٹو: مولانا ہمیں آپ کا تعاون درکار ہے۔ میں اسلام کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔

مولانا اعظم طارق: اسلام کی خدمت یہی ہے کہ آپ وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہو کر گھر چلی جائیں۔

بے نظیر بھٹو: مولانا، پلیز آپ تعاون کریں۔

مولانا اعظم طارق: میں آپ سے کوئی تعاون نہیں کر سکتا چونکہ اسلام میں عورت کی حکمرانی ناجائز ہے۔ نیز آپ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں اور شیعہ کو ہم مسلمان نہیں سمجھتے۔

بے نظیر بھٹو: مولانا میں تو سنی مسلمان ہوں- میرے والد ذوالفقار علی بھٹو بھی سنی تھے-البتہ میری والدہ شیعہ ہیں-

مولانا اعظم طارق: اور آصف زرداری صاحب؟

بے نظیر بھٹو: ہاں آصف شیعہ ہیں-

مولانا اعظم طارق: شیعہ کے ساتھ تو سنی کا نکاح بھی نہیں ہوتا-

سپاہ صحابہ کے پارلیمانی لیڈر مولانا اعظم طارق اور بے نظیر کی مذکورہ گفتگو کے بعد یہ بات سمجھنے میں مشکل نہیں رہتی کہ اس صورتحال میں بے نظیر کیونکر سپاہ صحابہ کو برداشت کر سکتی تھی-

اس کے علاوہ چاروں طرف شیعہ لابی متحرک تھی دوسری طرف ایرانی حکومت کے کارندے سپاہ صحابہ کے خلاف محاذ بنا کر جمع ہو گئے تھے- شیعہ کے کئی مسلح گروپوں کی سرپرستی کے لئے بے نظیر کے نامدار شوہر آصف علی زرداری کسی موڑ پر پیچھے نہ رہے- ہم نے بار بار حکومت سے مطالبہ کیا کہ صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ اور اھلبیت عظامؓ کی تکفیر و توہین پر مشتمل پاکستانی اور ایران کے تمام لٹریچر کو ضبط کر کے اس کے ذمہ داران کو کڑی سے کڑی سزائیں دی جائیں-

لادین حکمرانوں اور شیعہ نواز ارکان دولت، کو اس خالص دینی مطالبہ سے کس طرح دلچسپی ہو سکتی تھی؟ قومی اسمبلی میں جب مولانا اعظم طارق کے پیش کردہ ناموس صحابہ بل پر بحث کا آغاز ہونے لگا قریب تھا کہ یہ بل بھاری اکثریت سے منظور ہو جاتا لیکن یہاں بھی پارلیمانی امور کے شیعہ وزیر اقبال حیدر اپنا کام دکھا گئے- عین موقعہ پر اپنی باری پر آنے والے بل کی جگہ کراچی کے پانی کے مسئلہ کی فائل کھول دی گئی اگر اس وقت یہ بل منظور ہو جاتا تو پاکستان کی مذہبی تاریخ میں انقلاب برپا ہو جاتا، صحابہ کرامؓ کی تکفیر کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا اور آئے دن کے مذہبی فسادات کی بنیاد جڑ سے اکھڑ جاتی---

بے نظیر کے دور حکومت کے آغاز میں ایک مرتبہ وفاقی وزیر داخلہ نصیراللہ بابر نے ہمارے

مطالبے پر دونوں فریقوں کا اجلاس بلایا۔ پارلیمنٹ ہاؤس کے میٹنگ روم میں ہونے والے اجلاس میں شیعہ نے پھر حسب عادت بائیکاٹ کیا اور اس بلاجواز عدم شرکت نے ایک مرتبہ پھر شیعہ کو اخلاقی شکست سے دوچار کیا---

بعد میں اس اہم قومی اور ملکی مسئلہ کو ایک سازش کے تحت نظرانداز کردیا گیا۔ ناموس صحابہؓ واھلبیتؓ کے تحفظ کو قانونی حیثیت دینے کو درخوراعتنانہ سمجھنا حکمرانوں کی اتنی بڑی غلطی تھی جس کا خمیازہ ہم آئے روز شیعہ سنی کے مذہبی فسادات کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ سپاہ صحابہ کا آئینی مطالبہ نظرانداز کرکے بے نظیر نے ایک طرف مذہبی فسادات کی خلیج کو وسیع کیا دوسری طرف اسمبلی اور ملک بھر میں نسوانی حکومت کے خلاف سپاہ صحابہ کی کاوش کے جرم میں اسے کچلنے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ بے نظیر کو باور کرایا گیا کہ سپاہ صحابہ کے صرف ایک رکن اسمبلی کو اپنی حکومت کی حمائت پر مجبور کردیا جائے تو ملک بھر کے مذہبی گروپوں کی مخالفت ماند پڑ جائے گی۔ اس سلسلے میں مولانا محمد اعظم طارق کو دو کروڑ روپے اور ایک پجارو کی پیش کش کی گئی۔ انہیں کہا گیا کہ وہ پارلیمنٹ میں حکومت کی حمایت کریں تو انہیں خطیر گرانٹ کے ساتھ خصوصی امداد بھی فراہم کی جائے گی۔ سپاہ صحابہ کے خلاف ملک بھر میں پولیس کاروائیوں اور انتقامی مقدمات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن

ہم اوج طالع لعل و گوہر دیکھتے ہیں

ظاہر ہے کہ سپاہ صحابہ اپنے موقف اور نصب العین کو کس طرح نظرانداز کرسکتی تھی۔ جماعت کی واضح پالیسی اور دوٹوک موقف نے حکمرانوں کو مایوس کردیا--- یہ ۵ فروری ۱۹۹۵ء کا واقعہ ہے

بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری
میرے لئے شایان خس و خاشاک نہیں ہے

سپاہ صحابہ کے خلاف بے نظیر کا پہلا ملک گیر آپریشن:-

۲۱ اور ۲۲ فروری ۱۹۹۵ء کو ملک بھر میں سپاہ صحابہ کے تمام عہدیدار اور کارکنوں کی گرفتاریوں کا جھکڑ چلا- ہزاروں نوجوان ناموس صحابہ کے تحفظ کے جرم میں زندانوں کی اوٹ میں چھپا دیئے گئے- محض دنیا کو دکھانے کے لئے ابتدائی سطح کے ۷۰ کے لگ بھگ شیعہ عہدیدار بھی گرفتار ہوئے ایک طرف سپاہ صحابہ کے مرکزی نائب سرپرست اعلیٰ مولانا اعظم طارق کے گھر چھاپہ مارا گیا وہ تو نکل گئے ان کے سیکرٹری اور گن مینوں کو دھر لیا گیا- راقم برطانیہ کے دورے پر ہونے کے باعث بچ گیا- مرکزی عہدیداروں مولانا محمد عبداللہ، مولانا سلطان محمود ضیاء، شیخ حاکم علی، شیخ اشفاق، گرفتار ہوئے سندھ اور پنجاب کی صوبائی قیادتیں اور تین ہزار کارکنوں نے بے نظیر کی میزبانی کا شرف پایا- وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو اس وقت بے نظیر کے ایک زر خرید غلام اور تابع فرمان نوکر کی حیثیت سے مرکزی حکومت کے احکامات پر عمل کر رہے تھے-

سپاہ صحابہ کے خلاف یک طرفہ اور کھلے انتقام کا سلسلہ ساری دنیا نے دیکھا تین ماہ بعد تمام کارکن اور عہدیدار رہا کر دیئے گئے- حکومت نے آپریشن کے وقت اعلان کیا تھا کہ شیعہ سنی بڑھتے ہوئے اختلافات کے باعث دونوں طرف سے اہم لیڈر گرفتار کیے گئے ہیں- حقیقت یہ تھی کہ ایک طرف تو حکومت نے سپاہ صحابہ کے اہم مرکزی عہدیداروں اور ہزاروں کارکنوں کو گرفتار کیا گیا دوسری طرف شیعہ کا کوئی بھی اہم لیڈر نہیں پکڑا- اس واضح ظالمانہ انتقامی پالیسی کے خلاف مولانا اعظم طارق نے گرفتاری نہ دی- انہوں نے چار ماہ تک روپوشی اختیار کیئے رکھی- حکمرانوں نے ان کی گرفتاری کے لئے زمین و آسمان ایک کر دیئے- ملک کا کونہ کونہ چھان مارا، ملک بھر کے تمام دفاتر پر ایجنسیوں کے آدمی بٹھا دیئے داڑھی والے سینکڑوں پولیس اہلکار، جھنگ، چیچہ وطنی، سمندری، لاہور اور اسلام آباد متعین کر دیئے گئے- ادھر مولانا اعظم طارق کے بیانات روزانہ قومی

اخبارات میں شائع ہو رہے تھے۔ ٹیلی فون کالوں اور فیکسی پیغامات کی تلاش میں ایس پی عہدہ کے کئی افسر مارے مارے پھرنے لگے۔ حکومت زچ ہو گئی چیف سیکرٹری پنجاب نے ایک ملاقات میں مجھے کہا، تمہارا جرنیل بھاگ گیا ہے میں نے کہا یہ سب کچھ تمہاری یکطرفہ انتقامی کاروائی کا نتیجہ ہے تم مخالفین کے لیڈر آج گرفتار کرلو میں آج ہی مولانا اعظم طارق کو خود پیش کر دیتا ہوں---- مولانا اعظم طارق کی تلاش کے لئے کئی قومی اخبارات کے نمائندوں سے حکومت نے رابطے کئے ایک بڑے اخبار کے سنیئر نمائندے کو پلاٹ کا لالچ دیا گیا، وہ اتنا مضبوط نکلا کہ روزانہ مولانا اعظم طارق کے فون اور فیکس وصول کر کے بھی اس نے طرح نہ دی۔ روپوشی کا یہ عرصہ ۲۲ فروری ۱۹۹۵ء سے ۲۵ جون ۱۹۹۵ء تک محیط رہا حکومت چاروں شانے چت ہو گئی۔ بے نظیر کی سات ایجنسیوں نے کھلی ناکامی کا اعتراف کر لیا مولانا اعظم طارق نے روپوشی کے دوران ۳۲ اخباری انٹرویو اور ۲۲ بڑے بڑے قومی جلسوں پر ٹیلی فون کے ذریعے خطاب کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں ایک سیاستدان اور قومی مذہبی لیڈر کی اسی تاریخی جرات اور مختلف اداروں کی عجزو درماندگی نے سارے ملک کو حیران کر رکھا تھا۔ بالاخر سپاہ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ کا جامع قاسمیہ فیصل آباد میں اہم اجلاس ہوا۔ جماعتی فیصلہ کے مطابق مولانا اعظم طارق نے گرفتاری پیش کر دی اس موقع پر پولیس مقابلے میں مارنے اور بے بنیاد الزامات پر امریکی حکومت کے سپرد نہ کرنے کا تحفظ حاصل کر کے ۲۵ جون کو مولانا اعظم طارق پشاور میں آئی جی کے سامنے پیش ہو گئے۔ انتظامیہ نے جان جوکھوں میں ڈال کر تفتیش کی۔ سات ایجنسیوں نے مولانا اعظم طارق پر قائم تمام مقدمات میں پوچھ گچھ کی۔ غیر ملکی امداد اور دہشت گردی کے الزامات کا ریکارڈ چیک کیا گیا سات حکومتی ایجنسیوں کے ایک سو سے زائد افسروں نے دو ہزار صفحات سیاہ کر دیئے--- حکمرانوں کے تمام الزامات بے بنیاد ثابت ہو گئے۔ شیرپاؤ حکومت نے وفاقی حکومت کے سامنے رپورٹ پیش کی کہ سپاہ صحابہ کی قیادت پر تشدد کی سرپرستی، اسلحہ کی

ذخیرہ اندوزی اور غیر ملکی امداد کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔

ابتداء میں طے یہ ہوا کہ غیر ملکی امداد، دہشت گردی کی سرپرستی کے الزامات سے سرکاری ایجنسیوں نے اس حد تک حکومت کو گمراہ کر رکھا تھا کہ الامان والحفیظ! بات کا بتنگڑ بنانے، من گھڑت باتوں پر محلات کی تعمیر، افواہوں پر مقدمات کے طومار-- اندیشہ ہائے دور و دراز پر اعلیٰ افسران کو گمراہ کرنا ہمارے ملک کی خفیہ ایجنسیوں کا دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ آج کل نگران حکومت کو یہی مشکل درپیش ہے-- ۳ فروری کے انتخاب سے پہلے احتساب میں جو بھی تاخیر ہے وہ انہی ایجنسیوں کا کارنامہ ہے یہ لوگ صرف کریڈٹ حاصل کرنے کے لئے افواہوں پر ایسے ایسے محلات تعمیر کرتے ہیں جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔ حکومتیں ان کی کٹھ پتلیاں بن جاتی ہیں حکمران جب ان کی اطلاعات پر کاروائی کرتے ہیں تو عدالتوں میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ سپاہ صحابہ کو پولیس کی ایسی لن ترانیوں، بوگس مقدمات جعلی رپورٹوں، نمبر بنانے کی کاروائیوں، گورنر، وزیر اعلیٰ، اور اعلیٰ افسران حکومت کے سامنے کارکردگی ظاہر کرنے کی بے شمار کاروائیوں کا خصوصی تجربہ ہے۔

ہماری گرفتاری سے پہلے اور بعد میں پولیس نے ایسے ایسے افتراء اور جھوٹ تراشے جن کا وزن پہاڑوں سے بھی زیادہ ہے یہاں خدا خوفی اور خشیت الٰہی کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہماری ایجنسیوں نے چند سالوں سے حکمرانوں کو ایسے ایسے طریقوں سے انگلیوں پر نچایا اور ان ناہنجار لوگوں نے بوقلمونی، کذب بیانی اور فریب کے ایسے ایسے ریکارڈ قائم کیے جس میں سادہ لوح حکمران ایک دفعہ تو اپنے اہلکاروں کی نام نہاد اعلیٰ کارکردگی پر مفتخر ہوتا ہے لیکن چند ہی دنوں کے بعد جب حقائق منہ کھولتے ہیں اور اصلیت بے نقاب ہوتی ہے تو انہیں منہ چھپانے کی جگہ بھی نہیں ملتی قوم و ملک کے سامنے رسوائی اور مورکھ و ذلت کا مزا چکھنا پڑتا ہے----

فروری ۹۶ء میں سپاہ صحابہ کے چند کارکنوں کو لاہور دفتر سے گرفتار کیا گیا ان پر تشدد

کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ ان دنوں لاہور میں کرکٹ ورلڈ کپ کا میچ ہونے والا تھا ایس پی کے عہدہ کے ایک افسر نے بے نظیر اور حکومت پنجاب کو ایسے طریقے سے الو بنایا کہ صداقت سر پیٹ کر رہ گئی۔ مذکورہ افسر نے بتایا کہ یہ لڑکے ورلڈ کپ کے موقع پر بے نظیر کو راکٹ لانچروں سے اڑانا چاہتے تھے مجھے گرفتاری کے موقع پر جعلی پولیس مقابلہ بتایا گیا اخبارات میں خبر شائع ہوئی کہ ان سے بھاری اسلحہ برآمد ہوا ہے وغیرہ وغیرہ--- خبر تو بہت بڑی بن گئی-- شہہ سرخیوں سے سارا ملک حیران ہو گیا لیکن آپ حیران ہونگے کہ ۱۸،۱۸ سال کے ان لڑکوں سے ایک پستول بھی برآمد نہ ہوا۔ اس خبر کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ یہ ڈیڑھ سو افراد کے قاتل ہیں۔ جبکہ ان پر ایک معمولی مقدمہ قائم ہوا اور تین ماہ بعد ہائی کورٹ کے حکم سے جب انکوائری ہوئی تو سب کچھ جعلی نکلا۔ پھر انکوائری کے بعد ڈی آئی جی لاہور نے پریس کانفرنس میں اعتراف کیا کہ کوئی پولیس مقابلہ نہیں ہوا۔ ہماری پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کا یہ تو معمولی کارنامہ تھا اگر ایسے واقعات کا کھوج لگایا جائے تو دفتروں کے دفتر تیار ہو جائیں یہی حال مولانا اعظم طارق کی تفتیش کا ہوا کہ یہاں بھی کوئی الزام ثابت نہ ہوا۔

وہ بات جس کا سارے فسانے میں ذکر نہ تھا
وہی بات مجھے ناگوار گزری ہے

ادھر بے نظیر حکومت میاں منظور وٹو کو وزارت اعلیٰ سے ہٹا کر اپنا وزیر اعلیٰ مخدوم الطاف احمد کو بنانا چاہتی تھی اب اسے سپاہ صحابہ کے صوبائی اسمبلی کے ارکان کی حمایت درکار تھی تو وزیر اعلیٰ سرحد آفتاب احمد شیرپاؤ نے ان کے تعاون پر اصرار کیا۔

حکمرانوں کے ہاتھ تو ویسے بھی کچھ نہ آیا تھا مولانا اعظم طارق نے صاف طور پر کہا کہ وہ رہائی کے بعد سپاہ صحابہ کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں یہ مسئلہ رکھیں گے۔ یہاں سے تنہا حمایت کی یقین دہانی نہیں کرا سکتا، انہیں ۱۰ ستمبر ۱۹۹۵ء کو رہا کر دیا گیا۔ ۱۲ ستمبر کو مرکزی

مجلس عاملہ کا جھنگ میں اجلاس ہوا اس میں طے پایا کہ سپاہ صحابہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں میں کسی کی حمایت نہیں کرے گی۔ جونہی میاں منظور احمد وٹو کی جگہ نئے وزیر اعلیٰ کا انتخاب ہونے لگا اور دونوں بڑی جماعتوں کی بجائے مسلم لیگ کے ایک دوسرے گروپ سے ایسا امیدوار سامنے آیا جو میاں منظور احمد وٹو کی پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ میاں نواز شریف اور پیپلز پارٹی دونوں نے اس کی حمایت کر دی اس صورت میں سپاہ صحابہ کے دونوں ارکان بھی تیسرے آدمی سردار عارف نکئی کی حمایت پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح پیپلز پارٹی یہاں بھی اپنے امیدوار کو وزیر اعلیٰ نہ بنا سکی----- بے نظیر کو مجبوراً دوسرا آدمی قبول کرنا پڑا۔ پیپلز پارٹی کا ایک گروپ اسی وجہ سے ناراض ہوا اور اس نے بعد میں فارورڈ بلاک بنالیا--- ۔

شاہنواز ڈبہ کا قتل-- حکومتی انتقام کی بدترین مثال

موجودہ گرفتاری--- جھوٹے مقدمات کی تفصیل:-

گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ریاست بہاولپور کا ظالم شیعہ جاگیردار شاہنواز ڈبہ قتل کے ۵۲، چوری اور ڈکیتیوں کے ۸۰ واقعات میں ملوث تھا اس کے خلاف تھانوں میں درج چند ایف آئی آروں کے نمبر بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے۔

شاہنواز کی انتقامی ہوس اور ظالمانہ ٹیس کا نشانہ بننے والے سینکڑوں خاندان ہر دور میں اس کے وجود کے درپے رہے۔ کئی مظلوموں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مطابق اس سے محاذ آرائی بھی کی۔ چند زمینداروں نے بارہا اس پر حملے کیئے، اغواء، چوریاں کرانے، چارہ کاٹنے، پانی سیراب کرنے کے تنازعات میں کئی مرتبہ دونوں طرف سے فائرنگ ہوئی۔ ہر ہفتہ اور ہر مہینہ شاہنواز کو کسی نہ کسی حریف سے پالا پڑتا۔ حافظ یحیٰی کی المناک شہادت کے بعد سپاہ صحابہ نے تو ہائیکورٹ اور کرائم برانچ کے ذریعے اس پر مقدمہ قتل کا آرڈر

حاصل کرلیا۔ لیکن اس دھما چوکڑی اور آویزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۶ نومبر ۱۹۹۵ء کو کسی مخالف نے ڈیرے میں داخل ہو کر اسے قتل کر ڈالا۔ اس کا قتل ایسا غیر معمولی واقعہ تھا کہ پورا علاقہ دم بخود ہو کر رہ گیا۔ شاہنواز ڈبہ کے قتل پر لوگوں نے گھی کے چراغ جلائے۔ بیٹے کے ایم این اے ہونے کے باوجود حاصل پور یا خیر پور کا ایک بازار بھی بند نہ ہوا۔ ایک ایک انسان اس کے عبرتناک انجام پر مہربلب ہو گیا۔ معاشرے کے تمام طبقے اور ریاست کے تمام لوگوں نے ظلم اور جبر کے اس سیاہ نشان کے خاتمے پر سکھ کا سانس لیا۔ خود اس کے بیٹے ریاض حسین کو ایک اخباری بیان میں کہنا پڑا کہ ہمیں دلاسے دینے والوں میں بہت لوگ ایسے ہیں جو دل سے میرے باپ کے قتل پر خوش ہیں۔ شاہنواز چونکہ پیپلز پارٹی کے ایم این اے کا باپ تھا ادھر حافظ یحییٰ کے المناک قتل میں تازہ تازہ شاہنواز ڈبہ کا نام شامل کیا گیا تھا۔ پھر شیعہ اور پیپلز پارٹی میں شامل ہونے کے بعد دونوں کی سیاسی اور مذہبی مخالفت کے باعث بے نظیر نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کا فیصلہ کیا۔ بے نظیر حکومت سے سپاہ صحابہ کی کھلی مخالفت، قومی اسمبلی میں مولانا اعظم طارق کی حکومت کے خلاف تقاریر سے جان چھڑانے کے لئے ایک گہری سازش کے تحت مولانا اعظم طارق اور راقم الحروف کا نام شامل کر دیا گیا۔ ریاض حسین پیرزادہ نے ہمارے ساتھ اپنے مقامی سیاسی حریف سید تسنیم نواز گردیزی کو اپنے باپ کے قتل کے مقدمہ میں شامل کر دیا۔

شاہنواز ڈبہ کے قتل کے بعد ۱۵ نومبر کو جب بے نظیر تعزیت کے لئے اس کے گھر موضع شیخو واہن بہاولپور پہنچیں تو یہاں ہمارا نام شامل کرنے اور فوری گرفتاری کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۸ نومبر کو اپنے گھر سمندری سے رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے روانگی کے وقت میرے پاؤں پر چوٹ آگئی۔ لاہور پہنچتے ہی بایاں پاؤں پھول گیا۔ شیخ زید ہسپتال سے پلستر کرایا گیا۔ اسی ضعف کی حالت میں رائے ونڈ حاضری ہوئی یہاں پنڈال کے

باہر ایک خیمہ نصب کر کے ہم نے اپنے قافلے کے ہمراہ بستر لگا دیئے۔

یہ ایک خوفناک شام تھی۔ پاؤں کی سخت تکلیف کے ساتھ رات کے پہلے حصہ میں اسی خیمہ میں میرے موبائیل فون پر سپاہ صحابہ کے ایک حلیف بریلوی عالم علامہ محمد عارف چشتی کی المناک شہادت کی خبر ملی سخت ذہنی کوفت اور کرب والم کے لمحے خدا خدا کر کے گزرے۔ قلبی ہیجان اور دماغی چبھن اس قدر زیادہ تھی کہ مجھے اپنی عادت کے مطابق اس المناک واقعہ نے نڈھال کر دیا۔ پوری شب ایک لمحہ نیند نہ آسکی۔ اگلے روز صبح مولانا اعظم طارق بھی یہاں آ گئے۔ میرے پاؤں کی معذوری کے باعث فیصلہ ہوا کہ دوپہر کی اجتماعی دعا کے فوراً بعد مولانا اعظم طارق علامہ چشتی کے جنازہ میں شرکت کے لئے لاہور روانہ ہونگے۔ خدا خدا کر کے اجتماع کے ہجوم سے ۸ گھنٹوں کے بعد نکل سکا۔ یہ رات بھی علامہ چشتی کی جدائی کے دکھ میں بسر ہوئی ان کے ساتھ دو روز قبل ۱۷ نومبر کو یوم صدیق اکبر کے سیمینار میں ان سے ہونے والی آخری ملاقات کے عمدہ ولولوں اور اعلیٰ جذبوں کی ساری تصویر سامنے آ گئی۔

• علامہ عارف چشتی کو سپاہ صحابہ کی حمایت اور اس عظیم مشن کی نواپردازی کی سزا دی گئی تھی۔ ان کی کاوش وجہد اور سنی علماء فورم کی قیادت نے صحابہ دشمنوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ مولانا اعظم طارق نے ان کی نمازہ جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی اگلے روز یعنی ۲۰ نومبر کو ہم سپاہ صحابہ صوبہ پنجاب کے ایک کنونشن میں فاروق اعظم سیکرٹریٹ شاہدرہ لاہور میں شریک ہوئے

ہماری گرفتاری:-

علماء کونسل کے حافظ طاہر محمود اشرفی کی دعوت میں شرکت کے بعد ہم چنبہ ہاؤس پہنچ کر بستر استراحت پر دراز ہوئے۔ ابھی نصف گھنٹہ گذرا ہو گا کہ پولیس کی پندرہ بیس گاڑیوں نے پورے چنبہ ہاؤس کے تمام گیسٹ بلاکوں کو گھیرے میں لے لیا--- ایڈیشنل

ایس پی لاہور نجف مرزا نے مجھے کہا مولانا اعظم طارق اور تمہیں ابھی ہمارے ساتھ چلنا ہے۔ وفاقی حکومت کی طرف سے خصوصی طور پر آپ کی گرفتاری کا حکم دیا گیا ہے۔ مولانا اعظم طارق اور میں وضو کر کے فوراً ہمراہ ہو گئے سب سے پہلے ہمیں تھانہ سول لائن لایا گیا۔ یہاں سے ہماری کامیاب اور بلا مزاحمت گرفتاری کی اطلاع دینے اور اگلی منزل کی اطلاع حاصل کرنے پر دو گھنٹے صرف ہوئے۔ اس طرح تین بجے چار پولیس گاڑیوں کی نگرانی میں فیروز پور روڈ پر قافلہ روانہ ہوا۔ ہمیں ابھی تک کچھ پتہ نہ تھا کہ ہمیں کس مقدمہ میں گرفتار کیا گیا ہے نہ ہی یہ علم تھا کہ کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔ جب رائے ونڈ روڈ پر چڑھے تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ایک ڈی ایس پی سے منزل معلوم کی تو اس نے پہلے تو لاعلمی ظاہر کی پھر کہا ہمیں آپ کو ملتان پولیس کے حوالے کرنے کا حکم ہے وہاں بہاولپور پولیس آپ کی منتظر ہو گی۔۔اب معلوم ہوا کہ ہمیں شاہنواز ڈبہ کے کیس میں مہمان بنایا گیا ہے----

پہلا جسمانی ریمانڈ اور اے سی حاصل پور کی عدالت میں پیشی:-

ہم صبح دس بجے بہاولپور پہنچے یہاں سے کچھ دیر کے بعد ہمیں پولیس کی نصف درجن گاڑیوں کے ہمراہ حاصل پور پہنچایا گیا۔ اسی علاقے کے تھانہ قائم پور میں ہم پر میاں شاہنواز کے قتل کا مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ تھانہ قائم پور کے مقدمہ نمبر ۴۳۱ مورخہ ۱۶/۱۱/۹۵ کے مطابق شاہنواز ڈبہ کے قتل میں ہم دونوں کے ساتھ سپاہ صحابہ ضلع بہاولپور کے صدر مولانا غلام یٰسین، نائب صدر مولانا عبدالغنی اور مسلم لیگ کے مرکزی نائب صدر اور سابق وفاقی وزیر سید تسنیم نواز گردیزی اور شیخ عبدالرحیم صدر مسلم لیگ حاصل پور (آخر الذکر دونوں لیڈر جو مقامی طور پر شاہنواز ڈبہ کے سیاسی حریف تھے) ان کا نام شامل کیا گیا تھا۔ ایک روز قبل سید تسنیم نواز گردیزی بھی لاہور سے گرفتار ہو کر یہاں پہنچ چکے تھے۔ ہمیں شام چار بجے چوہدری افضل اسسٹنٹ کمشنر حاصل پور کی عدالت میں پیش کیا گیا اس وقت عدالت کے باہر سپاہ صحابہ کے سینکڑوں کارکنوں سے دور ہی سے سلام ہو تا رہا یہاں سے

ہمیں جسمانی ریمانڈ پر پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا۔

ہم نے نماز عصر عدالت ہی میں ادا کی۔ بعد ازاں راستہ تبدیل کر کے براستہ میلسی کہروڑپکا بہاولپور تھانہ مسافر خانہ منتقل کر دیا گیا۔ راقم الحروف کو اسی تھانہ کی حوالات میں بند کر دیا گیا جبکہ مولانا اعظم طارق کو اسی وقت علیحدہ کر کے تھانہ سمہ سٹہ پہنچایا گیا۔

آئی جی پنجاب کے خصوصی حکم کے مطابق ایس پی سی آئی اے بہاولپور چوہدری مسعود اقبال کی نگرانی میں ہماری پہلی رات سے تفتیش کا آغاز کر دیا گیا۔ ٹیم کے دوسرے ارکان میں ڈی ایس پی سٹی بہاولپور چوہدری شوکت مرتضٰی ڈی ایس پی صدر ڈی ایس پی احمد پور شرقیہ میاں ضیاء فیروز ملک قادر بخش ڈی ایس پی حاصل پور سب انسپکٹر نوید اکرم اور سب انسپکٹر محمد رمضان پر مشتمل تھی۔

رات گیارہ بجے سے دو بجے تک پوچھ گچھ جاری رہی۔ یہی ٹیم تھانہ سمہ سٹہ اور تھانہ مسافر خانہ میں ہم دونوں سے دس روز تک سوال و جواب کرتی رہی۔

ذیل میں اس دلچسپ تفتیش کے سوال و جواب کا مختصر نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

س- آپ پر الزام ہے کہ شاہنواز ڈبہ کو آپ کے حکم سے قتل کیا گیا ہے؟

ج- یہ الزام جھوٹا ہے میں یا میری جماعت کسی بھی انسان کے قتل کا تصور نہیں کر سکتی الزام لگانے کو تو آپ ہم پر جنرل ضیاء کے طیارہ کو تباہ کرنے کا الزام بھی لگا سکتے ہیں اصل بات ثبوت کی ہے۔

س- آپ کسی آدمی کا نام بتا سکتے ہیں جو بے شک آپ کی جماعت کا باغی ہو اور یہ کام کر سکتا ہو۔

ج- میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا۔

سوال- حافظ یحییٰ کے قتل کے بعد آپ نے موضع کوٹ اعظم چاہ شیر شاہ میں اس کے جنازہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم پیرزادہ کو اس قتل کا مزا چکھادیں گے آپ کے اسی حکم کی وجہ سے شاہنواز کو قتل کیا گیا ہے؟

جواب- یہ سفید جھوٹ ہے مجھے تو حافظ یحییٰ کے جنازہ میں شرکت سے روکنے کے لئے ایک روز قبل ضلع وہاڑی میں داخل ہوتے ہی گرفتار کر کے ملتان سنٹرل جیل پہنچادیا گیا تھا۔ میں تو جنازہ میں شریک ہی نہیں ہوا تھا۔ وہاں تقریر کیسے کر سکتا تھا--- میں اعلیٰ رپورٹنگ پر آپ کی سپیشل برانچ کو داد تحسین دیتا ہوں۔

سوال- سوری.... جنازہ کے موقع پر نہیں بلکہ جب جنازہ کے پانچ روز کے بعد آپ حافظ یحییٰ کی تعزیت کے لئے ان کے گاؤں موضع کوٹ اعظم آئے تھے اس موقع پر آپ نے یہ تقریر کی تھی۔

جواب- میری وہ تقریر ٹیپ میں محفوظ ہے اگر اس میں آپ کے بیان کردہ الفاظ ہوں تو مجھے پھانسی پر لٹکادیا جائے۔

سوال- پھر آپ نے کیا الفاظ کہے تھے؟

جواب- میں نے تعزیتی اجتماع میں حافظ یحییٰ کے بیمانہ قتل پر سخت احتجاج کیا تھا۔ ہزاروں لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے وہ بحیثیت سربراہ جماعت میرا گریبان پکڑ رہے تھے۔ میں نے ان کے سامنے حافظ یحییٰ کے قتل کے بعد جماعت کی کارکردگی بتائی تھی میں نے اس موقع پر احتجاجی ہجوم کنٹرول کرنے کے لئے لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ سپاہ صحابہ شاہنواز کو قانون کے ذریعے کیفر کردار تک پہنچائے گی اس لیئے ہم نے ملتان ہائیکورٹ میں پیرزادہ پر مقدمہ کے اندراج کی رٹ دائر کر دی ہے اور اس کے ساتھ آئی جی پنجاب سے میں نے حافظ یحییٰ کیس کی

انکوائری کے لئے ڈی آئی جی سپیشل برانچ کی نگرانی میں تین رکنی کمیٹی بنوائی ہے جس نے اگلے روز سے میلسی پہنچ کر کام شروع کرنا ہے-- اگر ہم نے پیرزادہ کے خلاف کوئی غیر قانونی کاروائی کرنا ہوتی تو ہائیکورٹ اور آئی جی کا دروازہ کھٹکھٹانے اور قانونی چارہ جوئی کی کیا ضرورت تھی۔

شوکت ڈی ایس پی- تو پھر شاہنواز کو سپاہ صحابہ کے سوا کون قتل کر سکتا ہے؟

جواب- آپ کو معلوم ہے کہ شاہنواز ڈبہ ایک جرائم پیشہ آدمی تھا۔ اس نے اپنے ۷۰ سالہ جرائم سے بھرپور دور میں ۵۲ سے زائد لوگوں کو قتل کرایا-- آپ کے ضلع کے تھانوں میں اس کے خلاف چوریوں، ڈکیتیوں، اغواء، زنا، شراب اور لڑائی کے ۸۰ سے زائد مقدمات درج ہیں اس موقع پر جب حافظ یحیٰی شہید ہوا اور سپاہ صحابہ اس قتل پر پورے ملک میں احتجاج کر رہی تھی شاہنواز کا کوئی مخالف فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

شوکت ڈی ایس پی- ہم اس علاقہ کے تمام لوگوں کو جانتے ہیں۔ سپاہ صحابہ کے علاوہ گھر میں داخل ہو کر اس کو کسی میں مارنے کی جرات نہیں۔

جواب- ہمیں معلوم ہوا ہے کچھ عرصہ قبل گجر برادری کے لوگوں سے اس کی لڑائی ہوئی تھی دونوں طرف سے کئی روز تک فائرنگ ہوتی رہی آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کوئی ایسی جرات نہیں کر سکتا اب جب کہ گجر برادری کے وہ لوگ ترک سکونت کر کے بورے والا آباد ہو گئے ہیں ان کا کوئی آدمی بھی سال ہا سال کی اس دشمنی کا انتقام لے سکتا ہے۔

ملک ضیاء ڈی ایس پی-آپ کی جماعت کے لوگوں نے بہاولنگر میکلوڈ گنج میں شیعہ کے چند لوگوں کو قتل کیا تھا۔ کیا وہ لوگ اس قتل میں ملوث نہیں ہو سکتے۔

جواب- میکلوڈ گنج کے واقعہ میں ہماری جماعت کا کوئی آدمی شریک نہیں تھا وہاں

بھی ہماری جماعت کے عہدیداروں اور مجھ پر جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا ہے اس کا ثبوت وہ فائل ہے جس میں موقع سے گرفتار ہونے والے دونوں ملزمان کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں ملزمان کا تعلق علاقہ بہاولنگر کی مقامی تنظیم الفاروق سے ہے۔ الفاروق نامی کسی جماعت سے ہمارا کوئی تعلق نہیں

سب انسپکٹر نوید- قتل تو وہاں بھی شیعہ ہی ہوئے ہیں؟

جواب- شیعہ کی مخالف صرف سپاہ صحابہ نہیں بلکہ پوری سنی قوم شیعہ سے اختلاف رکھتی ہے ان کی قابل اعتراض کتابوں سے کوئی بھی سنی مشتعل ہو سکتا ہے۔

ایس پی- شاہنواز ڈبہ کے قاتلوں کی گرفتاری میں آپ ہماری رہنمائی کریں؟

جواب- آپ سب سے پہلے مجھے بتائیں کہ ہمیں کس بنیاد پر گرفتار کیا ہے۔ ہمارے خلاف آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں اگر آپ کے پاس کوئی گواہ ہے تو لاؤ

ہم نے کس کو قتل کا حکم دیا۔ ابھی تک تو آپ کو کسی قاتل ہی کا پتہ نہیں۔ پھر ہمیں کس بنیاد پر گرفتار کیا گیا ہے۔ کیا شاہنواز ڈبہ کی صرف ہمارے ساتھ ہی دشمنی تھی۔ کیا اس کے مخالفین ہر علاقے اور گاؤں میں نہیں۔ کیا وہ جرائم پیشہ نہیں تھا۔ کیا وہ قاتل، چور اور ڈاکو نہیں تھا۔ ایک ڈاکو کی عزت نفس کا تو آپ کو اتنا احساس ہے لیکن حافظ یحیٰ کو تشدد کے ذریعے شہید کرنے والوں میں سے کسی کو آپ نے ابھی تک گرفتار نہیں کیا۔

ایس پی- آپ کو ہم نے تو گرفتار نہیں کیا ہم تو اعلیٰ حکام کے حکم کے تابع ہیں۔ شاید آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو بہاولپور یا پنجاب افسران کے حکم سے پکڑا گیا ہے ہم میں کیا جرات ہے کہ آپ کو پکڑتے، آپ تو اوپر کے

حکم سے گرفتار ہوئے ہیں۔ ہمیں تو صرف تفتیش اور پوچھ گچھ کے لئے کہا گیا ہے ہم تو نوکری کر رہے ہیں اور اعلیٰ حکام کو روزانہ رپورٹ بھیج رہے ہیں۔

جواب۔ آپ بے نظیر کو ہمارا پیغام دو کہ وہ پوچھ رہے ہیں کہ ہمارا جرم بتاؤ۔ اگر ہم قاتل ہیں تو ثبوت لاؤ، گواہ لاؤ اگر ہم بے نظیر حکومت کی مخالفت نہ کرتے تو ہمیں کبھی گرفتار نہ کیا جاتا۔۔ ہمارے ساتھ ملک بھر سے تین ہزار کارکن کیوں پکڑے گئے ہیں کیا وہ بھی شاہنواز قتل میں ملوث ہیں--

شوکت ڈی ایس پی ہم تو انصاف اور سچائی کے قائل ہیں اگر آپ پر جرم ثابت ہوا تو ضرور آپ کو مجرم کہیں گے اگر نہ ثابت ہوا تو ہر جگہ آپ کو بے گناہ کہیں گے۔ ہم نے تین دن کی تفتیش پر آئی جی کو کہہ دیا ہے کہ یہ دونوں قائدین شاہنواز کے قتل میں ملوث نہیں۔۔۔اس وقت تک ہماری یہی رائے ہے۔

جواب۔ اگر ہم نے قتل کرانا ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے خلاف کتابیں لکھنے والوں کو قتل کراتے۔ ہم نے تو یہ تمام معاملات قانون کے سپرد کر رکھے ہیں۔ ہم نے اپنے مطالبات منوانے کے لئے کبھی تشدد کا راستہ نہیں اپنایا۔ ہم نے ہمیشہ قانون کی بالادستی کی بات کی ہے اسی لئے قومی اسمبلی میں ہم نے ناموس صحابہ بل پیش کیا ہے۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ ہم قتل و غارت کے قائل نہیں، ہم تشدد کے ذریعے اپنا مشن پھیلانا نہیں چاہتے۔ ہم نے ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے آئینی طریقہ اختیار کیا ہے یہی مولانا حق نواز کا مشن تھا۔

ایس پی۔ ہم بہت پریشان ہیں ہم پر اوپر سے بہت دباؤ ہے۔ ہمیں روزانہ بہاولپور سے اسلام آباد تک رپورٹ دینا پڑتی ہے۔ آج ۶ روز ہونے کے

باوجود آپ نے ہمیں کچھ نہیں بتایا اچھا آپ اپنے گن مینوں کی صفائی دے سکتے ہیں؟

جواب- کیا آپ بے گناہوں کو ہر صورت گناہ گار بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں مجھے سپاہ صحابہ کا سرپرست مقرر ہوئے ٦ سال ہو گئے ہیں جہاں بھی کوئی شیعہ قتل ہوتا ہے- سپاہ صحابہ کا سربراہ ہونے کی وجہ سے میرا نام لکھ دیا جاتا ہے اکثر مقدمات میں اصل ملزمان بھی گرفتار ہو چکے ہیں کیا آج تک کسی جرم میں میرا ملوث ہونا ثابت ہوا ہے-
شیعہ عید گاہ بہاولپور بم دھماکہ، شاہ گردیز ملتان پر فائرنگ وھاڑی، چیچہ وطنی کے واقعات اور مولانا اعظم طارق کے نام الزام ثابت نہ ہونے پر پولیس نے مقدمہ ڈسچارج کیا ہے- میں آج بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ جب بھی اس مقدمہ کا کوئی اصلی ملزم گرفتار ہو گا ہماری بے گناہی ثابت ہو جائے گی--- باقی رہی بات گن مینوں کی تو میں ہر طرح ان کی صفائی دینے کے لئے تیار ہوں اگر آپ کے پاس ان کے خلاف کوئی شہادت ہے تو میں کل ہی ان کو بلا کر پیش کر دیتا ہوں-

ایس پی- ہم نے پہلے آپ سے عہد کیا تھا کہ کسی بے گناہ کو ناجائز طور پر ملوث نہیں کریں گے ہم آج بھی اس عہد پر قائم ہیں- ہمیں کہا جا رہا ہے کہ جلدی جلدی .... کرو- لیکن ہم خدا کو حاضر جان کر تمام افسران وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک کوئی صحیح ثبوت سامنے نہ آیا آپ کو چالان نہیں کریں گے--- لیکن آپ کو رہا کرنا ہمارے بس میں نہیں یہ اوپر کی بات ہے-

جواب- آپ اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کریں- سچی بات کو سچ کہنے کا حوصلہ کریں-

ایس پی- ہم نے صحیح صورت حال اعلیٰ حکام تک پہنچا دی ہے-

جواب۔ شکریہ

شوکت مرتضیٰ۔ آپ خیرپور ٹامے والی میں ۷ اکتوبر کو ارشد ہمدانی سپاہ صحابہ کے ضلعی سیکرٹری کی شادی میں شریک ہوئے کیا اس موقع پر سید تسنیم نواز گردیزی سے آپ کی ملاقات یا میٹنگ ہوئی۔

جواب۔ میں نے سید ارشد ہمدانی کا نکاح پڑھایا تھا۔ جب ہم نکاح اور کھانے سے فارغ ہو کر نکل رہے تھے تو کسی نے بتایا سید تسنیم نواز گردیزی پنڈال میں پہنچ گئے ہیں۔ ہماری کوئی ملاقات یا اس روز میٹنگ نہیں ہوئی۔

(یاد رہے کہ) بعد میں سید تسنیم نواز گردیزی کی ضمانت کے ریمارکس میں لاہور ہائیکورٹ اس مقدمہ کے اس دعوے کو جس میں کہا گیا تھا کہ شادی کی میز پر سید تسنیم نواز گردیزی اور راقم الحروف کے درمیان شاہنواز کے قتل کا مشورہ ہوا تھا مسترد کر چکی ہے کہ شادی کی میز پر سینکڑوں لوگوں کے سامنے قتل کا مشورہ نہیں ہو سکتا۔

ایس پی۔ ہماری اطلاع کے مطابق آپ دونوں نے شادی مذکورہ پر خصوصی ملاقات کی۔

جواب۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر ہماری دونوں کی ملاقات ارشد ہمدانی کی شادی پر ثابت ہے تو یہ بتائیں پھر ہمارے ساتھ ایماء میں مولانا اعظم طارق مولانا عبدالغنی اور مولانا یٰسین کا نام کیوں شامل کیا گیا یہ لوگ تو شادی میں شریک ہی نہ تھے۔

ڈی ایس پی ملک ضیاء آپ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے۔

جواب۔ کیا آپ کے ساتھ ہمارے تعاون کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس قتل کا اقرار کریں اور جھوٹ موٹ بیانات دے کر حقائق کا منہ چڑائیں کیا پھر آپ کی کارکردگی بہتر ہو جائے گی۔ آپ کے نمبر بن جائیں گے۔

لیکن اس سے کس کا فائدہ ہو گا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ہم پر الزام ثابت کریں یا رہا کریں ہم بے گناہ ہیں۔ ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ کیا کسی بے گناہ کو قتل کے مقدمہ میں پھانسنا دیانت داری ہے۔ کیا اس سے آپ چاروں افسران کو ترقی مل سکتی ہے۔ اگر غلط اقرار سے آپ کو اعلیٰ عہدوں پر ترقی مل سکتی ہو تو اعلیٰ حکام سے بات کرلیں ہم آپ کے لئے یہ کچھ بھی کرلیتے ہیں۔

ایس پی۔ ہرگز ایسا نہیں۔ ہم صرف حقائق تک پہنچنا چاہتے ہیں آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں؟

جواب۔ آپ جو کچھ پوچھیں گے ہم بتائیں گے لیکن آپ جھوٹ بولنے پر اصرار کیوں کرتے ہیں؟

ایس پی۔ کیا آپ وہاڑی کے اعجاز فوجی کو جانتے ہیں

جواب۔ میں نے اس کا نام ضرور سنا ہے دو سال قبل وہاڑی کے جلسہ میں اسے دیکھا تھا۔

ایس پی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اعجاز فوجی یا اس کے ساتھیوں نے شاہنواز کو قتل کیا ہو۔

جواب۔ مجھے کچھ علم نہیں۔

ایس پی۔ اعجاز فوجی اور امانت عرف مکھن نے شاہنواز پر ایک سال قبل فائرنگ بھی کی تھی کیا آپ کو اس کا کچھ علم ہے؟

جواب۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ فائرنگ ایک ڈھونگ تھا جس کے ذریعے شاہنواز اپنے مخالفین کو پولیس تشدد سے مروانا چاہتا تھا چنانچہ اسی کے باعث حافظ یحییٰ کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا۔

ایس پی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اعجاز فوجی اور اس کے ساتھیوں نے شاہنواز کو حافظ یحییٰ کی ہلاکت کے بدلہ میں قتل کیا ہو؟

جواب- ملک قادر بخش ڈی ایس پی حاصل پور نے کہا کہ شاہنواز کے قاتلوں کے عینی شاہدین قاتلوں کو پہچان سکتے ہیں۔ جب بھی قاتل پکڑے جائیں گے اس کی تصدیق ہو جائے گی۔

ڈی ایس پی شوکت یہ تو بعد کی بات ہے آپ بھی تو ہم سے کچھ تعاون کریں

جواب- آپ پھر وہی بات کر رہے ہیں کہ کیا میں ناجائز لوگوں کے نام لینا شروع کر دوں۔ اگر اس قتل کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم ہو تا یا آپ کے پاس کوئی ثبوت یا گواہ ہو تو سامنے لائیں۔ ایک ہی بات پر ایک ہفتہ لگا دیا گیا ہے۔

اس کے بعد دوبارہ اے سی بہاولپور سے سات دن بعد مزید سات دن کا ریمانڈ حاصل کیا گیا اس دوران اسی قسم کے سوالات سے پالا پڑتا رہا۔ اس دوران ڈی آئی جی بہاولپور سمیع الرحمان نے بھی تھانہ مسافر خانہ کا دورہ کیا۔ ایس ایس پی بہاولپور فیاض لغاری بھی آئے۔ دونوں تھانوں کو ۱۴ روز تک تین سو پولیس اہلکاروں نے گھیر رکھا تھا۔ تھانہ مسافر خانہ کے انچارج رانا اکمل ایک انتہائی خلیق اور اعلیٰ تجربہ کے حامل افسر تھے انہوں نے اپنی زیر نگرانی رہائش و طعام کا عمدہ انتظام کیا ہوا تھا۔ ان کے اہلکار ہمیں بار بار کہتے تھے آپ کی یہاں آمد سے ہماری آمدن رک گئی ہے اب تو کسی سفارشی کی آمد اور رشوت تو کجا کسی دوسرے ملزم کو بھی یہاں لانے کی اجازت نہیں۔ تمام پولیس والے بھوک سے کراہ رہے ہیں۔ نامعلوم آپ کی جان یہاں سے کب چھوٹتی ہے۔

رانا اکمل کی تعلیمی قابلیت اور تفتیشی تجربہ نے میرے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا انہوں نے اگرچہ مجھے کوئی غیر قانونی رعایت نہیں دی۔ لیکن ایک مذہبی جماعت کے سربراہ اور عالم ہونے کے ناطے میرے ساتھ ان کا رویہ نیازمندانہ تھا۔۔ ملاقات پر سخت پابندی کے باعث وہ بھی مجبور تھے۔ ۱۴ روز میں چھوٹے بھائی الحاج شفاء الرحمان بخاری اور سمندری کے ایک وفد کے علاوہ جو اعلیٰ حکام سے اجازت لے کر آیا تھا کسی کی ملاقات نہ کرائی گئی۔

تھانہ مسافر خانہ کے علاقہ میں گرفتاری سے ایک ہفتہ قبل میں ایک بہت بڑا جلسہ کر چکا تھا۔ علاقہ کے زمیندار، علماء، کسان اور کارکن خفیہ سلام و پیام پہنچاتے رہے۔ سپاہ صحابہ کے ایک بہت ہی مخلص فرزند نے قاری بشیر احمد افسران کے پاؤں سے لپٹ کر دو مرتبہ ہم تک پہنچ ہی گئے۔ انہوں نے مکھن اور ساگ پہنچانے کے لئے ہماری مرضی کے خلاف درجنوں پولیس افسروں کی خوشامد کی۔ ان کی محبت اور گہری عقیدت کا نقش کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ خدا ان کو آباد و شاد رکھے۔

تھانہ مسافر خانہ کی حوالات میں گذری ہوئی ۱۴ راتوں نے قلب و دماغ پر عجیب و غریب اثرات مرتب کیئے۔ رات نو بجے کے بعد بہاولپور سے (جو یہاں سے بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔) پولیس افسران آتے اور پوچھ گچھ کا سلسلہ زلف محبوب کی طرح دراز ہوتا رہا۔ کبھی تفتیش کے دوران تلخی اور کشیدگی تک نوبت پہنچ جاتی۔ کبھی افسران کوئی بھی جواب نہ پاکر لن ترانیاں ہانکنے لگتے۔ کبھی میں سخت گفتگو سے ان کو حیران کرتا۔ اکثر انہیں میرے سوالات سن کر پریشانی ہوتی۔ وہ لاجواب ہو کر پسپا ہو جاتے تھانہ کا عملہ میرے لئے بالکل اجنبی اور نیا تھا لیکن اس کے انچارج اور معاون انچارج کے اعلیٰ اخلاق نے افسردگی اور اداسی کو پھٹکنے نہ دیا۔

تفتیشوں کا مرحلہ کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے۔ اس کا ہر آدمی کو تو پتہ نہیں یہ دن جیل کے مقابلے میں سخت کالے پہاڑوں کی مانند ہوتے ہیں لیکن خدا کے فضل سے ہم اس مرحلے سے بھی سرخرو ہو کر نکلے۔ حالانکہ

سہولتیں لاکھ میسر ہوں اسیری پھر اسیری ہے
قفس میں آ ہی جاتا ہے خیال آشیاں اکثر

سخت سے سخت اذیت اخبار نہ ملنے کی تھی یہاں تین روز پرانی خبروں پر مشتمل قومی اخبارات کے ڈاک ایڈیشن شام کو ملتے، گرفتاری کے دس روز کے بعد سپاہ صحابہ کراچی

کے حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ اور راو ران کے ۱۳ ساتھیوں کی خصوصی عدالت سے سزائے موت کی خبر پڑھ کر جو تکلیف پہنچی تھی۔ اس کے مقابلے میں یہ ۱۴ روزہ تفتیش کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی اس تکلیف دہ احساس نے جسم کے انگ انگ کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ بے نظیر کے خصوصی حکم سے ہماری گرفتاری کا ایک یہ پہلو بھی سامنے آگیا۔

یہ کاروبار غم بھی عجب کاروبار ہے
قلت ہے گاہکوں کی دکان زیر بار ہے

انسان تو ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ

عارضوں کے گلاب تازہ رہیں
اور غنچہ لب کبھی نہ مرجھائیں

لیکن حالات کی ستم ظریفی، مشن پر پختگی، نصب العین کی سچائی، دین مصطفوی کی سربلندی کا یہ پرچم تھامنے والوں کو اپنوں اور پرائے لوگوں سے یہی گلہ رہا ہے۔

وہ میری محبت کا کیا خوب صلہ دے گا
کچھ زخم نئے دے گا کچھ درد بڑھا دے گا

حکمرانوں نے سپاہ صحابہ کو صرف جیل میں ڈال کر عوام سے دور رکھنے کی سازش نہیں کی تھی بلکہ اس کا مقصد مرکزی اور صوبائی لیڈروں کو خصوصی عدالتوں سے سزائیں دلوا کر اس جماعت کو بیخ و بن سے اکھاڑنا تھا۔ ہماری گرفتاری سے پہلے سندھ اور پنجاب کی قیادتیں تو جیلوں میں تھیں لیکن ہمارے بعد آخری شوق بھی پورا کر لیا گیا۔

قاتل کو کوئی قتل کے آداب سکھائے
دستار کے ہوتے ہوئے سر کاٹ رہا ہے

ہماری گرفتاری پر احتجاج اور ملک بھر میں تین ہزار کارکنوں کی گرفتاریاں:-

حکومت نے ہماری گرفتاری کے ساتھ ہی مرکزی، صوبائی، اور ضلعی قیادتوں کو تین تین ماہ کے لئے نظر بند کر دیا۔ ۲۰ نومبر سے لے کر ۲۵ تک جو کارکن بھی ہتھے چڑھ گیا۔ سرکاری مہمان بنالیا گیا۔ ہر قصبہ، اور ہر شہر میں گرفتاریوں کے وسیع جال کے باوجود ملک بھر میں ہماری گرفتاری پر سخت احتجاج ہوا۔

افسر شاہی کی حماقت ملاحظہ کریں کہ شاہنواز ڈبہ کے قتل کا واقعہ تو ضلع بہاولپور میں ہوا لیکن گرفتاریاں رحیم یار خان اور راولپنڈی سے بھی کی گئیں۔ سرخ فیتہ کے شکار انگریزی تہذیب کے دلدادہ چیف سیکرٹری ہوم سیکرٹری آئی جی کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں میں سے آج تک اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کہ ایک لیڈر کو گرفتار کرنے کے بعد اس کی جماعت کے تین ہزار کارکنوں کی گرفتاری کا کیا جواز تھا؟۔ ہر علاقے اور شہر میں حکومت کے خلاف یہ وہ نفرت کا جال تھا جسے بے نظیر کے ناعاقبت اندیش افسروں نے بنا۔ پھر جب ایک سال میں دو مرتبہ اس نوعیت کے آپریشن کے باوجود ہر جگہ قتل و غارت کا بازار گرم رہا تو وزیر داخلہ جنرل نصیر اللہ بابر کو کہنا پڑا کہ ملک گیر آپریشن کسی مسئلے کا اس وقت حل نہیں آئندہ صرف متعلقہ افراد کی گرفتاری ہوگی کسی اور کو نہ تو گرفتار کیا جائے گا نہ کسی مذہبی جماعت پر پابندی لگے گی۔

ہماری گرفتاری کے خلاف احتجاج اور قومی اخبارات:-

ملک کا کوئی شہر اور علاقہ کوئی صوبہ اور ڈویژن ایسا نہ تھا۔ جہاں سال بھر میں ایک مرتبہ احتجاج نہ ہوا ہو۔ کالجوں سے لیکر ایوان حکومت تک مساجد سے لیکر بازاروں اور

چوراہوں تک ہمارے لاکھوں کارکنوں نے جلسوں جلوسوں اور مظاہروں کے ذریعے سپاہ صحابہ کے خلاف یکطرفہ اپریشن اور انتقامی کاروائی پر احتجاج کیا۔ ہماری گرفتاری کے خلاف مذہبی اور سیاسی ہر جماعت نے آواز بلند کی۔ ساری دنیا دیکھ رہی تھی صرف بے نظیر کی کاروائی یک طرفہ تھی سپاہ صحابہ کے لاہور میں ۴۴ کارکن شہید ہوئے تھے ان کا کوئی ملزم گرفتار نہیں کیا۔ تحریک جعفریہ اور شیعہ کی کئی دوسری جماعتوں کے لیڈروں کے خلاف بھی ہماری طرف سے مقدمات درج تھے ان میں سے ایک بھی لیڈر نہیں پکڑا گیا۔ صرف سپاہ صحابہ کے خلاف بے نظیر کی کاروائی نے پاکستان کے ۱۳ کروڑ اھلسنت میں سپاہ صحابہ کی حمایت اور ہمدردی پیدا کی۔

سات روزہ ریمانڈ کے بعد اے سی بہاولپور کی عدالت میں خصوصی بیان

پہلے سات روزہ ریمانڈ کے بعد اے سی بہاولپور کی عدالت میں مزید ریمانڈ کے لئے ہمیں سورج نکلنے کے ساتھ ہی تھانوں سے ایک بڑے قافلے کی صورت میں عدالتی اوقات سے ایک گھنٹہ قبل ہی بہاولپور لایا گیا۔ ہمارے لئے سیکورٹی کا بہانہ بنا کر وقت سے قبل عدالت لگائی گئی۔ اس طرح اوقات عدالت سے پہلے ہی ہم فارغ ہو گئے اور مزید سات روزہ ریمانڈ کے بعد ہمیں متعلقہ تھانوں میں پہنچا دیا گیا۔

عدالت میں پیشی کے موقع پر کچہری کا سارا علاقہ سینکڑوں پولیس ملازمین کے گھیرے میں لیا گیا تھا۔ ہم نے اس موقع پر اے سی کی عدالت میں درج ذیل بیان داخل کیا۔

جناب اے سی صاحب

آج ہمیں قتل کے جس مقدمہ میں آپ کی عدالت میں پیش کیا جارہا ہے۔ وہ بے بنیاد اور جھوٹا ہے۔ آپ پولیس افسران سے تو پوچھیں کہ ہم پر کوئی الزام ثابت ہوا ہے یا نہیں اگر ثابت ہوا ہے تو ہمارا چالان مکمل کر کے عدالت میں پیش کیا جائے اگر ابھی تک کوئی

شواہد نہیں ملے تو ہمیں یہیں سے فارغ کیا جائے۔

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ عدالت کی ایسی کرسی پر براجمان ہیں جو انصاف اور عدل کا تقاضا کرتی ہے۔ آپ حکمرانوں کی خواہشات پر فیصلہ کرنے کی بجائے انصاف کا پرچم بلند کرتے ہوئے جرات مندانہ فیصلہ کریں میں آج واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ عدالتیں بے نظیر کی غلام بن چکی ہیں۔ انصاف فروخت ہو رہا ہے۔ بے گناہوں کو چھوڑنا ججوں کے اختیار میں نہیں رہا۔ جو آدمی حکومت کا مخالف ہوا سے قتل کے جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر عدل کا منہ چڑایا جا رہا ہے۔ کیا آپ اپنی قانونی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ کیا آپ نے داور محشر پیش نہیں ہونا۔ آپ نے بھی ایک نہ ایک دن خدا کی عدالت میں آنا ہے اگر آج انصاف کی منڈیر پر آپ کوئی فیصلہ نہیں کرتے تو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

محترم اسسٹنٹ کمشنر صاحب.....

کیا آپ یا یہ پولیس افسران ہم کو قاتل سمجھتے ہیں۔ کیا ہمارے خلاف قتل کا کوئی گواہ موجود ہے۔ کیا ہم پر الزام کا ایک فیصد حصہ بھی ثابت ہوا ہے۔

اگر جواب نفی میں ہے تو آپ مزید ریمانڈ پر ہمیں کیوں دوبارہ پولیس کے سپرد کر رہے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہے آپ ہمارے سامنے پولیس افسران سے پوچھیں کہ انہوں نے ابھی تک کیا کیا ہے۔ کس بنا پر ہمیں حوالات میں بند کر رکھا ہے اگر ہمارا مدعی جو شیعہ اور پیپلز پارٹی کا ایم این اے ہے ہمیں ملزم تحریر کر رہا ہے تو کیا یہاں آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں کیا بلا تفریق تفتیش کرنا اور ضمیر کے مطابق فیصلہ کرنا آپ کا فرض نہیں ہے؟ کیا بہاولپور کی پولیس اور عدالتیں جاگیرداروں کی غلام بن گئی ہیں؟ کیا آپ کے ضمیروں کو سرمائے کی جھنکار نے خرید لیا ہے؟ کیا آپ نے ظلم وجبر کے نشانات، جھوٹ اور فریب کے علمبرداروں کی اطاعت قبول کر لی ہے۔۔ اے سی صاحب ہمیں بتائیں ہمیں کیوں گرفتار کیا ہے ہمارے خلاف گواہ لاؤ، تفتیش کی رپورٹ لاؤ۔ ہمیں مجرم

ثابت کرو ورنہ رہا کرو"۔

ہم نے تحریری بیان عدالت میں پیش کیا۔ اے سی صاحب نے اسے ملاحظہ کر کے صرف اس قدر جواب دیا۔ "ہم اس لمحے کچھ کرنے کے مجاز نہیں صرف سرکار کے احکام کے پابند ہیں ماتحت افسر کر بھی کیا سکتا ہے؟" ہم مجبور محض افسر کی یہ بات سن کر مسکرائے اور دفعتاً سارا قافلہ دوبارہ پہلی منزل کی طرف لوٹ گیا۔

جسمانی ریمانڈ کے بعد

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے تمام پرانے مقدمات میں گرفتاری ڈالنے کا حکم تین روز تک پورے ملک میں وائرلیس پر نشر ہوتا رہا

جو حکم حاکم ہو کر گزرو کہیں ایسا نہ ہو
کل پشیمان ہوں کہ دل کا کہا مانا نہیں

ہماری گرفتاری کو ایک ہفتہ گزرا ہو گا کہ بے نظیر کے پرسنل سیکرٹری احمد صادق نے تمام صوبوں میں حکومت کی طرف سے ایک سرکلر جاری کیا کہ سپاہ صحابہ کے سربراہ ضیاء الرحمان فاروقی اور ممبر قومی اسمبلی مولانا اعظم طارق پر جہاں بھی کوئی اور مقدمہ ہو اس میں ان کی گرفتاری ڈال دی جائے۔

پنجاب حکومت کے ایک ڈی آئی جی کے مطابق بہاولپور سمیت صوبہ بھر کے تمام پولیس وائرلیس کنٹرول پر یہ پیغام نشر ہوتا رہا کہ سپاہ صحابہ کے لیڈروں کے خلاف تمام مقدمات بہاولپور لے جا کر ان کی گرفتاری ڈال دی جائے۔

بے نظیر کے خصوصی آرڈر کے مطابق اعلیٰ سطح پر فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ سپاہ صحابہ کو مکمل طور پر کرش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے قائدین کو طویل عرصہ تک جیل میں ڈال کر انہیں عدالت سے کڑی سزائیں دی جائیں یہ سب کچھ بے نظیر کے شوہر

آصف علی زرداری کی نگرانی میں ہو رہا تھا۔

آصف زرداری کے شیعہ ہونے کے باعث پاکستان کے ایرانی سفارتخانہ کے ان سے خصوصی روابط تھے۔ ان دنوں میں ایران کے کئی کارندوں نے خفیہ طور پر اسلام آباد کا دورہ کیا وزیر اعظم کی طرف سے گرین سگنل ملنے پر اس منصوبے پر عمل شروع کر دیا گیا۔ جن پرانے مقدمات میں پولیس ہمیں بے گناہ یا ڈسچارج کر چکی تھی وہ تمام فائلیں کھل گئیں۔ بہت زیادہ بھاگ دوڑ کے بعد راقم الحروف پر قتل کے تین، تقاریر کے ۱۴ اور مولانا اعظم طارق پر قتل کے دو اور تقاریر کے ۱۶ مقدمات ڈال دیئے گئے۔

۳ دسمبر کو جب ہم جیل میں داخل ہوئے تو تھانہ سرائے عالمگیر جہلم، تھانہ میکلوڈ گنج بہاولنگر اور کئی اضلاع کے تھانیدار ہمارے نامہ اعمال میں مختلف رنگ بھرنے کے لئے موجود تھے۔ دھڑا دھڑ مقدمات درج کئے جا رہے تھے۔ کئی پرانے مقدمات کی بعد میں آمد کی نوید سنا رہے تھے۔ مختلف تفتیشی افسر ہمیں اس طرح گھور رہے تھے جیسے انہوں نے تمام قتل کے واقعات کا سراغ لگالیا ہو۔ اور ہمیں مجرم ثابت کر دیا گیا ہو۔ کئی اہلکار ہمارے ساتھ ہمدردی جتلا کر اپنی مجبوری کا ذکر کر رہے تھے۔ ایک افسر نے علی الاعلان کہہ دیا۔ ہمیں معلوم ہے یہ سب کچھ انتقامی کاروائی ہے۔ قائدین سپاہ صحابہ بے گناہ ہیں۔ ہمیں بعض مواقع پر کھلکھلا کر ہنستا اور پریشانی کی بجائے مسرت کا اظہار کرتے دیکھ کر کئی لوگ گھبرا رہے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل منیر احمد ہوستانہ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جام عزیز الرحمٰن نہایت خوش روئی سے پیش آئے۔

ہمارے جیل پہنچتے ہی ملاقاتیوں کا ہجوم اُمڈ پڑا۔ پنجاب بھر کے سینکڑوں کارکن جیل کے باہر نعرے لگا رہے تھے ہمیں پہلے سے جیل کے اندر ۲۳ نمبر بارک میں سپاہ صحابہ کے دیگر قیدیوں کے پاس پہنچا دیا گیا۔ یہاں رحیم یار خان اور حاصل پور کے پرانے ساتھیوں کے علاوہ ہماری گرفتاری کے بعد ہونے والی نظربندیوں کے سزاوار ڈویژن بھر کے ایک سو

کے قریب کارکنوں کا ہجوم دیکھ کر طبیعت تازہ ہو گئی۔

یہ ہے پہچان خاصان خدا کی ہر زمانے میں
کہ خوش ہو کر خدا ان کو گرفتار بلا کر دے

جسمانی ریمانڈ کو ہمارے ملک میں جسمانی تشدد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا مقصد صرف پوچھ گچھ ہے۔ یہ رقم اینٹھنے کا ذریعہ ہے۔ اس کی آڑ میں سادہ لوحوں کو اذیت ناک لمحوں سے ڈرا کر لوٹا جاتا ہے۔ تمام ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کے مقابلے میں جسمانی ریمانڈ لینے والوں کا کردار زیادہ گھناؤنا ہوتا ہے۔ قانون کی چھتری کے نیچے بعض پولیس افسر جسمانی تشدد کے ذریعے ہٹلر اور چنگیز کا ریکارڈ بھی توڑ دیتے ہیں پھر فریادیوں کی جیبوں سے جلد رقوم برآمد ہو جاتی ہیں۔ کبھی گھریلو، زیور اور جائیداد اور جانور بیچ کر پولیس کا منہ بند کیا جاتا ہے کبھی قرض اور بیٹیوں کا جہیز کام آ جاتے ہیں بے رحم افسروں اور رشوت کے عادی اہلکاروں کی یہ کارگذاری کسی ڈاکو، رہزن، چور، اور جگا وصول کرنے والے سے کم نہیں ہوتی اسے سفید پوش ڈاکوؤں اور قانون کے سائے میں پروان چڑھنے والا لٹیرا کہا جا سکتا ہے۔ باہر کے تمام مجرم ایسے ہی افسران کی خواہش ناحق کی پیداوار ہیں۔ جرائم کی کڑی سے کڑی سزاؤں کے باوجود چوریوں، ڈکیتیوں، قتل و غارت اور بدمعاشیوں میں اضافہ انہی کا رہین کرم ہے۔ جب تک یہ اندر کے ڈاکو برسرپیکار ہیں اس وقت تک باہر کے ڈاکوؤں کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی---

اس وقت پاکستان کا موجودہ نظام اسی جبر ناروا کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے---اور ساری قوم اس کی تلخی کے بوجھ تلے کراہ رہی ہے--- شاید کوئی مسیحا آئے اور انگریز کی یادگار سے امت مسلمہ کو محفوظ کرے۔

سنٹرل جیل بہاولپور کے شب و روز

(۳ دسمبر سے ۶ دسمبر تک (۱۹۹۵ء)

بقول شورشؒ

سجن افرنگ کو لبیک کہی ہے میں نے
اپنے اسلاف کے بے خوف پن کی خاطر
نوجوان عمر کے دس سال گذارے میں نے
قید کی گود میں ناموس وطن کی خاطر

جذبہ محبت کے بغیر کوئی تکلیف گوارا نہیں ہو سکتی- پیار و انس کی طاقت تمام طاقتوں پر حاوی ہے- عشق کشمکش حیات کی سب سے عمیق گھاٹی ہے اس کی قوت بے کراں- اس کا ولولہ سب پر بھاری ہے اس کی توانائی سارے دہر سے سوا ہے- اس کی وقعت سب سے زیادہ ہے- اس کی گرمی کا کوئی سہیم نہیں- اس کی تپش کا کوئی ثانی نہیں- اس کی خلش کی کوئی نظیر نہیں-

• جذبوں کی دنیا میں پیار و محبت سے بھاری کوئی پتھر نہیں- جس نے یہ پتھر اٹھالیا اس کے سامنے ساری کائنات ہیچ ہو گئی- محبت و عشق کی دولت قدرت الٰہی کا وہ گراں مایہ عطیہ ہے جو ہر ذی روح کو نصیب نہیں ہو تا- اب دیکھنا یہ ہے کہ اس متاع حقیقی کا مصرف کیا ہے- بتوں کی مالا، دنیائے دنی، حسن لالہ فام، ملاحت زیبائی عارض گلگوں، چاند صورتیں، تابناک چہرے، متوازن اجسام.... چشم غزال، خد و قد، کیا اشرف المخلوقات صرف اپنے ہی ہم مثلوں کی جبہ سائی کے لئے بنائی گئی ہے- دلربائی کی دولت کے سوا اس کا کوئی خزانہ ہی نہیں- کیا عشق کا حقیقی محور محبت کا اصلی جادہ، پیار کی آخری منزل صرف لذت نفسانیت قرار پائی ہے- چند ساعتوں کا فریب بنایا گیا ہے- دو دلوں کا ملاپ دو جسموں کا گداز دو

آنکھوں کا وصال مانا گیا ہے-- ہرگز نہیں--- بلکہ یہ ساری تگ و تاز خالق حقیقی اور اس کے سب سے بڑے شاہکار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دین، اس کے شعائر اور ان کے اصحاب و اھلبیت سے محبت کے لئے کی گئی ہے۔ ۱۸ ہزار مخلوقات کی سرداری صرف اسی حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے عطا کی گئی ہے---- مگر ایک انسان ہے---جو عارضی لذتوں کے صحرا میں بھٹک کر حقیقی منزل کو فراموش کر بیٹھا ہے۔

یہی جذبہ اور بس یہی اک آرزو تھی۔ یہی محبت و عشق کا حقیقی زاویہ تھا یہی پیار و انس کی وہ اتھاہ گہرائی تھی جس کو پانے کی خواہش نے سارے دکھ مٹا ڈالے تھے---اور ہم گویا اس شعر کی تصویر تھے۔

سھل یوں . راہ زندگی کی ہے
ہر قدم ہم نے عاشقی کی ہے۔

ہمیں پہلے ہی روز خدائے لم یزل کی خصوصی نصرت کا یقین تھا۔ ہمارا ضمیر مطمئن تھا۔ ہمارا دامن صاف تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ حکمرانوں نے آتش حسد کا جو ڈھانچہ تیار کیا ہے۔ وہ نقش بر آب ہے اس کی عمارت بے اساس ہے ریت کی یہ دیوار جلد ہی دھڑام سے گر جائے گی۔ حکومت کا ایک الزام بھی قانون و انصاف کے پیمانے پر پورا نہیں اترتا تھا۔ پھر بھی یہ خطرہ تھا--- کیونکہ

فاختائیں بھی ہیں اس دور کی آشفتہ مزاج
شاخ زیتون گرا دیتی ہیں منقاروں سے

اس وجہ سے جمعیت خاطر مضمحل ہونے کی بجائے مطمئن تھی اور زندانوں کے ایام و شہور کاٹنے پر آمادہ تھی ہم سمجھتے ہیں کہ دینی تحریکوں اسلامی جماعتوں اولوالعزم مصلحوں اور ان کے رفقاء کو ہر دور میں جاں گسل مصائب سے گزرنا پڑتا ہے۔ جرات و بسالت کے ساتھ اسلام کے کسی بھی شعبے میں کام کرنے والا ہر وقت مشکلات سے دوچار

رہتا ہے۔ بسا اوقات اسے ابتلاء و آزمائش کے ایسے ایسے کٹھن حالات سے گزرنا پڑتا ہے جہاں وہ چاروں طرف سے مایوسیوں کے بادلوں میں گھر جاتا ہے۔

تاہم دین کے ہر علمبردار، اسلام کے ہر داعی، شریعت محمدیہ کے ہر کارکن کو ہر دم یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے۔ اور یہی اس کا اثاثہ حیات ہے۔ یہی اس کی متاع اصلی ہے یہی اس کے سارے کا اصل زیور ہے۔

سروں کی فصل کٹے یا لہو کی بارش ہو
فضا تو نکھرے گی کچھ اہتمام کرنے سے

۱۴ روزہ جسمانی ریمانڈ کے دوران ملک بھر میں ہمارے اوپر جسمانی تشدد کی کہانیاں مشہور ہوئیں۔ بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں مار پیٹ بازو اور ٹانگیں توڑ ڈالنے کے نام پر احتجاج ہوئے قطب الاقطاب حضرت مخدوم مکرم مولانا خان محمد صاحب نے انہی دنوں اپنے دکھ بھرے خط میں دعاؤں سے نوازا۔ لیکن خدا نے ہمیں ہر قسم کے تشدد سے محفوظ رکھا۔ ذہنی اذیت اور جگ راتوں کی تکلیف گو اس سے زیادہ تھی لیکن کسی پولیس افسر نے ہمیں ہاتھ تک نہ لگایا۔ اعلیٰ حکام اور شیعہ افسروں کی بسیار کوشش کے باوجود سپاہ صحابہ کی قیادت کو پہلے تشدد اور پھر عدالت کے ذریعے راستے سے ہٹانے کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور ہم چودہ روزہ جسمانی ریمانڈ کا دریا عبور کر کے ۳ دسمبر کو سنٹرل جیل بہاولپور پہنچا دیئے گئے۔ پولیس کی چھوٹی بڑی ایک درجن گاڑیوں میں دو سو سے زائد سیکورٹی افواج ہمیں جیل پہنچا کر سبکدوش ہو گئیں۔

سنٹرل جیل آمد اور سپاہ صحابہ کے رفقاء سے ملاقات

جیل پہنچنے کے بعد ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہاں تو ٹھٹھہ لگا ہوا ہے۔ عشاق کا قافلہ داد عیش دے رہا ہے۔ نصب العین کی خاطر زندانوں کی راتیں قبول کرنے والوں میں

مرکزی نائب صدر مولانا محمد عبداللہ خاں لودھراں کے صدر حاجی مرید احمد صدیقی، مولانا محمد میاں استاذ حدیث، مولانا محمد موسیٰ لودھراں، مولانا محمد شفیع عطار، اور اوچ شریف، احمد پور شرقیہ کے رفقاء شامل تھے۔

دوپہر کے وقت ڈیوڑھی میں پہنچے تو یہاں سینکڑوں کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔ ملک بھر سے علماء طلباء، تاجران، اور سپاہ صحابہ کے رضاکار تشدد کی خبروں پر پریشان ہو کر جوق در جوق چلے آئے تھے۔ کئی رقیق القلب گلے مل کر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ کئی ہمیں مسرور اور خوش دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے۔ قومی اخبارات کی ایک ٹیم بھی چشم براہ تھی۔ سوال و جواب ہوئے اگلے روز تمام اخبارات نے ہمارے احساسات اور نقطہ نظر کو قوم کے سامنے پیش کیا--- سمندری اور جھنگ سے تاجران علماء اور عزیزوں کا گروپ بھی موجود تھا۔

مسلم لیگی لیڈر شیخ رشید احمد سے ملاقات

اس زمانے میں بے نظیر کے ایک اور سیاسی حریف اور سابق طالب علم لیڈر آغا شورش کاشمیریؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے رضاکار جو اس وقت میاں محمد نواز شریف کے قریبی ساتھی اور مسلم لیگ کے مرکزی رہنما ہیں سیاسی مخالفت کے باعث اپنے شہر سے چار سو میل دور بہاولپور جیل میں تھے، انہیں کلاشنکوف کے ایک جھوٹے مقدمے میں ایک خصوصی عدالت سے سات سال قید کی سزا دی گئی تھی دیرینہ رفاقت کے باعث بڑی محبت سے ملے، انہوں نے اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے ہمارے ساتھ حکومت کی زیادتیوں پر افسوس کا اظہار کیا شیخ رشید احمد ایک شعلہ نوا مقرر اور تہور شجاعت کی زندہ جاوید تصویر ہیں وہ شروع سے متوسط اور غریب طبقے کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں انہوں نے ہمیشہ ناانصافی اور جاگیردارانہ مظالم کے خلاف آواز آٹھائی۔ بہاولپور جیل کے کئی ماہ کے

ایام اسیری سے انہیں انگریز کے مراعات یافتہ جاگیرداروں کی زیادتیوں، مزارعوں، کسانوں پر زیادتیوں اور انسانیت کشی کا قریب سے مشاہدہ ہوا ملتان اور بہاولپور کے ظالم سرمایہ دار، انگریز کے ٹوڈیوں اور مسلم قوم کے غداروں کی تعدی و تجاوز نے ننگی تلوار بنا کر رکھ دیا۔ وہ سوا سال بعد جب ہائیکورٹ کے فیصلہ کے بعد جیل سے رہا ہوئے تو ایک شعلہ جوالہ کی طرح ظلم کے خلاف دیوار بن کر نمودار ہوئے۔ خدا نے اگر ان کے جذبوں کو سلامت رکھا اور اپنی جماعت مسلم لیگ کے دوسرے ظالم جاگیرداروں کی آمیزش سے وہ محفوظ رہے تو آنے والے وقت میں وہ ملک سے نو آبادیاتی نظام کے خاتمے میں اعلیٰ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جیل میں لکھی جانے والی ان کی کتاب فرزند پاکستان ان کے سچے جذبوں کی ترجمان ہے بہاولپور جیل میں ہم نے تین دن گزارے ۶ دسمبر کو دفعتاً شیخ رشید صاحب نے بھاگم بھاگ مجھے خبر دی کہ تمہیں فوری طور پر ملتان سنٹرل جیل منتقل کیا جا رہا ہے۔ کئی ماہ گزر جانے کے بعد شیخ صاحب کے رابطے تیز ہو چکے تھے۔ حکومت ہمیں ان کے قریب رکھ کر سپاہ صحابہ اور مسلم لیگ میں مفاہمت کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

ایک رات ہم نے اپنے رفقاء کے ہمراہ ۲۳ بارک میں گزاری اور دوسری شب B کلاس میں بھیج دیا گیا۔ ہم اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ رکھنے پر مصر تھے جام عزیز الرحمٰن ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے اگلے روز سے دیگر رفقاء کو ہمارے ساتھ رکھنے کا وعدہ کیا ہوا تھا کہ اچانک پولیس کی گاڑیاں پہنچ گئیں اس طرح ۶ دسمبر کو نماز عصر کے بعد سینکڑوں پولیس اہلکاروں کے ہمراہ ہمیں ملتان منتقل کر دیا گیا۔

سید تسنیم نواز گردیزی کی رفاقت:۔

اس وقت تک دوسرے مقدمہ وار سید تسنیم نواز گردیزی بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ وہ ایک شریف اور اعلیٰ سنی خاندان کے چشم و چراغ ہیں ان کی سادہ لوحی اور شرافت سے

شاہنواز ڈبہ اور اس کے حواریوں نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا ان میں اپنے حلقہ سے ایم این اے بننے کا جذبہ تو بہت زیادہ ہے لیکن اپنے ووٹروں کو شاہنواز خاندان کے مظالم سے محفوظ رکھنے کی سکت نہیں انہیں ریاست بہاولپور کی ایک مقدس گائے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ وہ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں پیپلز پارٹی کے سپیکر قومی اسمبلی سید یوسف رضا گیلانی نے سیاسی مخالف ہونے کے باوجود ملتان سے لاہور ان کی کوٹھی پر منتقل کر دیا تھا، جسے ان کی ضمانت تک سب جیل قرار دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم ملتان سے کوٹ لکھپت جیل لاہور میں منتقل ہو چکے تھے۔ بے نظیر کی اس جاگیردار نوازی پر پاکستان کے ایک قومی اخبار روزنامہ خبریں نے اس طرح تبصرہ کیا تھا۔ یہ تبصرہ اس وقت کیا گیا جب ہم کوٹ لکھپت جیل لاہور میں منتقل ہو چکے تھے۔

"بے نظیر حکومت کی یکطرفہ کارروائی کی تازہ مثال"

"لاہور (جواد فیضی، تنویر خان) کیسی جمہوریت، کیسا نظام، عالم دین ہونا سزا جبکہ جاگیردار قانون سے بالاتر، ایک ہی قتل کیس میں نامزد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور رکن قومی اسمبلی مولانا اعظم طارق جیل میں، جبکہ سابق وفاقی وزیر اور سپیکر قومی اسمبلی یوسف رضا گیلانی کے قریبی عزیز تسنیم نواز گردیزی گھر میں آرام فرما رہے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق رکن قومی اسمبلی ریاض پیرزادہ کے والد شاہنواز پیرزادہ کے قتل میں سپاہ صحابہؓ کے سربراہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا اعظم طارق اور تسنیم نواز گردیزی کو نامزد قرار دیتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا اعظم طارق ملتان جیل کے بعد اب کوٹ لکھپت جیل میں قید ہیں جبکہ تسنیم نواز گردیزی کو سپیکر قومی اسمبلی سید یوسف رضا گیلانی کے عزیز ہونے کی وجہ سے جیل میں قید کرنے کی بجائے ان کے گھر واقع ڈیفنس لاہور میں نظر بند کر رکھا ہے۔ تسنیم نواز گردیزی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ

ڈیفنس میں انہیں اپنے گھر ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس سلسلے میں جب "خبریں" نے ڈیفنس جاکر تسنیم نواز گردیزی سے ملاقات کرنی چاہی تو "خبریں" کے کارکنوں کو ملنے کی اجازت نہ دی گئی جبکہ وہاں تعینات پولیس اہلکاروں اور سید تسنیم نواز گردیزی کے بیٹے بلال گردیزی سے معلوم ہوا کہ وہاں پر تعینات ڈی ایس پی رانا عبدالوحید مسلم لیگ (ن) سے تعلق رکھنے والوں کو ملنے کی اجازت نہیں دیتے البتہ سابق وزیر مملکت صدیق کانجو اور بعض دیگر افراد کو ملنے کی اجازت ہے۔ معلوم ہوا کہ سپیکر قومی اسمبلی سابق رکن قومی اسمبلی.اور اپنے قریبی عزیز جنہیں صرف ان کی عزیزداری کی وجہ سے جیل میں قید کرنے کی بجائے گھر میں برائے نام نظربندی ہوئی سے گیلانی خود ٹیلیفون پر بات چیت کر کے حالات پوچھتے رہتے ہیں جبکہ انہوں نے سید تسنیم نواز گردیزی کے سلسلے میں حکومت پنجاب کو خصوصی ہدایات بھی دے رکھی ہیں کہ ان کا پوری طرح خیال رکھا جائے اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ معلوم ہوا ہے کہ موقع پر تعینات پولیس افسران کسی بھی نئی گاڑی پر آنے والے افراد سے پوچھ گچھ کرتے ہیں لیکن سید تسنیم نواز گردیزی کی ذاتی گاڑیوں میں بیٹھ کر آنے والی خواتین اور بعض مردوں کو نہیں روکا جاتا لہٰذا نظربند رہنما کے عزیز ان کی گاڑیوں میں بیٹھ کر گھومتے ہیں اور ان سے تفصیلی ملاقات کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف سنٹرل جیل لاہور میں علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق سے ملاقات کرنے والوں کو کئی دن چکر لگوانے کے بعد مختصر ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے خصوصاً دونوں مذہبی رہنماؤں کے قریبی عزیز و اقارب کو تنگ کیا جاتا ہے۔ ڈیفنس میں سید تسنیم نواز گردیزی کے قریبی ایک رہائشی نے اپنا نام ظاہر نہ کرتے ہوئے بتایا کہ روزانہ درجنوں افراد ان سے ملنے آتے ہیں جبکہ موقع پر تعینات پولیس افسران و اہلکار علیحدہ بیٹھ کر گپ شپ لگاتے رہتے ہیں۔"

سنٹرل جیل بہاولپور کے رفقاء

بہاولپور جیل میں ہم نے تین دن گزارے اس دوران سپاہ صحابہ کے جو رفقاء جیل میں تھے ان کے نام یہ ہیں۔

"حافظ اعجاز حیدر، ہارون آباد۔ مولانا محمد شفیع، میکلوڈ گنج۔ محمد اختر، فورٹ عباس۔ ڈاکٹر عبدالرشید، میکلوڈ گنج۔ قاری محمد اسحاق، کوٹلہ شیخاں۔ مولانا محمد عبداللہ خان احمد پور شرقیہ۔ حافظ نذیر احمد۔ امیر احمد ڈھول ھتیجی۔ قاری عبدالشکور اوچ شریف، حافظ محمد اسمٰعیل بہاولپور۔ صوفی عنایت دیپالپور۔ رانا اللہ یار۔ عتیق الرحمٰن کہروڑپکا۔ مرید حسین صدیقی۔ مولانا محمد میاں لودھراں۔ محمد اجمل قائم پور۔ قاری شبیر احمد خیرپور ٹامیوالی۔ میاں محمد مشتاق۔ محمد اسلم چوہان۔ قاری رشید احمد الحسینی اور عمران اشرف حاصل پور۔"

پنجاب پولیس نے صوبہ بھر میں ہماری جماعت کے کاکنوں کے ساتھ جو سلوک کیا، اس کی ایک مثال اور ادنیٰ سی جھلک ضلع بہاولنگر کے ہمارے ایک ساتھی کی زبانی سنیئے۔

"۸ نومبر کو میکلوڈ گنج میں تحریک جعفریہ کے صدر سمیت پانچ افراد قتل ہو گئے۔ اس واقعہ کی آڑ میں اس وقت کے موجودہ ایس پی طارق کھوکھر نے حکومت کی شہہ پر پورے ضلع میں سپاہ صحابہؓ کو کرش کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ اس واقعہ کے ملزم چند گھنٹے بعد پکڑے گئے اور انہوں نے تسلیم کیا کہ ہم نے یہ واقعہ کیا ہے اور اس وقوعہ میں سپاہ صحابہؓ کے کسی بھی سرکردہ رہنما کا کوئی دخل نہیں ہے اور انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے یہ کام ذاتی طور پر کیا ہے یاد رہے کہ اس سے قبل اہل تشیع نے سپاہ صحابہ ضلع بہاولنگر کے نائب صدر قاری سلطان احمد کو شہید کیا اور اس کے بعد ہارون آباد میں ایک کارکن گلزار احمد کو شہید کیا اور ضلعی ڈپٹی سیکرٹری ملک حنیف آسی شدید زخمی ہو گئے۔

لیکن ان وقوعہ جات میں حکومت نے چند ایک کے سوا کسی کی گرفتاری نہ کی اور

جب میکلوڈ گنج میں واردات ہوئی تو پورے ضلع کے کارکنوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور ایف آئی آر میں ضلع کے تمام سرکردہ رہنماؤں کو نامزد کر دیا قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی سمیت تیرہ افراد کو ایماء کا ملزم بنا دیا گیا۔ جن میں قاری غلام سرور حافظ داؤد گوہر اقبال محمد اسلم شبیر احمد عثمانی۔ محمد نعیم۔ ابوبکر۔ حافظ اعجاز حیدر۔ ڈاکٹر رشید۔ محمد اختر۔ مولانا محمد شفیع۔ خورشید احمد۔ شامل ہیں۔

اور اس واقعہ میں جن حضرات کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ان میں ضلع کے نائب صدر حافظ اعجاز حید روڑانچ بھی تھے۔ جن کو چند دن پہلے کسی پٹرول پمپ کو آگ لگانے اور اسکے مالک شیعہ کو قتل کرنے کے الزام میں بے گناہ ثابت ہونے پر رہا کیا گیا۔ صرف سات دن بعد میکلوڈ گنج والا واقعہ جب ہو گیا تو اس کو دوبارہ گرفتار کر لیا۔ اور پھر گرفتاری کے بعد جو پولیس نے ان کے ساتھ حشر کیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد سیدھا مجھے ایس پی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے پوچھا اس واقعہ سے ہمارا کیا تعلق ہے میں نے بتایا کہ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن ایس پی طارق کھوکھر کسی طرح بھی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ اسے اندر کمرے میں لے جاؤ۔ یکدم جونہی میں کمرے میں داخل ہوا مجھے بازو سے پکڑ کر نیچے گرا لیا۔ بے تحاشا پیر مارے ٹھڈے مارے دو چار دفعہ اٹھا کر پھینکا گیا۔ ہتھکڑی لگی ہوئی تھی پندرہ بیس منٹ تک بیدوں اور تھپڑوں سے مارتے رہے ایک رخسار پر مکا اور دوسرے پر تھپڑ۔ جسم پر بید چوتڑوں پر ٹھڈے میں بے ہوشی کی سی کیفیت میں گرا ان کو مقابلے میں مار تو نہیں سکتا تھا لیکن جو منہ میں آیا کہہ دیا سر کی ٹوپی اور جوتے دونوں غائب ہو گئے۔ عینک اتار کر پہلے ہی ایس پی کی میز پر رکھ دی گئی۔ اس کے بعد دوبارہ باہر لایا گیا لیکن میں کیا جواب دیتا اس واقعہ کے بارے میں جب مجھے کچھ علم نہیں تھا تو کیا بتاتا؟

لیکن ایس پی نے کہا کہ اسے دوبارہ اندر لے جاؤ پھر دوبارہ اسی طرح مارتے رہے غرض بارہ چودہ دن اسی طرح گزر گئے اس دوران انہوں نے بیش بہا دفعہ کہا کہ قائدین

سپاہ صحابہ کے نام لے دو تمہاری جان چھوٹ جائے گی لیکن اگر کچھ بات ہوتی تو سامنے آتی یا قائدین نے کبھی کچھ اس بارے میں کہا ہوتا تو پھر کہتے اس ریمانڈ میں ڈاکٹر رشید اور محمد اختر بھی تھے ان پر بھی اسی طرح تشدد کیا گیا اس کیس میں ان پر کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا تو ہارون آباد کے امام باڑے میں بم دھماکہ کیس میں چالان کر کے جیل بھیج دیا۔ جب ڈھائی ماہ گزر گئے اور بم دھماکے میں میری ضمانت ہو گئی تو جھوٹا گواہ بنا کر مجھے اس کیس میں شامل کر دیا۔ اور ٹھیک چھ ماہ بعد ہمارے علاقہ کے معروف عالم دین مولانا محمد شفیع کو بھی اس کیس میں چالان کر کے جیل بھیج دیا۔ جب کہ چھ ماہ تک انتظامیہ ان کی بے گناہی کی تصدیق کرتی رہی اور اب اس واقعہ کے دو سال بعد قاری غلام سرور ضلعی صدر سپاہ صحابہ اور حافظ داؤد کو بھی اس مقدمہ میں گرفتار کر لیا"۔

سنٹرل جیل ملتان کے شب وروز

(۶ دسمبر ۱۹۹۵ء سے ۳۰ جنوری ۱۹۹۶ء تک)

زندگی یوں نہ رائیگاں جائے، یہ امانت مرے عدو کی ہے
ورنہ مقتل میں کون یوں آیا، ساری مستی میرے لہو کی ہے

شاہنواز ڈبہ کے لڑکے ریاض حسین پیرزادہ نے اپنے اقتدار سے خوب فائدہ اٹھایا اس کے باپ کے قتل کی آڑ میں ایرانی شیعوں اور بے نظیر و آصف زرداری کے گٹھ جوڑ نے ہمارا نام مٹانے اور تین ماہ کے اندر اندر سزائے موت دلوا کر راستے سے ہٹانے کے منصوبے پر پہلے دن سے کام شروع کر دیا تھا۔

قانون کے مطابق ہمارا مقدمہ بہاولپور کی خصوصی عدالت کے جج منظور میمن کی عدالت میں چلنا چاہئے تھا۔ یہ جج جسٹس منیر مرحوم کے داماد تھے یہ خاندانی پس منظر کے باعث کسی کے اشارہ ابرو پہ نثار ہونے والے نہ تھے۔ نہ ہی ان سے کسی انتقامی اور مرضی

کے فیصلہ کی امید تھی اس خطرہ کے پیش نظر ابھی ریمانڈ ختم ہونے کو ۲ روز ہی گذرے تھے کہ ہوم ڈیپارٹمنٹ نے ہماری عدالت تبدیل کر دی۔

سید تسنیم نواز گردیزی کی کوشش سے ہماری تفتیش تھانہ قائم پور، حاصل پور سے چوھنگ سنٹر لاہور لائی گئی۔ تو اسے بھی ریاض پیرزادہ نے ۱۵ روز میں دوبارہ اپنے ایک کاسہ لیس اور خاندانی غلام ڈی ایس پی قادر بخش کے پاس پہنچادی۔ یہ موصوف شاہنواز ڈبہ کے جنازے میں ایسے روتے تھے، کہ اس کے رونے کی آواز اس کے بیٹوں کی آہ وبکا سے بھی فزوں تر تھی۔ اسے ایک عرصہ سے شاہنواز کی کاسہ لیسی گدائی اور خوشامد کا شرف حاصل تھا۔ شاہنواز ڈبہ کے سامنے دست وکف پھیلانا یہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا تھا۔ اس پولیس افسر کے نزدیک ڈاکوؤں اور چوروں کے اس خاندان کا ہر عیب صواب سے زیادہ آبرومند تھا۔ پیرزادہ خاندان کے مقاصد و مصالح کے اس سب سے بڑے پشتی بان کی ساری زندگی رسہ گیروں کی سجدہ ریزی میں گذری تھی۔ ہمارے پاس آکر کبھی ہمیں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مرید ہونے کی خبر سناتا کبھی ڈبہ کی سیاہ کاریوں پر مصلحتاً خاموشی اور مطلب برآری کی کہانی کہتا۔ کبھی تفتیش میں بے گناہی کا جھانسہ دیتا کبھی اعلیٰ حکام کی طرف سے جلد رہائی کی نوید سناتا۔ کبھی ریاض حسین سے صلح کا دریچہ کھولتا۔ دومنہ اور دو چہروں والے اس سیاہ بخت افسر نے "وفاداری شرط استواری" کو ملحوظ رکھتے ہوئے حلقہ باندھ کر ہمارا راستہ روکا بے گناہ جانتے اور مانتے ہوئے ہماری شب زنداں کو دراز کیا یہ ہمارے سامنے ہماری بے گناہی کا اعتراف کرتا، ریاض حسین کے ڈیرہ پر جاکر قلم کی ضرب کاری کا نقشہ تیار کرتا نئے نئے منصوبوں اور جھوٹ موٹ کے اندیشہ ہائے دور دراز سے اس نے ہماری گرفتاری کے کئی ماہ بعد حافظ یحییٰ شہید کے ۷۵ سالہ بوڑھے والد حضرت حاجی غلام مرتضیٰ اور خیرپور ٹامے والی کے میرے مستقل میزبان حاجی عبدالمجید، حاصل پور کے میرے گن مین سیف الرحمٰن کو کیس میں شامل کرنے کی راہ دکھائی۔ اگرچہ یہ ساری

کاروائی انتہائی بوگس اور بے بنیاد تھی اور بعد میں ہائیکورٹ کے ریمارکس نے اسے قانون وانصاف سے بعید قرار دے دیا۔ لیکن یہ ساری کاوش شاہ سے زیادہ شاہ کے اس وفادار کے ۴۰ سالہ تجربہ سے عمل میں آئی تھی جن بیچاروں کا نام مدعی نے درج نہیں کرایا۔ جن بے گناہوں کا اس کیس سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ ان کئی درجن کارکنوں کو کئی کئی ماہ تک تھانوں میں الٹالٹکا کر تشدد کیا جاتا رہا۔ حاجی عبدالمجید جیسے بوڑھے آدمی پر سات روز تشدد کیا گیا انہیں برھنہ کرکے ہمارے خلاف بیان دلوانے پر مجبور کیا گیا۔ بالاخر نیم بے ہوشی کی حالت میں ان سے سفید کاغذ پر دستخط کرا کر ہمارے خلاف جعلی بیان تیار کیا گیا۔ پولیس کی حراست میں لئے گے بیان کی قانونی حیثیت نہ ہونے کے باعث جب ہم نے ان کے بیان کو ہائی کورٹ بہاولپور میں چیلنج کیا تو پولیس افسران کے طوطے اڑ گئے۔

جس طرح ہمارے خلاف اس جھوٹے مقدمہ کا سارا ڈھانچہ ایک گہری سازش اور گھناؤنے منصوبے کا شاخسانہ تھا اسی طرح اس ساری رام کہانی میں قادر بخش، ڈی ایس پی کا کردار نمایاں رہا۔ پنجاب حکومت کے خصوصی آرڈر سے ۶ ستمبر کو ہمیں چوہدری مسعود اقبال ایس پی اور اب چوہدری شوکت مرتضیٰ ڈی ایس پی کی نگرانی میں ایک بڑے قافلے کی معیت میں سنٹرل جیل ملتان پہنچایا گیا۔

ہمارا مقدمہ ملتان منتقل کرنے کا مقصد پیپلز پارٹی کے ایک سابق عہدیدار خصوصی عدالت کے جج آصف خان جن کا شاہنواز ڈبہ کے خاندان سے گھریلو تعلق تھا۔ اور وفاداری میں یہ صاحب قادر بخش سے دو ہاتھ آگے تھے لیکن ان کا طریقہ واردات جدا اور یگانہ تھا۔ انہوں نے ایسے دلاویز طریقے سے ہمارے خلاف پلان تیار کیا کہ ہم چھ ماہ بعد ان کی عیاری پر ہاتھ ملتے رہ گئے ہمارے متعلق انہیں بے نظیر کے وفاقی وزیر مملکت رضا ربانی کے ذریعے ہر تاریخ پیشی پر خصوصی ہدایات ملتی تھیں اعلیٰ عدالت سے رابطہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے اس جیالے جج نے ہمارے ساتھیوں کو بہت سبز باغ دکھائے۔ یہ

مکار انسان ایک طرف ریاض حسین پیرزادہ کو ہمیں جلد سزا دینے کا یقین دلاتا رہا دوسری طرف کوئی شہادت نہ ہونے اور مقدمہ کمزور ہونے کے باعث ہمارے ساتھیوں کو جھوٹی تسلیاں دیتا رہا چھ ماہ تک اس کی ساری کاوش، انصاف اور عدل کا منہ چڑاتی رہی، قانون اور آئین کا مذاق اڑاتی رہی۔

ہم ملتان جیل میں ایسے گئے جیسے دلہن سسرال میں جا رہی ہو ہمارے قلب و جگر نے افسران کی گفتگو سے محسوس کر لیا تھا کہ ہمارا عرصہ حراست طویل ہو گا۔ ہماری زندان کی شب تاریک کو دراز کر دیا جائے گا۔ ہمیں مٹانے اور راستہ سے ہٹانے کا ایوان وزیر اعظم میں اٹل فیصلہ ہو چکا تھا۔ جو ارادہ حکومت کے نہاں خانہ دماغ میں حسینئہ شب کے ارادوں کی طرح پرورش پا رہا تھا۔ آج اس پر عمل درآمد کا آغاز ہو رہا تھا۔ فرد جرم تیار کی جا رہی تھی۔ نامکمل چالان اور بوگس ضمنیوں نے ہماری فائلوں کا پیٹ بھر دیا تھا۔ ہمیں ایک سنٹرل جیل سے دوسری سنٹرل جیل اور ہمارے مقدمہ کو تین ہی دن بعد ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل کرنے کا عاجلانہ فیصلہ ہمیں بتا رہا تھا کہ حکومت اور سبائیت کی فطرت پر استوار ذہنیتیں ایک جگہ جمع ہو گئی ہیں۔ مخالفین کے گھروں میں خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں ہر جگہ بس تھوڑی سی دیر کا کہہ کر اطمینان دلایا گیا ہے۔ ہم نے بارہا کہا کہ ہمیں بتایا جائے کہ ملزمان کے اس قانونی حق کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک ایجنسی سے دوسری ایجنسی کے پاس تفتیش کرانے سے اسے کیوں محروم کر دیا گیا۔ اس کے علاقے کی عدالت سے دوسری عدالت میں تین ہی روز میں اس کا مقدمہ کیوں منتقل کیا گیا۔ لیکن سب افسر بے نظیر کا آرڈر کہہ کر خاموش ہو گئے۔

دکھاؤں گا تماشہ، دی اجازت گر زمانے نے
ہر ہر داغ اک زخم ہے سرو چراغاں کا

اف یہ تھی وہ مہیب سازش اور یہ تھا وہ پر آشوب منصوبہ..... جس کی تکمیل تین ماہ

میں کرنے والوں کے... اقتدار کا سنگھاسن آج الٹ چکا ہے۔ اوز ان کی حالت یہ ہے۔

دیکھو عروج والو، میرا زوال دیکھو
تقدیر کے ستم کی اک یہ بھی مثال دیکھو

ہم نے سنٹرل جیل ملتان پہنچتے ہی تہیہ کر لیا تھا کہ ہم موت کا استقبال کریں گے۔ زندانوں کا خیر مقدم کریں گے۔ زنجیروں کو چومیں گے۔ صحابہ کرامؓ کی ناموس کے تحفظ کے جرم میں حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ قربان کر دیں گے۔ جماعت رسول کے عشق میں سولی پر چڑھ کر سرخرو ہو جائیں گے۔ اسلاف کے شیوہ فکر کو دھرائیں گے۔

تاریخ کی صداقتوں کو ایک مرتبہ پھر دھرائیں گے۔ ہمیں تو حکمران سنائے نہ سنا سکے اس واقعہ کے گیارہ ماہ بعد بے نظیر حکومت برطرف کر دی گئی۔ اور اس کے تمام منصوبے ساز زندانوں میں دھکیل دیئے گئے۔ امام ابو حنیفہ امام احمد بن حنبلؒ، علامہ ابن تیمیہؒ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شیخ الہندؒ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا حق نواز شہیدؒ کی طرح اپنے مشن کے مقابلے میں ہر چیز کو تج دیں گے۔ پاکستان کی تاریخ کو ایک نئے کردار سے آشکار کریں گے۔ بیوی بچوں اور اقارب کی محبت کو بالائے طاق رکھ کر نئے عزم اور نئے جزم سے بنیاد سحر رکھیں گے۔ اکابر و اسلاف کی قربانیوں کی مثال پیش کر کے اقوام عالم کو یہ ضرور دکھا دیں گے کہ صفحہ قرطاس پر جن لوگوں کی تاریخ نے افق عالم کو منور کر رکھا ہے اس کے قافلے کے کچھ رضاکار آج بھی نوا پرداز ہیں۔ ان کے نام لیواء اب بھی برسرپیکار ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی محبت اور دین محمدی کے غلبہ کے فکر سے سرشار ہیں شیعہ کے خانہ ساز دعویٰ اسلام کے مخالف ہیں حقیقت ہے کہ اپنے خلاف ہونے والی گہری سازش کا علم ہونے کے بعد ہم موت سے بے خوف ہو گئے۔ ہماری تصویر یہ تھی

ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

ہم نے اپنی گرفتاری پر ہونے والے احتجاج کو روک دیا کارکنوں کو تنظیم و تحریک کی جدوجہد پر لگادیا۔ اپنی گرفتاری واسارت کے عمل کو معمول کی کاروائی قرار دیا۔ ظواہر و آثار اور احوال و وقائع کے اور برگ وبار پر غور کر کے ہم نے طویل عرصہ پس دیوار زنداں رہنے کو قبول کیا۔

رقصاں خیزاں، خراماں خراماں، نماز عشاء کے قریب ملتان پہنچے جیل کے دروازے پر مولانا محمد حنیف جالندھری سید خورشید عباس گردیزی نے ہمارا استقبال کیا۔ اور---- ہم--- سنٹرل جیل ملتان کی ۱۳ نمبر بارک میں منتقل کر دیئے گئے۔

پکارا جب دل رفتہ کو میں نے
کہا زلفوں میں الجھایا گیا ہوں
نگاہ لطف پر ٹھہرا تھا سودا
کھری قیمت پہ بکوایا گیا ہوں

سنٹرل جیل ملتان

پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے کہ راقم کو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت ۱۹۷۳ء میں بطور ایک طالب علم لیڈر ڈسٹرکٹ جیل ملتان کی یاترا نصیب ہوئی تھی۔

ڈسٹرکٹ جیل ملتان ۱۸۵۷ء سے پہلے قائم ہوئی تھی یہاں مولانا جعفر تھانیسری" چوہدری افضل حق" اور حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری" سمیت بڑے بڑے لیڈروں کی خوشبو آج تک مہک رہی ہے۔ موجودہ سنٹرل جیل کی تعمیر ۱۹۲۶ء میں ہوئی اس سے پہلے یہ جیل ممتاز آباد اور قاسم کالونی کے درمیان واقع ہوتی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں یہاں حضرت مفتی کفایت اللہ دھلوی" حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری" چوہدری افضل حق" نے کئی ماہ گزارے تھے اسے اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ ہمیں سنٹرل جیل کے جس ۱۳ نمبر بارک میں

رکھا گیا تھا اس جگہ مذکورہ بزرگ بیڈ منٹن اور فٹ بال سے محظوظ ہوتے تھے۔

پہلے یہاں ملاقاتوں کی ایک بڑی بارک بھی قائم رہی ہے اکابر و اسلاف کے نغموں سے ہم آغوش ہونے والی یہ جگہ ڈیوڑھی کے متصل ہے ہمیں سیکورٹی کے نقطہ نظر سے اس احاطہ میں رکھا گیا تھا۔ یہ بارک چار چھوٹے بڑے کمروں پر مشتمل ہے احاطہ کے وسط میں خوبصورت باغیچہ ہے۔ یہاں کے مرغزار اور پھولوں کی مہک اداس دلوں کو طمانیت بخشتی ہے مولانا اعظم طارق اور میں کمرہ نمبر ۴ میں سپاہ صحابہ کے چند رفقاء کے ساتھ فروکش ہو گئے۔

جیل میں گھر کا ماحول

یہاں پہلے ہی روز سپاہ صحابہ ڈویژن ملتان کے نظربند اور پرانے ساتھی ہمیں دیکھ کر فرحت و انبساط میں نہال ہو گئے۔ جونہی ہم داخل ہوئے پوری بارک فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ یہ بات تاریخ کے عجائبات میں ہے کہ ملک کی تمام جیلوں میں سپاہ صحابہ کے اسیروں نے زعفران کا ماحول پیدا کر رکھا ہے۔ حکمرانوں کی خشونت اور اہلکاروں کا خوف عنقا ہے۔ قانون کے پاسدار اور قیدی محسوس کرتے ہیں کہ یہ لوگ موت کی تلخیوں مقدمات کی سختیوں تفتیش کی ناہنجاریوں میں بھی مسرور رہتے ہیں۔ انہوں نے زنداں کو جس خوشی اور مسرت سے قبول کیا ہے اس پر انہیں ہر آدمی استعجاب کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ بڑے بڑے بدمعاشوں، نامور قاتلوں، رسوائے زمانہ ڈاکوؤں، رسہ گیروں، جرائم پیشہ سرغنوں میں سپاہ صحابہ کا پیغام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ہزاروں لوگوں نے ناموس صحابہ کے تحفظ کا طوق گلے میں ڈال لیا ہے۔ سینکڑوں نوجوانوں کی زندگیاں بدل گئی ہیں عادی مجرم ہدایت و اصلاح کی دہلیز پر سجدہ ریز ہو گئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے کارناموں پر لٹریچر نے بڑے بڑے مجرموں کے قلب و دماغ کو سرے سے تبدیل کر ڈالا ہے۔

سپاہ صحابہ کے اسیروں نے ملک کی ہر جیل کو عقوبت خانوں کی بجائے اصلاح خانوں میں تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر جیل میں نمازوں کی پابندی، ذکر و اصلاح کی مجلسیں، اسلامی لٹریچر کے فروغ، توبہ و انابت، گناہوں اور جرائم پر پشیمانی کا ماحول روشن کر رکھا ہے۔ ہمیں سنٹرل جیل ملتان میں اگرچہ دوسرے قیدیوں سے الگ رکھا گیا تھا لیکن میں نے مولانا اعظم طارق کی تقاریر اور مختلف تقریبات میں راقم کے بیانات کا اچھا اثر محسوس کیا گیا۔ سپاہ صحابہ کے بارے میں منفی جذبات رکھنے والوں نے جب قریب سے اس جماعت کے رفقاء کو دیکھا اور اس کے مشن و نصب العین کا بغور مطالعہ کیا تو ہر آدمی اس میں شامل ہونے کو بے تاب ہو گیا۔

میں نے جیل میں پہلے ہی روز انتظامیہ سے گفتگو اور قیام و طعام کے نجی امور کی ذمہ داری مولانا اعظم طارق کے سپرد کر دی تھی۔ انہوں نے جیل کے پورے دور میں اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی وجہ سے میرے تصنیفی اور علمی کام میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ ملک بھر کے جماعتی امور بھی انہی کے سپرد تھے اس نئے تجربے سے انہوں نے حظ وافر پایا۔

جب ہم سنٹرل جیل میں داخل ہوئے تو ہمیں بتایا گیا کہ سپاہ صحابہ کے نظربندوں کی اکثریت آج رہا ہو رہی ہے۔ مولانا سلطان محمود ضیاء، قاری صادق انور اور ان کے ضلعی اور تحصیلی سطح کے بیشتر رہنما ہماری آمد کے چند لمحوں بعد رہا ہو گئے۔ اس مرحلے میں ہم یہاں ۶ دسمبر ۱۹۹۵ء سے ۳۰ جنوری ۱۹۹۶ء تک رہے۔

اس دوران ہمارے احاطہ میں درج ذیل افراد موجود رہے ان میں بعض کارکن تین تین ماہ اور بعض دو دو ماہ بعد رہا ہوئے۔ ملتان کے کئی افراد ہماری گرفتاری پر احتجاج کے باعث چند روز کے لئے مہمان ہوئے۔ ان کی مختصر تفصیل اس طرح سے ہے

۱۔ مولانا غلام عباس نوری نظربند تین ماہ صدر ضلع خانیوال

۲-	مولانا عبد الخالق رحمانی	نظر بند تین ماہ	سرپرست کبیر والا
۳-	قاری محمد طیب قاسمی	نظر بند تین ماہ	قائمقام سیکرٹری اطلاعات پنجاب
۴-	طارق معاویہ		خانیوال
۴-	مولانا زبیر احمد صدیقی		شجاع آباد
۵-	امان اللہ غازی		عبد الحکیم

احباب کی محبت، باہمی پیار و الفت، گپ شپ، لطیفہ بازی، دلچسپ کہانیوں، جماعتی اصلاح پر مشتمل مذاکروں نے یہاں گھر کا ماحول پیدا کر دیا تھا۔ مولانا غلام عباس نوری کے لطائف اور مذاح و مذاق نے مسرت و انبساط کے ڈونگرے برسائے تھے۔ وہ ایک مرنجاں مرنج طبیعت، اور خوش مزاقی کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ بریلوی عالم ہونے اور سپاہ صحابہ میں ان کے کردار اور ان کی غربت نے انہیں کارکنوں میں محبوب بنا رکھا تھا۔ وہ اپنے مدرسے و مسجد اور گھریلو امور میں تنگدستی کا شکار ہونے کے باوجود جماعتی وابستگی کے لحاظ سے دامن کش کرب و الم تھے۔ ان کی حوصلہ مندی اور دینی جذبہ قابل تعریف تھا یوں تو پھکڑ بازی کا کوئی وقت مقرر نہ تھا لیکن پہلی مجلس نماز فجر، درس قرآن، اشراق، اور معمولات سے فراغت کے بعد ناشتہ کے دستر خوان پر جمتی، ہر ساتھی ایک ایک لطیفہ پر لوٹ پوٹ ہو جاتا، شب بسری پر کئی مذاق چلتے، حکمرانوں کی حماقتوں کا ذکر ٹھہرتا، کبھی جیل کے عجائبات پر بات چیت ہوتی، کبھی باہمی اتفاق و ارتباط سے بذلہ سنجی کے فوارے پھوٹتے۔ کبھی پیشہ ور مقرروں اور ہوس کے اسیر واعظوں کی نقلیں اتاری جاتیں کبھی بزدل مولویوں کی گوشمالی ہوتی۔ کبھی دھور وزمن کے مدوجزر اور ایام و شہور کے اتار چڑھاؤ کے قصے بیان ہوتے کسی وقت اکابر و اسلاف کا ذکر چلتا تو سارا دن بیت جاتا مولانا حق نواز شہید کا تذکرہ مشکبار کا آغاز ہوتا تو ساری ساری رات کٹ جاتی۔ قائد شہید کی جرات تہور کا سلسلہ چھڑتا تو آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی، انگ انگ بیدار ہو جاتا، قلب و دماغ کسمسانے لگتے۔ دل کی حرارت تیز

ہو جاتی۔

جیل کے معمولات

میں اس بات کو اللہ کا خاص احسان سمجھتا ہوں کہ اس نے جیل کے ۱۵ ماہ میں ہر گھڑی اپنے دروازے پر سجدہ ریز ہونے کی توفیق بخشی، جیلوں کی تبدیلی کے ایک دو مواقع کے علاوہ تہجد کے ساتھ نماز باجماعت، تلاوت قرآن پاک، اذکار و تحلیل کی پابندی رہی، عام طور پر اذان فجر سے پہلے ہی تمام تسبیحات مکمل کرنے کا معمول رہا جن کی تعداد ایک اور دو سو کے درمیان تھی۔ تلاوت قرآن اور حضرت تھانویؒ کی مناجات مقبول سے بھی فجر سے پہلے فراغت حاصل ہو جاتی۔ ہر جیل میں نماز فجر کے بعد راقم الحروف نے درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، جس میں عام طور پر مسئلہ توحید، شان رسالت، شان صحابہ اور قصص انبیاء کا تذکرہ ہوتا۔ جملہ وظائف و اذکار کی اجازت مرشد کامل حضرت مولانا خان محمد صاحب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق ایک مکتوب میں عنایت فرمادی تھی۔

میں نے تمام جیلوں میں سپاہ صحابہ کے اسیران کے لئے درج ذیل ہدایات جاری کی تھیں---جن پر تاحال عمل جاری ہے۔

اسیران کے لئے معمولات یومیہ

۱۔ نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن کی روزانہ پابندی،

۲۔ تہجد و اشراق چاشت و اوابین کا اہتمام،

۳۔ صبح شام کلمہ طیبہ، سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو العلی العظیم کی ایک ایک تسبیح۔

۴۔ نماز فجر اور مغرب کے بعد ایک جگہ پر **یاحی یاقیوم بر حمتک نستغیث لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین** ہر ساتھی گٹھلیوں کے ذریعے ایک ایک سو کی تعداد میں پڑھ کر اجتماعی دعا کی جائے۔

۵۔ گناہوں سے سچی توبہ، شعائر اسلام پر پابندی، غیر شرعی اور غیر قانونی امور سے اجتناب کریں۔ ناموس صحابہ کے تحفظ اور نفس سے احتساب کا روزانہ عہد کیا جاتا بسا اوقات کسی سخت پریشانی کے موقع پر سوا لاکھ آیت کریمہ کا ختم بھی مختلف مواقع پر جاری و ساری رہا۔ ہم نے ہر جیل میں سپاہ صحابہ کے ناخواندہ ساتھیوں کی تعلیم کا اہتمام کرایا۔ ہر جگہ ماھانہ اجتماع اور ہفتہ وار درس قرآن، شروع کیا۔

غیر مسلموں کا قبول اسلام

ملتان، لاہور، راولپنڈی کی جیلوں میں مجموعی طور پر ایک درجن کے قریب ہندو اور عیسائیوں نے ہمارے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد انہیں دینی تعلیم سے ہم آغوش کرنے کے لئے ساتھیوں کی ڈیوٹی لگائی۔ انڈیا کے کئی ہندو، پاکستان کے کئی عیسائی مختلف دروس اور مواعظ سے اسلام کے آستانہ پر جھک گئے۔

ڈاکوؤں چوروں اور بدمعاشوں کی توبہ

مختلف جیلوں میں اگرچہ ہماری نقل و حرکت پر کڑی نگرانی تھی، ہماری سیکورٹی اور تحفظ کے نام پر ہر جیلر نے ہمیں اپنے اپنے متعلقہ احاطوں اور بلاکوں تک محدود کر رکھا تھا۔ تاہم ہمارے پاس جیل کے مختلف قیدیوں کی آمد اور جمعہ کے خطبات کے باعث ہزاروں ڈاکوؤں، چوروں، بد قماشوں اور بے نمازوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اس سلسلے میں مولانا محمد اعظم طارق، لاہور میں قاری عبد القیوم، مولانا مجیب الرحمان انقلابی، کے دروس

وخطابات کے قابل قدر اثرات سامنے آئے۔ ان نوجوانوں کی اثرانگیز تقریروں سے جیل کا سارا ماحول ہی اصلاح خانے میں تبدیل ہوگیا۔

اس سلسلے میں کوٹ لکھپت جیل کی کارگذاری سب سے نمایاں رہی توبہ کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوگئی۔

جیلوں میں سیرۃ رسول ﷺ، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ، شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر تقریبات

ملتان اور لاہور کی جیلوں میں سپاہ صحابہ کی طرف سے مختلف مواقع پر بڑی بڑی کانفرنسیں اور اجتماعات منعقد ہوئے۔ ان تقریبات میں قیدی شوق سے شریک ہوتے۔ اثر انگیز خطبات نے سال ہا سال سے محبوس لوگوں میں نیا دینی ولولہ پیدا کیا۔ کئی لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات نے آوارہ مزاج لڑکوں کا رخ بدل دیا۔

ہر جگہ ہمیں جیل حکام نے کسی متوقع جھگڑے کے خطرہ کے پیش نظر خوف اور ڈر کے سائے میں ان تقریبات کا موقع بہم پہنچایا لیکن جب تقریب منعقد ہوتی اور اصلاح عمل کے خطبات دلوں کو مسحور کرتے تو جیل حکام بھی سر دھنتے اور واضح طور پر اقرار کرتے کہ قیدیوں کی اصلاح کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ لیکن ہمارے قانون میں ایسی تقریبات اور اصلاحی اجتماعات کی گنجائش نہیں ہے۔

معصیت کاروں اور خدا کے نافرمانوں کے قلوب میں جب تک محمدی تعلیم کی روشنی نہ اترے گی اس وقت تک بے راہرووں کو نیکی پر آمادہ کرنا ممکن نہیں۔

بھلائی کی دعوت، برائی سے اجتناب کے لئے اثر آفرین مواعظ سب سے بڑی طاقت رکھتے ہیں۔ لیکن انگریزی تمدن و تہذیب میں سرتاپا غرق افسران جیل اپنی لادینیت اور اسلام سے دوری کے باعث اس کی اہمیت ہی سے واقف نہیں انہیں قیدیوں کی اصلاح

سے کوئی دلچسپی نہیں یہ صرف مال بنانے اور پیسہ کمانے کے غم ہی سے آزاد نہیں ہوتے۔ اے پروردگار جیلوں کی معصیت بردوش دنیا کو تبدیل کرنے کے لئے کسی مسیحا کو اس سارے نظام کا رکھوالا بنا کر بھیج۔ جو ایک طرف اصلاح کے دینی جذبہ سے سرشار ہو۔ دوسری طرف خود ہدایت و فلاح کا مہر منیر ہو۔ ایک طرف اس کا کردار رشوت و گناہ سے محفوظ ہو دوسری طرف اس کے نادر اخلاق کی تلوار ہر دل کو مسخر کر ڈالے۔ رحم و کرم جذبہ ایثار، نیکی و بھلائی کی پشتی بانی کرنے والا ہی جیلوں کے معاشرے کو تبدیل کر سکتا ہے۔ ورنہ کڑی سے کڑی سزائیں سخت سے سخت قانون بھی برائی کے اس فیصلے میں تبدیلی کی جوت نہیں جگا سکتے----

ہمارا سارا معاشرہ بلاشبہ بے شمار برائیوں کی سڑاند سے اٹا پڑا ہے لیکن جیلوں کے جہنم میں جلنے والوں میں تو برائیوں کے سارے نشان ہی ایک جگہ جمع ہوئے ہیں ان میں ایک ایک فرد نے ایک ایک شہر کے امن کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا لیکن اب اگر وہ تمام ہی ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں تو ان کی اصلاح کی بجائے انہیں اپنے جرائم میں مضبوط کرنے برائیوں میں پختہ ہونے، گناہوں پر مصر رہنے، بدی اور گناہ پر مفتخر ہونے کے مواقع پہنچانا معاشرے کی تباہی کا سب سے بڑا نشان ہے اس کی طرف ہماری حکومت کے کسی اہلکار نے کبھی توجہ نہیں دی---اے کاش----برائیوں کے اس باڑے میں نیکی کی روشنی بانٹنے والے جلد نمودار ہوں اور گناہوں کی ساری سیاہی دور ہو کر رہ جائے۔

مجھے اس مرتبہ جیلوں کے سارے نظام اور قیدیوں کے پورے ماحول کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کا تذکرہ تو اسی کتاب میں الگ آ رہا ہے۔ لیکن یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ہمارے معاشرے کی قباحتوں میں ایک قباحت جیلوں کا موجودہ نظام اور ماحول ہے۔ ہم یہاں مجرموں اور جرائم کی افزائش کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔ اس جگہ برائیاں پروان چڑھتی ہیں، نیکیاں پناہ مانگتی ہیں گناہوں کا سر اونچا ہو رہا ہے۔ بدی ناچ رہی ہے۔

نئے نئے جرائم کی نرسریاں بنی ہوئی ہیں۔

ہم کب تک اس کوتاہی پر غافل رہیں گے ہمیں کس کا انتظار ہے۔ ہم اپنے آپ سے کیوں دشمنی کر رہے ہیں ہمارے نونہال کیونکر ہلاکت کے گرداب میں گر رہے ہیں، ہماری نئی نسل کے شگوفے کیوں مرجھا رہے ہیں۔ بڑے بڑے خاندانوں کے چشم و چراغ یہاں آ کر حکمرانوں کی نگرانی میں عجیب النوع فسادات اور قباحتوں کے راستے نکال رہے ہیں------پاکستانی معاشرے کے لوگو........ آؤ ہم اس کی طرف بھی توجہ کریں--- صحن چمن کے پھول یہاں بھی کھلائیں۔ دین محمدی کی لطافتوں کو اس کوچہ گناہ میں بھی عام کریں۔

اکابرو مشائخ، علماء کے خطوط اور عالم اسلام میں دعاؤں کا سلسلہ

ہماری گرفتاری پر دنیا بھر میں اہلسنت کے تمام مکاتب فکر اور سپاہ صحابہ سے تعلق رکھنے والے لاکھوں کارکنوں اور عوام میں سخت بے چینی پیدا ہونا تو فطری امر تھا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر ازحد اطمینان اور یک گونہ مسرت ہوئی کہ دنیا بھر میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً مدارس عربیہ کے اساتذہ، شیوخ الحدیث، اکابر علماء مشائخ، کی طرف سے دعاؤں بھرے تہنیت ناموں کا تانتا بندھ گیا۔ کئی علماء کی طرف سے جیل میں وفود بھیجے گئے۔ پاکستان کا کوئی دینی ادارہ یا مدرسہ ایسا نہ ہوگا جہاں سے طلباء اور علماء نے خطوط یا بالمشافہ ملاقات کے ذریعے ہمدردی اور محبت کا اظہار نہ کیا ہو۔ ملتان میں ہماری ملاقات دوپہر ایک بجے سے تین بجے تک مقرر تھی کبھی ان اوقات میں معمولی تبدیلی بھی ہو جاتی رہی۔ عام طور پر جیل کے دروازے پر اژدھام کو کنٹرول کرنے کیلئے پولیس کی بھاری نفری متعین کی جاتی۔ بیس بیس ملاقاتیوں کا ٹولہ اندر لایا جاتا کبھی کبھی پانچ بجے تک معلوم ہوتا کہ ابھی نصف سے زیادہ ہجوم منتظر ہے تو تمام لوگوں کو ڈیوڑھی میں لا کر دو چار منٹ خیریت و دعا و سلام کہی جاتی۔ ملتان کے پہلے قیام کے دو ماہ میں انتظامیہ کے ریکارڈ میں درج اور غیر درج شدہ ملاقاتیوں کی تعداد ۹ ہزار سے زیادہ بنتی ہے۔

ملتان جیل کے ایک ہمارے ساتھی نجم الثاقب ضیاء جو ہماری ڈائری لکھنے پر مامور تھے وہ ہر شخص کا نام و پتہ درج کرتے، اکابر و علماء کے خطوط اور پیغامات وصول کرتے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ، اور سعودی عرب کے تمام شہروں سے خطوط اور پیغامات کے ساتھ ساتھ متحدہ عرب امارات، برطانیہ، امریکہ، بنگلہ دیش، ملائیشیا، اور افغانستان کے کئی کارکن ملتان آئے۔ ۱۴ ماہ کی اسارت میں ہمیں پنجاب کی چار بڑی جیلوں میں رکھنے سے حکومت کا مقصد تو خوار و زبوں سے دوچار کرنا تھا۔ لیکن حکمت الٰہی بھی عجیب شے ہے کہ

ہمیں ہر ڈویژن کے ہزاروں کارکنوں کے پڑوس میں بھیج کر ہر علاقہ اور شہر کے بوڑھے، نوجوان اور بچوں سے جی بھر کر ملاقات کا موقع فراہم کر دیا گیا۔ ہر علاقہ کی تنظیمی صورت حال، جماعتی کارکردگی، عہدیداروں اور کارکنوں کے کام کی سرگزشت آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق عطا ہوئی---دور دراز سے آنے والوں کی تکالیف کے باعث ہمیں خود بحفاظت اپنی جماعت کے ایک ایک ساتھی کے جوار میں رکھا گیا۔

حکومت خوش تھی کہ وہ ہمیں دربدر پھرا رہی ہے اگر ہماری جماعت کی ہمہ گیری اور وسعت نہ ہوتی اور جابجا ہمارے کارکن جو ہماری اولاد کی طرح ہیں ان کا وجود نہ ہوتا تو یقیناً یہ ایک بہت بڑی سزا تھی لیکن یہاں ہم نے اسے خدائی احسان اور خصوصی کرم گستری سمجھ کر دل و جان سے قبول کیا---

جامع خیر المدارس، جامعہ قاسم العلوم ملتان بلکہ پاکستان کے ممتاز دینی ادارے ہیں یہاں کے اساتذہ، علماء طلباء، نے جس محبت کا مظاہرہ کیا وہ کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی عبدالستار صاحب حضرت قاری محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا محمد صدیق شیخ الحدیث، مولانا محمد عابد صاحب، حضرت مولانا منظور احمد، مولانا محمد ازہر صاحب برادرم عبدالمنان صاحب ایک بڑے وفد کے ہمراہ تشریف لائے۔ ختم بخاری کے موقع پر علماء اور طلباء نے رو رو کر ہماری رہائی کی دعائیں مانگیں۔ سپاہ صحابہؓ کی کامیابی کے لئے بزرگوں کی تجاویز نے انبساط پیدا کیا۔

جامع قاسم کے العلوم کے مہتمم حضرت مولانا عبدالبر اور مفتی مسعود صاحب بار بار اظہار محبت کے لئے تشریف لائے، جمعیت علماء اسلام کے جناب سید خورشید عباس گردیزی جماعت اسلامی کے راؤ ظفر اقبال ان کے علاوہ تنظیم اہلسنت کے سربراہ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی کا پیغام محبت لے کر ان کے صاحبزادے عمر فاروق آئے دوسرے تنظیم کے علماء میں مولانا عارف سیال بار بار تشریف لاتے رہے۔

مناظر اعظم، یادگار اسلاف، نابغہ، عصر، حضرت علامہ عبدالستار

تونسوی دامت برکاتہم کا جیل میں قائدین کے نام خصوصی پیغام:

۴۔اگست ۱۹۹۶ء کو سنٹرل جیل ملتان میں حضرت علامہ تونسوی دامت برکاتہم العالیہ کا خصوصی پیغام۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے عمر فاروق اور مولانا عارف سیال، نے قائدین سپاہ صحابہ کو پہنچایا۔

"سپاہ صحابہ کی قیادت کی مسلسل قید و بند اور طویل حراست پہ ہمیں اور ہماری جماعت کو گہری تشویش ہے"۔ مولانا حق نواز نے جس مشن کے لئے جان کی قربانی پیش کی۔ آپ بلاشبہ اسی مشن پر گامزن ہیں۔ تنظیم اہل سنت آپ کی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ آپ کی حیثیت میرے بچوں کی ہے۔ تمام علماء موجودہ حکمرانوں کی شیعہ نوازی اور بے نظیر کے یکطرفہ مظالم پر پریشان ہیں۔ ایک طرف سپاہ صحابہ کی پوری قیادت جیل میں ہے دوسری طرف جب کہ شیعہ لیڈروں پر بے شمار مقدمات درج ہیں۔ کسی کو بھی گرفتار نہ کرنا باعث تشویش ہے۔ "خلافت راشدہ" کا سپاہ نمبر اشاعت کے بعد ہمیں بھی روانہ کریں---یہ کاوش قابل تعریف ہے"۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عزیز الرحمٰن نے خود تشریف لا کر دعاؤں سے نوازا۔ مفتی حبیب الرحمان خان پور سے آئے۔ مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی بھی بار بار آتے رہے۔ ہم ہر پیغام رساں تمام علماء و مشائخ اور ہر ساتھی کی خدمت میں یہی عرض کر سکتے ہیں۔

یہ تیرے خط تیری خوشبو، تیرے خواب و خیال
متاع جاں ہیں اب بھی تیری قسم کی طرح

اسی دوماہ کے عرصہ میں ہمارے بہت ہی پیارے محسن خطیب پاکستان مولانا ضیاء

القاسمی صاحب سپاہ صحابہ کے صوبائی وزیر شیخ حاکم علی شیخ امین گڈو شیخ محمد اشفاق، تشریف لائے، شجاع آباد، مظفر گڑھ، ملتان، میانوالی، بھکر، لیہ، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، کبیر والا، جام پور، علی پور، رحیم یار خاں، بہاولپور، لودھراں، کہروڑپکا، وہاڑی بورے والا، چیچہ وطنی، خانیوال، میانوالی، عبد الحکیم، کوٹ ادو، حاصل پور، چشتیاں، ہارون آباد، فورٹ عباس، منچن آباد، بھاولنگر۔ کے ہزاروں کارکنوں نے ملاقاتوں کا ریکارڈ قائم کردیا، سارا سارا دن ملاقات کے انتظار میں کارکنوں کی ایک تعداد جیل حکام کے لہجہ تلخ کی سزاوار بنتی قافلہ عشاق ہر پابندی کو بخوشی قبول کر کے رواں دواں رہا۔ ایجنسیوں کے اہلکار پیچھا کرتے رہے، حکومتی ملازم راہ روکتے رہے، جیل حکام ہر دن اوپر کی پابندیوں کی نوید سناتے قافلہ رکنے کی بجائے تیز ہو جاتا۔ کبھی ہر آدمی سے علیحدہ ملاقات روکنے کا حکم صادر کرتے، کبھی سر کردہ افراد کو اجازت ملتی، اور باقی حضرات جالیوں میں سے ہیلو ہیلو کرنے کی لجاجت کرتے۔ ان کی پابندیوں کے راگ بڑھتے رہے، ہماری خلاف ورزیوں کا سلسلہ دراز ہوتا رہا۔ نہ وہ اپنے اصرار سے باز آئے، نہ ہم اپنی روش کو تبدیل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ وہ ہر بار ہاتھ جوڑ کر ملاقاتی ہجوم کے مختصر کرنے کی کہانی شروع کرتے، ہم پے در پے اس کی خلاف ورزی کرتے القصہ یہ دھما چوکڑی چلتی رہی، ہم اپنی ضد پر قائم رہے، وہ اپنے واویلا سے باز نہ آئے، سپرنٹنڈنٹ جیل چوہدری عبد المجید ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان تھے وہ کئی اعلیٰ ڈگریوں کے باعث پروفیسری چھوڑ کر جیل کے جہنم کا داروغہ بننے پر کیوں آمادہ ہوئے جیلوں کا موجودہ نظام اس کی عکاسی کر رہا ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک شریف اور بھلے آدمی ہیں۔ انہوں نے جیل کے انتظام و انصرام میں کئی تبدیلیاں کیں وہ ہماری سیکورٹی کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ پریشان رہتے تھے۔ ڈپلومیسی اور ہر آپشن کے دو رخ بیان کرنا ان کا طرہ امتیاز تھا۔ ان کے پیشرو چوہدری خورشید احمد ہماری آمد کے چند روز بعد ہی نوٹ لکھپت جیل بھیج دیئے گئے تھے۔

چوہدری عبد المجید کے ساتھ ہمارا وقت بہت اچھا گذارا، جیل کی کرپشن اور رشوت وبرائی کے فروغ میں وہ معمولی کمی بھی نہ کر سکے، یہاں بھی ڈیوڑھی، چکر، ملاحظ خانہ، ۱۴ کلاس، منڈا خانہ، ملاقاتی جنگلہ، راشن ہر چیز ٹھیکے پر چڑھی رہی، قیدیوں اور ڈاکوؤں کے مال سے جیل حکام اپنا حصہ برابر وصول کرتے رہے، ایک تہائی لاہور تک جاتا رہا، پنجاب بھر کی روایت جو صرف ایک دو مقامات پر ٹوٹی یہاں بھی قائم رہی۔ لاکھوں روپے ماہانہ افسروں کی جیب میں جاتے رہے۔ قیدی کراہتے رہے، لنگر ویران رہا، حقدار چیختے رہے، چوروں، ہیروئن فروشوں ڈاکوؤں اور قاتلوں کا مال لٹتا رہا، جیل مینوئل کی آڑ میں برائی پرورش پاتی رہی۔

خدا کرے اس سارے نظام کو درست کرنے والا کوئی مسیحا آئے اور بے بس انسانوں کی اس نگری کو افسر شاہی کی زیادتیوں سے بچائے، جیلوں کے جہنم میں اصلاح کے پھریرے لہرائے۔ نئے نظام سے زندانوں کو ہم آغوش کرے بے سہارا قیدیوں کی آہ وفغاں سنے، غریب اور نادار لوگوں کی دادرسی کرے، موت کی کال کوٹھڑیوں سے لے کر عام قیدیوں کی بارکوں تک ہر دریچے کو انصاف اور انسانیت پروری کی روشنی سے مالا مال کرے-----

ہماری رہائی کے لئے لوگوں نے خانہ کعبہ کے طواف کئے کئی درجن افراد نے مکہ اور مدینہ منورہ میں اعتکاف کئے۔ ہر دن اندرون اور بیرون ممالک سے بڑی تعداد میں خطوط ملتے، ڈاک سنسر ہو کر پہنچتی کئی ایجنسیاں ہر خط چیک کر کے او کے کرتیں۔

جیل کا اہم مشغلہ۔۔ تصنیف و تالیف کا غیر معمولی کام

قلم سے کام تیغ کا اگر کبھی لیا نہ ہو
تو مجھ سے سیکھ لے یہ فن اور اس میں بے مثال بن

(از مولانا ظفر علی خان)

کثیر المشاغل لوگوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ بسیار کوشش کے باوجود علمی اور تحقیقی کاموں کی فراغت نہیں پاتے۔ ہر چند کہ جن لوگوں کی کاوش اور جہد مسلسل کا محور قرطاس و قلم کی خامہ فرسائی ہے مشاہدہ حق کی یہی روش ہے، ان کے فکر کی منزل یہی بادہ پیمائی ہے ان کا جملہ خیال اسی کشمکش کا رہین ہے ان کے برگ و بار اور ان کی سوچ کے مرغزار اسی میدان میں کھلتے ہیں۔

پر ہجوم محافل، بے پناہ اژدھام کی حامل مجلسیں، تاحد نظر انسانوں کے سروں کی فصلیں، حسرتوں کے کتبے اور یادوں مزار زبان و قلم کو ویران کرتے رہے رہ رہ کر کئی مرتبہ قلم اٹھایا مگر چند صفحات کے بعد سپاہ صحابہ کی ذمہ داریوں نے راستہ روک لیا، ملکی اور غیر ملکی اسفار کے پے در پے تسلسل نے سالہا سال تک کسی نئے قلمی شاہکار اور نئی کتاب کو وجود سے محروم رکھا۔

۱۹۸۷ء میں سنٹرل جیل فیصل آباد میں تصنیف کی جانے والی کتاب خلافت و حکومت بھی ۱۹۹۴ء میں میرے ساوتھ پیسفک (آسٹریلیا، فیجی آئی لینڈ) کے دورے میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ ۱۹۸۰ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی کی تدریس کے دوران لکھی جانے والی کتاب "ستارے چاند کے" ۱۹۹۳ء کے متحدہ عرب امارات کے ایک ماہ کے دورے میں "اسلام میں صحابہ کرام کی آئینی حیثیت" کے نام سے منصۂ شہود پر آئی۔

پاکستان کے جلسوں، سیمینارز، اجتماعات، سپاہ صحابہ کے تنظیمی امور، اسیران اور

مقدمات کی نگرانی، جامع عمر فاروق کے مشاغل، اشاعت المعارف کے نظام طباعت اور ماھنامہ خلافت راشدہ کی دیکھ بھال نے اتنا وقت بھی عطا نہ کیا کہ میں قدیم مسودات کو از سر نو صاف کر سکوں، یا سالہا سال سے قلب و دماغ میں مچلنے والے فکری مجموعوں کو قرطاس کی جبیں پر اتار سکوں قلم کے چھینٹوں سے فکر و نظر کے ارمغان تیار کر سکوں، نئی نسل کے شگوفوں کے لئے دینی نصاب کا چہرہ آشکار کر سکوں۔

موئے آتش دیدہ تھا حلقہ مری زنجیر کا

کے مصداق افکار کے ہجوم ہوا ہونے لگے، خیالات کی روشنی ماند پڑنے لگی، میرا حال اس شعر کی تصویر بن گیا۔

سر پھری اندھی ہوا نے کر دیا قصہ تمام
میں چراغوں کی لوؤں پر ہاتھ رکھتا رہ گیا۔

بالاخر رحمت حق نے سارے موتی جوڑنے کا سامان پیدا کر دیا۔ منتشر نظریات کو یکجا کرنے کی صورت نکالی۔ سپاہ صحابہ کی فکری رہنمائی کا ارادہ کیا، نونہالوں اور نوجوانوں کے ویرانہ دل کو شریعت اسلامیہ کے گلشن سے آباد کرنے کا کام شروع ہوا۔ ایک طرف بے نظیر حکومت کا انتقام تھا۔ دوسری طرف قدرت الٰہی کا انعام تھا۔ ایک طرف حکمرانوں کا جور و جفا تھا دوسری طرف خلاق عالم کا خزانہ بے بہا تھا ایک طرف کچل دینے اور صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا فیصلہ ہوا دوسری طرف حیات تازہ عطا کرنے اور نقش دوام نصیب کرنے کا راستہ نکالا گیا۔ گرفتاری کے وقت یہ تصور ہی نہ تھا کہ اس کی رات زلف محبوب کی طرح دراز ہو گی۔ اس شب کی طوالت ایک سال سے زیادہ عرصے کو محیط ہو گی۔ ابتداء میں تو ہمیں یہی بتایا گیا تھا کہ تم بے گناہ ہو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن اس احساس کے ساتھ کہ یہ گرفتاری تو سیاسی انتقام کے باعث ہوئی ہے۔ بے نظیر سے کسی قسم کی مفاہمت کا سوال ہی نہیں تو رہائی کیونکر ممکن ہے--- ملتان پہنچتے ہی ہمیں معلوم ہو گیا تھا۔ بقول فیض

ہاں تلخیء ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے
منظور یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے

میں نے گھر سے تمام مسودات کا صندوق منگوالیا۔دس دس سال پرانی گرد اتاری گئی۔بوسیدہ اوراق کی صفائی شروع ہوئی اس طرح یہ ارادہ مضبوط ہو گیا۔

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پر گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
اسباب غم عشق بہم کرتے رہیں گے
ویرانی دوراں پہ کرم کرتے رہیں گے

جیل میں تصنیف و تالیف کے کام کا مصمم ارادہ کرکے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نعتیہ کلام اور صحابہؓ کرام خلفاء راشدینؓ اور اہلبیت عظامؓ کی شان میں بیس سال سے جمع شدہ نعتوں اور نظموں کی ترتیب کا کام شروع ہوا۔

چند ہی روز میں ترتیب و تخریج اور تبویب و تسوید کے بعد ۱۵سو نظموں اور ۴۰۰ نعتوں کا ذخیرہ ارمغان رسالت کی دو اور ارمغان صحابہ کرامؓ کی ۷ جلدوں کی صورت میں تیار ہو گیا۔----- ہر جلد کے آغاز میں کم از کم بیس بیس صفحات پر مشتمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ اور صحابہؓ کرام کے احوال و سوانح کا اضافہ ہوا۔یہ خوبصورت اور نادر مجموعے ادب و انتشار کی دنیا میں سپاہ صحابہ کے مشن و فکر میں مد ثابت ہونگے۔اس عظیم تالیف سے ملک کے ہزاروں شعراء اور اہل قلم کو نئی جہت اور نیا زاویہ عطا ہو گا۔

ملتان کے قیام ہی کے دوران خلافت کا عالمی نصب العین جسے امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں خلافت ورلڈ آرڈر کہا گیا ہے۔اور سپاہ صحابہ کے کارکنوں کے لئے "کام

کیسے کریں" کے مسودات کی تکمیل ہوئی۔

تصنیف و تالیف کا سب سے زیادہ کام سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور میں ہوا جہاں چھوٹی بڑی ۱۲ کتابیں لکھی گئیں یہاں جیل کی "بشریٰ رحمان لائبریری" سے بیش بہا فائدہ بہم پہنچا۔ اس کے انچارج ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ملک مشتاق احمد کی توجہ سے علم و عرفان کے کئی مجموعے میسر آئے قیام لاہور میں پوری لائبریری کی ایک ایک کتاب کو دیکھنے کا موقع ملا--- جیلوں کی کتابوں سے کئی گنا زیادہ کتابیں باہر سے منگوائی گئیں۔ جامعہ اشرفیہ سے عزیزم مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی صاحب نے کتابیں فراہم کیں۔ جامع اشرفیہ اور پنجاب پبلک لائبریری کے علاوہ ذاتی کتب خرید کر یہاں ایک اچھا خاصا کتب خانہ قائم کر دیا، عربی، اردو، فارسی، اور انگریزی کے کئی مجموعے الماریوں میں سجا دیئے گئے۔ جیل حکام اور کئی مطالعہ کے شائقین کے ذریعے حوالوں کی دریافت، عبارات کی نشاندہی مکمل ہوئی۔ کوٹ لکھپت میں سپاہ صحابہ کے علماء مولانا محمد اعظم طارق، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، مولانا عبدالقیوم اور قاری عطاء الرحمٰن صاحب نے کافی مدد کی۔

شیعہ مذہب اور اسلام کا تقابلی مطالعہ، تمام احباب کی محنت شاقہ اور معاونت کا خصوصی شاہکار ہے راولپنڈی اڈیالہ جیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مولانا حق نواز شہید تک ہر صدی کے حساب سے الگ الگ مجاہدین اسلام کی تاریخ پر مشتمل دعوت و جہاد اور استقامت کی درخشندہ تاریخ مکمل ہوئی۔ اسی طرح "کیا خمینی کو اسلام کا ہیرو قرار دیا جا سکتا ہے" اور شیعہ کی قابل اعتراض کتابوں کے ایک ہزار حوالہ جات کا کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ چنانچہ ۱۴ ماہ کے عرصہ جیل میں ۲۵ سے زائد کتابیں پایہ تکمیل تک پہنچیں۔ جیل سے باہر یہ کام دس سال تک بھی مکمل ہونا ممکن نہ تھا۔

تصنیف و تالیف کے کام میں راقم کو پہلی مرتبہ اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ اگر مصنف کی نیت صحیح ہو اور خالص دینی جذبے کے تحت اس کام کا آغاز کیا گیا ہو تو ہر

کتاب کے عنوانات، اور مندرجات میں اللہ کی خصوصی نصرت عیاں ہو جاتی ہے- مذکورہ تصانیف میں ایک دو کے علاوہ پہلے سے کسی تصنیف کا کوئی ارادہ نہ تھا---- لیکن

جونہی کسی کتاب کا خیال آتا فوراً اس کا مکمل خاکہ دل پر نقش ہو جاتا- چند روز بعد اس کے مواد کی ترتیب کے لئے جملہ کتب کا انتظام ہو جاتا پھر دل و دماغ پر یہ کتاب اس طرح چھا جاتی کہ دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو کر سارا دھیان اسی کتاب پر مرتکز ہو جاتا، بسا اوقات کئی کتابوں کے مندرجات کی آورد اور عنوانات کا اس قدر ہجوم ذہن پر چھایا رہا کہ مجھے اس کتاب کے علاوہ ایک خط لکھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی جب تک میں اصل ابواب اور حقیقی عنوانات و عبارات کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا دیتا اس وقت تک سکون نہ ملتا- جیل کی تمام تصانیف صبح ۹ بجے سے دوپہر ایک بجے تک اور مغرب سے عشاء تک تحریر کی گئی ہیں عشاء کے بعد مطالعہ کا وقت مقرر تھا اس لئے عام طور پر ایک سو سے دو سو صفحات تک مطالعہ اور ورق گردانی کا معمول رہا، "پیغام اسلام اقوام عالم کے نام" تو اسلام کی حقانیت پر ایک عمدہ ذخیرہ ہے اس کا ابتدائی کام خلافت و حکومت کے ساتھ ۱۹۸۷ء میں سنٹرل جیل فیصل آباد میں مکمل ہوا تھا- جس طرح رہبر و رہنما بھی ۱۹۷۴ء میں درجہ مشکوۃ کے دوران تحریک ختم نبوت کی اسارت (ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ) میں مکمل ہوئی تھی اس طرح پیغام اسلام کا اکثر حصہ کوٹ لکھپت میں مکمل ہوا لیکن شیعہ مذہب اور اسلام کا تقابلی مطالعہ کی تصنیف میں بارگاہ الٰہی کی طرف سے جو خصوصی مدد عطاء ہوئی وہ ناقابل بیان ہے- "تعلیمات آل رسول" بھی بارگاہ خداوندی کا خصوصی عطیہ ہے آج جب میں اس عظیم تصنیف کے مندرجات پر غور کرتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر اعلیٰ مواد پر مبنی یہ عظیم ذخیرہ کس طرح میرے ناہنجار قلم سے نکل گیا-

امام مہدیؒ کے بارے میں کتاب بھی اللہ کے خصوصی انعام کا نتیجہ ہے- چھوٹی بڑی تمام تصنیفات میں ہر ایک بے شک راقم کے قلم سے پایہ تکمیل تک پہنچی ہیں لیکن اس کے

جملہ محاسن، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا کرشمہ ہیں۔ میں اس قابل کہاں تھا کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام کی عظمت ان کی وکالت اور ان کے دشمنوں کی تردید و شناعت کا کام مجھ سے لیا جاتا، اب یہ سب کچھ خواب معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کرے یہ تمام ذخیرے دنیا کے ہر ملک اور ہر حلقے میں عام ہوں، جیلوں کے ایام و شہور کے یہ شہہ پارے ہر شہر اور علاقے کے انسانوں کے قلوب کو اسلامی تعلیمات سے ہم آغوش کریں جب ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہماری رہائی کے لئے غلاف کعبہ پکڑ پکڑ کر لوگ دعائیں کر رہے ہیں، پاکستان کے تمام علماء شیخ الحدیث اور دینی حلقے آیت کریمہ کے اوراد، دعاؤں اور تضرع والحاح سے ہمارے لئے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ پھیلا رہے ہیں اور دوسری طرف جیلوں میں سینکڑوں قیدیوں کی طرف سے دن رات کی دعائیں دیکھ کر ہمیں یقین ہو جاتا تھا کہ ظاہری طور پر ہماری رہائی میں ایک سال کی تاخیر کے مقابلے میں ان تمام کتابوں کا وجود میں آنا جو ناموس صحابہ کے حوالے سے خمینی انقلاب کی صورت نوعیہ کی تردید میں ۱۵ویں صدی کا منفرد کام تھا تو بے ساختہ دل پکار اٹھتا کہ یہ سب کچھ پروردگار حقیقی کو اسی طرح مطلوب تھا۔ اس کی مشیت میں کسی کی ایک سالہ تاخیر اس مہتمم بالشان کام کے مقابلے میں معمولی حیثیت کی حامل ہے۔

ہماری بے گناہی پر جیل سے لکھے گئے چند خطوط

ارکان حکومت کے نام

○

ضبط کرتا ہوں تو گھٹتا ہے قفس میرا دم
آہ کرتا ہوں تو صیاد خفا ہوتا ہے

○

ہم نے پہلے ہی روز سے ملک بھر کے دانشوروں، صحافیوں، اہل قلم، عدلیہ کے ججوں اور صدر سمیت حکومتی ارکان کے ہر طبقے کے نام یکطرفہ انتقام سپاہ صحابہ پر تشدد کے الزام کی تردید، اپنی بے گناہی، جھوٹے مقدمات کی تفصیلات روانہ کیں۔ نتیجتاً حکومت کا سارا کیا دھرا خاک میں مل گیا۔ ہمارے مکتوبات اور مراسلوں کی اشاعت کے بعد مختلف سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی طرف سے ہمارے خلاف حکومت کی یکطرفہ کارروائی کی مذمت کی گئی۔

بعض لوگ سمجھتے تھے شاید سپاہ صحابہ کی قیادت کسی طور پر بعض واقعات میں ملوث ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ فضا چھٹ گئی۔ ایک طرف حکومت ایجنسیوں کا ریکارڈ آشکار ہوا ہر ایک نے ہمارے خلاف قائم کئے گئے مقدمات میں ہماری بے گناہی کی رپورٹ حکومت کو بھیجی دوسری طرف ہم نے حکمرانوں کو چیلنج کیا کہ اگر کسی بھی مقدمہ میں میرا یا مولانا اعظم طارق کا ملوث ہونا ثابت ہو جائے تو حکومت ہمیں سرعام پھانسی پر چڑھا دے۔ بس پھر کیا تھا حکومت پسپا ہو گئی۔ ہر مجلس اور محفل میں ہمارا چیلنج زیر بحث آیا۔ حکمران پہلے ہی دن سے ہماری بے گناہی سے واقف تھے اور جذبہ انتقام کے باعث تجاہل عارفانہ کا شکار تھے وہ تو ایک تیر سے دو شکار کر رہے تھے۔ شاہنواز ڈبہ کے قتل کی آڑ میں ان کو سپاہ صحابہ کو

کچلنے اور اس کی قیادت کو راستہ سے ہٹانے کا بہانہ مل گیا تھا۔ لیکن پولیس رپورٹوں اور علاقوں کی کارگزاری سے انہیں مایوسی ہوئی۔ وہ چند دنوں میں ہمیں پھانسی کی سزا دینے کے منصوبے میں ناکام ہو گئے۔ اصل صورت کو سمجھنے کے لئے ذیل میں صرف ان خطوط کو نقل کیا جا رہا ہے جو راقم نے کوٹ لکھپت اور اڈیالہ جیل سے اخبارات، عدلیہ اور ارکان حکومت کے نام ارسال کئے ان خطوط کو ملک کے تمام قومی اخبارات نے شہہ سرخیوں سے شائع کیا۔

پہلا خط

قتل کوئی کرتا ہے، الزام میرے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔

اگر شاہ نواز کا قتل میں نے کرایا ہے تو مجھے قتل کر دیا جائے

☆ میں حکومت اور عوام کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ مذہبی تشدد اور قتل و غارت ملک و قوم کے لئے بیرونی حملوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

☆ سب سے پہلے ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو ہمارے قائد مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید کیا گیا۔ اس کے گیارہ ماہ بعد ہمارے ایم این اے مولانا ایثار القاسمی کو بھی گولی مار کر شہید کیا گیا اس طرح مذہبی تشدد کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا، جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے آج تک دونوں طرف سے جتنے بھی لوگ مارے گئے ان کے قاتلوں کی گرفتاری، اس عام رجحان اور تشدد کی روایات کے خاتمہ کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی مذہبی ہم آہنگی کے لئے صرف محرم الحرام سے چند روز قبل امن کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں۔ "ڈنگ ٹپاؤ" پالیسی پر عمل کر کے چند ہی روز بعد شاید حکومت کو امن کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

☆ شیعہ سنی تنازعہ کی بڑھتی ہوئی شدت کو کم کرنے کے لئے ایک بہت ہی عمدہ اور سنجیدہ کوشش میاں نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے دور میں ہوئی جب ملکی سطح پر "فرقہ واریت کے خاتمے کی کمیٹی" قائم کر کے میاں صاحب نے گورنر ہاؤس لاہور میں ۲۷ ستمبر ۱۹۹۱ء کو ملک بھر کے تمام مکاتب فکر کے ۴۰۰ جید علماء کو مدعو کیا یہاں سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کے علاوہ ملک بھر کے سربر آوردہ جید علماء بھی شریک ہوئے ہم نے میاں صاحب کے سامنے اختلاف کی اصل وجوہ اور تنازعہ کی شدت کے اصل عوامل کو "تاریخی دستاویز" کے نام سے پیش کیا اس اجلاس میں وزیر اعظم سمیت چاروں وزیروں کے علاوہ چیدہ چیدہ علماء بھی موجود تھے میاں نواز شریف صاحب نے مسئلہ کی سنگینی کے پیش نظر مولانا عبدالستار نیازی وزیر مذہبی امور کی نگرانی میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور دانشوروں پر مشتمل ایک ۳۰ رکنی کمیٹی تشکیل دی اس میں سپاہ صحابہؓ کی طرف سے میں (راقم ضیاء الرحمٰن فارقی) مولانا محمد ضیاء القاسمی اور مولانا محمد اعظم طارق شریک تھے۔

☆ ۲ جولائی ۱۹۹۲ء کو کمیٹی نے اپنی سفارشات وزیر اعظم کو پیش کیں جن پر کئی ماہ تک کوئی عمل نہ ہوا اگر فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کی سفارشات پر عمل ہو جاتا تو آج ملک کے حالات ہی کچھ اور ہوتے بے نظیر حکومت کے قیام کے بعد ۱۹۹۴ء میں ہم نے اس حکومت سے دوبارہ نیازی کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کرنے کا مطالبہ کیا لیکن یہ مطالبہ بھی "صدا بصحرا" ثابت ہوا۔

☆ وفاقی وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے بھی شروع میں مرکزی سطح پر ایک اجلاس بلایا لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ اس میں دوسرے فریق کی عدم شرکت سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

☆ راقم نے ایک سال قبل صدر پاکستان جناب فاروق احمد خاں لغاری کو قیام امن کے لئے سات نکاتی فارمولا پیش کیا تھا یہ فارمولا خود صدر محترم کے حکم کے مطابق تیار کیا گیا

تھا انہوں نے ہماری پہلی ملاقات میں شیعہ سنی تنازعہ کی شدت کے خاتمہ کے لئے جب تعاون کے لئے کہا تو میں نے فوری طور پر اپنی جماعت کی طرف سے تعاون پیش کرتے ہوئے فارمولا بھیجا یہ فارمولائی اخبارات سمیت ہمارے ماہنامہ خلافت راشدہ میں بھی شائع ہوا اس پر عمل در آمد تو کیا ہو تا صدر صاحب کی طرف سے جواب ہی موصول نہ ہوا اس کے بعد ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں آیا اس میں مولانا ضیاء القاسمی مولانا سمیع الحق قاضی حسین احمد کی کوشش کے ساتھ ہماری کوششوں کا بھی دخل ہے ہم نے ہر سطح پر قیام امن کے لئے کونسل کے فیصلوں پر عملدر آمد کیا کچھ عرصہ بعد پھر تشدد کی لہر آئی ہے ہم آج بھی ہر سطح پر امن کے لئے حکومت سے تعاون کے لئے تیار ہیں۔

☆ قیام امن کے تعاون کی پیش کش کے ساتھ ہم یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سپاہ صحابہ پاکستان اور دنیا بھر میں صرف ناموس صحابہؓ کے تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کر رہی ہے اس کا نصب العین کسی قسم کے تشدد اور لاقانونیت کی اجازت نہیں دیتا ہم پر تشدد کا الزام وہی لگاتا ہے جو ہمارے پروگرام سے واقف نہ ہو ہم سمجھتے ہیں دینی تحریکوں کو تشدد اور لاقانونیت کے ذریعے کامیاب نہیں کیا جا سکتا ہم پر بعض لوگوں کی طرف سے قتل و غارت کا الزام بے بنیاد ہے صرف لاہور میں ہمارے ۴۲ علماء اور کارکن شہید ہوئے قاری سمیع اللہ جھنگوی قاری اللہ داد سے لے کر مولانا سیف اللہ خالد طاہر کمبوہ اور علامہ عارف چشتی تک ہم نے کتنے جنازے اٹھائے سانحہ مسجد احسان سانحہ مسجد عثمانیہ محمدیہ مسجد شاہدرہ سانحہ مسجد خدیجتہ الکبریٰ اور چھ دیگر مقامات پر ہمارے تین درجن سے زائد کارکن مارے گئے ہم نے وٹو سمیت ہر حاکم کے آگے واویلا کیا انتظامیہ کے تمام بڑے افسران سے میں خود ملا قاتلوں کی گرفتاری کا ہر فورم پر مطالبہ کیا مولانا محمد اعظم طارق پر سرگودھا میں قاتلانہ حملہ ہوا ان کے دو گن مین شہید ہوئے آج تک ان کا قاتل بھی نہیں پکڑا گیا۔

☆ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بھی ایسا واقعہ پیش آتا ہے اس کو مذہبی تنازعہ قرار

دے کر انتظامیہ خاموش ہو جاتی ہے قاتلوں کی گرفتاری نہ ہو تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا سنجیدہ اور پرامن قیادت کے بار بار مطالبات کے بعد بھی کوئی بات نہ مانی جائے تو کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔ حالیہ دنوں میں جو شیعہ حضرات مارے گئے ہیں حکومت کو ان کے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے بلا تفریق تمام ملزم پکڑ لیں تشدد کا رجحان ختم ہو جائے گا شور کوٹ کے دو افراد کے قاتل کہاں ہیں حکومت کیا کر رہی ہے بے گناہوں کو گرفتار کرنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا ضلع بہاولپور کے مشہور جاگیردار میاں شاہ نواز کو ۱۵ نومبر کو قتل کیا گیا۔ اس الزام میں مجھے اور مولانا اعظم طارق اور ڈبہ خاندان کے سیاسی حریف تسنیم نواز گردیزی اور شیخ عبدالرحیم کو گرفتار کر لیا گیا ہے میں آج بھی حکومت کو پیش کش کرتا ہوں کہ ایماندار افسران کے ذریعے تفتیش کرائی جائے اگر ہم پر جرم ثابت ہو تو ہمیں بر سر عام گولی ماردی جائے ہمیں میاں شاہنواز سے اختلاف ضرور تھا اس نے ہمارے کئی کارکنوں پر زیادتیاں کی تھیں۔ لیکن کسی آدمی کو اس اختلاف کے باعث قتل کرانے کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

☆ ڈھائی ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہے ابھی تک میاں شاہنواز کے اصل قاتل ہی کا علم نہیں ہوا ہمارا ایماء کیسے ثابت ہو گیا پھر یہ روایت بن گئی ہے کہ جہاں بھی کوئی مخالف قتل ہوتا ہے اس میں ہمارا نام دے دیا جاتا ہے حکومت بتائے کہ بعض ایسے واقعات ہوئے جن کے بعد میں قاتل بھی پکڑے گئے ان کیسوں کی ایف آئی آر میں بھی ہمارا نام درج کرایا گیا تھا۔ اصل قاتلوں کی گرفتاری کے بعد بھی جب تفتیش میں ہمارا ملوث ہونا ثابت نہ ہوا تو ہمیں ڈسچارج کر دیا گیا لاہور میں ڈاکٹر محمد علی نقوی کے قتل کا افسوسناک واقعہ ہوا اس میں مولانا اعظم طارق سمیت ہمارے کئی صوبائی عہدیداروں کا نام لکھا گیا تین تین تفتیشی کمیٹیوں میں سے کسی نے انہیں ملزم قرار نہیں دیا انہیں بے گناہ اس کیس میں ملوث کیا گیا ہمارے مخالف لیڈروں پر بھی اسی طرح ۱۸، ۱۸ قتل کے مقدمات درج ہیں انہیں گرفتار

نہیں کیا گیا صرف ہم پر زیادتی کہاں کا انصاف ہے ہمارے ساتھ زیادتی بے نظیر صاحبہ کے خصوصی حکم سے ہو رہی ہے ہم پوری دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم بے گناہ ہیں حکومت بھی ابھی تک ہمیں گناہگار ثابت نہیں کر سکی ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ہمیں حکومت کی مخالفت کے باعث انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

☆ دنیا کے تمام مسلمان جانتے ہیں کہ بے نظیر حکومت نے سپاہ صحابہ کے قائدین کو صرف سیاسی اختلاف کا نشانہ بنایا ہے ورنہ یہی مقدمات دوسرے مخالفین پر بھی ہیں انہیں کیوں نہیں پکڑا گیا میرے پاس دنیا کے دو درجن ممالک سے لوگوں کی طرف سے خطوط آئے ہیں۔ پاکستان کی تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے پیغام بھیجے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ قائدین سپاہ صحابہ بے گناہ ہیں کئی علماء اور سیاسی وفود جب پنجاب حکومت کے افسران سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم بے بس ہیں ہم نے پکڑا انہیں "اوپر بات کرو" وہ کہتے ہیں سپاہ صحابہ کے لیڈروں کو بے نظیر کے خصوصی حکم سے گرفتار کیا گیا ہے۔

☆ میں حکمرانوں سے سوال کرنا چاہتا ہوں تم نے آخر اللہ تعالیٰ کو بھی جواب دینا ہے یہ حکومت ہمیشہ رہنے والی نہیں اقتدار آنی جانی چیز ہے، کسی کو بے بنیاد الزام پر قتل کے مقدمات میں ملوث کرنا کہاں کا انصاف ہے قیامت کے روز کیا جواب دو گے ظلم کب تک کرو گے سیاسی اور مذہبی اختلاف کا کیا مطلب یہ ہے کہ قتل کے مقدمات میں ملوث کر دو تو تم اور تمہارا اقتدار محفوظ رہ جائے گا ہرگز نہیں حقیقی اقتدار کا مالک پروردگار دیکھ رہا ہے ہمیں اسی سے توقع ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اپنے فضل و کرم سے ضرور انصاف کرے گا ناموس صحابہ کا تحفظ اگر جرم ہے تو یہ جرم ہمیشہ کرتے رہیں گے۔

میرا یہ خط روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بھی شائع ہوا۔ (بشکریہ ہفت روزہ "زندگی" و روزنامہ خبریں ۴ مارچ-۱۹۹۶ء

دوسرا خط
صدر وزیراعظم پاکستان اور آرمی چیف کے نام

(یہ خط اڈیالہ جیل راولپنڈی سے تحریر کیا گیا اور تمام قومی اخبارات کے علاوہ سپاہ صحابہؓ کے ترجمان ماہنامہ خلافت راشدہ کی خصوصی اشاعت ستمبر۱۹۹۶ء کے ادارتی کالموں میں بھی شائع ہوا بعد میں سپاہ صحابہؓ کے بعض یونٹوں نے اسے اشتہار کی صورت میں شائع کیا۔)

انتہائی افسوس ہے کہ چارہ ماہ کے وقفہ کے بعد ایک مرتبہ پھر پنجاب میں مذہبی حوالے سے قتل وغارت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ۵۔ اگست کو کمشنر سرگودھا اور ۶۔ اگست کو عبدالکریم مشتاق کے قتل کے بعد حکومت نے ایک مرتبہ پھر بے دریغ بے گناہ علماء اور دینی کارکنوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابتدائی حکومتی اطلاعات میں دونوں واقعات کی ذمہ داری بغیر ثبوت اور گواہ کے حسب روایت سپاہ صحابہ پر ڈال دی گئی ہے چونکہ دوسری طرف دونوں افراد کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے اس لئے انتہائی اہم عہدوں پر براجمان گورنر پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے بھی بغیر کسی ثبوت کے اور بغیر کسی ملزم کو گرفتار کئے سپاہ صحابہ کے خلاف بیان داغ دیئے ہیں۔

اگر خدانخواستہ قتل ہونے والوں کا تعلق اہل سنت یا بطور خاص سپاہ صحابہ سے ہوتا تو نہ تو اس پر اتنا طوفان اٹھایا جاتا اور نہ گرفتاریوں ہی کا سلسلہ شروع ہوتا۔

حالیہ گرفتاریوں میں سپاہ صحابہ کے ۲۰۰ سے زائد کارکنوں کو پنجاب بھر سے گرفتار کیا گیا ہے۔ گرفتار ہونے والے تمام افراد وہی ہیں۔ جن سے حکومت نے محرم الحرام میں قیام امن کے لئے تعاون حاصل کیا تھا۔ یہ تمام افراد اپنے اپنے علاقوں میں قیام امن کے ذمہ دار تھے۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن پر کبھی بھی قابل اعتراض تقریر تک کا مقدمہ درج نہیں ہوا۔ ان کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ لوگ سپاہ صحابہ کی پرامن جدوجہد اور مثبت پروگرام کے حامی ہیں یہ لوگ ایک مذہبی جماعت کے تمام امور کو آئینی اور قانونی

انداز سے عوام کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جب بھی کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ اس وقت کے لئے ایجنسیوں کی رپورٹوں کی روشنی میں جن جن افراد کا نام سپاہ صحابہ کے معاونین، رفقاء وارا کین اور عہدیداروں کی فہرست میں آچکا ہے یا ان میں سے کئی لوگ جماعت سے وابستگی ختم کر کے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ ان سب کو اس فہرست میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تین مرتبہ یہ لوگ تین تین ماہ کے لئے جیلوں کی یاترا کر چکے ہیں۔ پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کے آرڈر پر پہلا آپریشن ۲۱۔ فروری ۱۹۹۵ء کو شروع کیا، دوسرا آپریشن بہاولپور کے زمیندار شاہنواز پیرزادہ جو پیپلز پارٹی کے ایک ایم این اے ریاض پیرزادہ کے والد تھے کے قتل پر میری اور مولانا اعظم طارق کی گرفتاری کے ساتھ ۲۱۔ فروری ۱۹۹۵ کو کیا۔ تیسرا آپریشن اب اوائل اگست میں ہوا تو پھر پہلے والی فہرستیں کام آگئیں۔ یہاں خصوصی طور پر گزارش ہے کہ آپ ملک کے مقتدر محکموں پر براجمان ہیں۔ جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا ہے آپ فوراً ایک بیان (کہ فرقہ واریت کے خلاف جہاد جاری رہے گا)، کے نام سے داغ دیتے ہیں اور سپاہ صحابہ کے پرامن کارکنوں کی گرفتاری کا فیکس بھی تمام اضلاع کو روانہ کروا دیتے ہیں۔

لیکن انتہائی افسوس ہے کہ کبھی آپ نے قتل کے ان واقعات پر غور نہیں کیا، اصل ملزمان تک پہنچنے کی کوئی کوشش نہیں کی، بار بار بے گناہ لوگوں کو جیل میں بھیجنے کا آپ اب تیسرا تجربہ کر رہے ہیں، لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسے اقدامات کے باوجود ڈاکٹر محمد علی نقوی محسن نقوی کا قتل کیوں ہوا۔ ساجد گیلانی کو کس نے مارا۔ ان تینوں افراد کے قتل پر گورنر، وزیر اعلیٰ اور ایس ایس پی لاہور علیحدہ علیحدہ پریس کانفرنسوں میں چار مختلف گروہوں کو قاتل قرار نہیں دے چکے، کیا قاتلوں میں سے اب تک کوئی ایک بھی گرفتار کیا گیا ہے؟

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ آپ کا رویہ سپاہ صحابہ کے ساتھ ہمیشہ

معاندانہ رہا ہے۔ آپ نے سپاہ صحابہ کے لاکھوں پرامن کارکنوں اور اس کی قیادت کی مثبت جدوجہد پر غور ہی نہیں کیا۔ ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ کے خلاف پاکستان اور ایران میں شائع ہونے والے لٹریچر کا خاتمہ کیا جائے اس کے مرتکبین کے خلاف سزا کا قانون بنایا جائے، تاکہ مذہبی اشتعال انگیزی کا سلسلہ مکمل طور پر ختم ہو جائے، اسی لئے میری جماعت کے رکن قومی اسمبلی مولانا اعظم طارق نے موجودہ ایوان میں بھی ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ بل پیش کیا ہے ہم نے میاں نواز شریف کے دور میں انہیں ۲۸۔ ستمبر ۱۹۹۱ء کو "تاریخی دستاویز" پیش کر کے قابل اعتراض لٹریچر کی نشاندہی کر کے اس کو روکنے کے لئے ایک مرتبہ پہلے بھی مثبت کوشش کی تھی، ہم آج بھی اتنی ہی کوشش کے ساتھ مثبت جدوجہد کے لئے عدم تشدد کی راہ پر گامزن ہیں۔ حکمرانوں نے ہر مذہبی فساد کو ہماری جماعت کے پرامن کارکنوں کے سر تھوپنے کے لئے بھونڈا طریقہ اختیار کیا۔

ہم نے ہمیشہ واویلا کیا کہ ہم قتل و غارت کے خلاف ہیں، آپ ہی بتائیں ۲۱۔ نومبر ۱۹۹۵ء کو ہماری گرفتاری کے بعد آپ نے بہاولپور اور لاہور سے ہمارے جتنے بھی کارکن گرفتار کئے دو ایک پر آپ کی ایجنسیوں نے تین تین ماہ تک تشدد کیا، آپ کے افسران نے ہر ایک کو ہمارا نام لینے اور ہمیں ملوث کرنے کے عوض رہا کرنے کی پیشکش کی، لیکن آپ بتائیں کیا کسی ایک ذریعہ سے بھی آپ کو میرے یا مولانا اعظم طارق کے ملک بھر کے کسی واقعہ میں ملوث ہونے، یا کسی کو قتل پر اکسانے کی شہادت ملی ہے۔ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ کسی جوڈیشنل انکوائری کے مطابق اگر ہم یا ہماری جماعت کا کوئی ذمہ دار کارکن کسی بھی قتل میں ملوث ہوا تو اسے کھلے عام تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ ہم قتل و غارت پر یقین نہیں رکھتے، ہماری جدوجہد پرامن ہے۔ ہم قانونی ذرائع سے اپنے مطالبات منوانا چاہتے ہیں، ہمیں لاقانونیت، دہشت گردی اور تخریب کاری سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے ۱۹۹۴ء

کے اوائل میں صدر فاروق احمد خان لغاری کی موجودگی میں اسلام آباد میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ میاں منظور وٹو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ لاہور میں قاری سمیع اللہ جھنگوی شہید سمیت ہمارے ۲۶ کارکن شہید ہو چکے ہیں، دوسری طرف کا ایک ملزم بھی گرفتار نہیں ہوا، قاتل نامزد ہیں اور دندناتے پھر رہے ہیں اگر آپ نے ہمیں انصاف نہ دیا تو حالات میرے کنٹرول میں نہیں رہیں گے۔ میری جماعت کے کئی کارکن میرا گریبان پکڑ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں مروا رہے ہیں، ہمیں کچھ نہیں کرنے دیتے، میں نے لغاری صاحب سے کہا کہ اگر یہ لوگ باغی ہو گئے تو پھر میری کوئی ذمہ داری نہ ہو گی لیکن افسوس کہ ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ پھر کچھ لوگ ہم سے باغی ہو کر ریاض بسرا گروپ سے جا ملے وہ شیعہ کی طرح ہمارے بھی مخالف ہو گئے اس کے بعد قاری سیف اللہ خالد شہید ہوئے، قاسم چوہدری کا سر کاٹ کر بے دردی سے ذبح کیا گیا طاہر کمبوہ، قاری اللہ داد تونسوی، قاری طاہر، سانحہ چوبرجی کوارٹر گراؤنڈ لاہور کے شہدا کا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہمارے قاتل کہاں ہیں۔

مولانا محمد اعظم طارق پر ۲۲۔ اگست ۱۹۹۴ء کو سرگودھا میں قاتلانہ حملہ ہوا، اس میں راکٹ لانچر ز چلائے گئے ان کے دو گن مین شہید ہوئے، آپ تمام نے مولانا اعظم طارق کو فون کر کے قاتلوں کی گرفتاری کا یقین دلایا۔ لیکن ان قاتلوں میں سے آج تک کوئی بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔ ہمارے ساڑھے تین سو کارکن شہید ہو چکے ہیں۔ صرف لاہور ہی کو لے لیں کہ جہاں کے کسی بھی شہید کے قاتلوں کو نہیں پکڑا گیا۔ آپ کی حکومت نے ہمارے جن قاتلوں کے دس دس لاکھ روپے کے انعام مقرر کئے وہ کہاں ہیں۔ آپ کا قانون کہاں ہے؟ جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو یہاں بھی صرف سپاہ صحابہ کو پکڑا جاتا ہے۔ یہ بے انصافی اور ظلم کب تک جاری رہے گا۔

پھر جب ہم ملی یکجہتی کونسل میں شامل ہوئے تو اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اور ایک

گروہ نے ہم سے علیحدگی اختیار کر کے ہمارے خلاف کام شروع کر دیا۔ ظاہر ہے جب ایک جماعت کے ۴۴ افراد صرف لاہور میں شہید کر دیئے گئے ہوں اور ایک کا بھی قاتل پکڑا نہ گیا ہو اور سارے قاتل ٹھوکر نیاز بیگ میں چھپے بیٹھے ہوں۔ آپ دو تین جعلی آپریشنز کے ذریعہ ان کے حوصلے بلند کر چکے ہوں تو پھر دوسری طرف سے آپ کیا توقع رکھیں گے۔

میں جنازے اٹھا اٹھا کر تھک گیا ہوں ہر لاش پر میرے کارکنوں نے میرے خلاف نعرے لگائے مجھے مولانا حق نواز جھنگوی اور کارکنوں کا قاتل قرار دے کر مشن جھنگوی سے پہلو تہی کرنے والا کہا گیا، کارکنوں کے پے در پے قتل اور شہادتوں کے بعد ہمارے ناراض کارکنوں سے آپ اور کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔

پھر آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے ریاض بسرا کی قیادت میں "لشکر جھنگوی" کے نام سے علیحدہ گروپ بنایا۔ انہوں نے چار ماہ پہلے پوری حکومت کو وارننگ دی کہ ہمارے کارکنوں کے قاتلوں کو گرفتار کرو وہ خط ہمیں جیل میں موصول ہوئے، آپ کے تمام دفتروں میں وہ خطوط گئے، تمام اخبارات میں شائع ہوئے۔ آپ نے اس کے جواب میں کیا کیا۔ ان خطوط کا نوٹس لیا۔ اگر کمشنر سرگودھا اور لاہور میں قتل کے واقعات ہوئے تو انہوں نے لاہور کے پریس ریلیز میں جو وہاں کے اخبارات میں شائع ہوا اس قتل کی ذمہ داری قبول کر لی۔ آپ پھر بھی سپاہ صحابہ کے بے گناہ اور پر امن لوگوں کو گرفتار کر کے کیسے امن قائم کر لیں گے، ایسی بوگس اور من گھڑت کارروائیوں سے آپ ایک طرف مقتولین کے ورثاء کو دھوکہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف اصل ملزمان کو ایک مرتبہ پھر فرار ہونے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ آپ سپاہ صحابہ کی قیادت سمیت تمام پر امن اور آئینی جدوجہد کرنے والے لوگوں کو تو جیلوں میں بند کر دیں اور جن لوگوں نے ان واقعات کی ذمہ داری قبول کی، نہ ان کے کسی مطالبے پر غور کریں، نہ ایسے واقعات کے اصل عوامل کا جائزہ لیں نہ اصل ملزمان پر ہاتھ ڈالیں۔

مجھے بتائیں جس مقدمہ میں آپ نے مجھے اور مولانا اعظم طارق کو جیل میں ڈال رکھا ہے اس میں ہمارا کوئی جرم ثابت ہوا ہے؟ جس طرح وزیر اعظم و وزیر داخلہ پر راولپنڈی کے جماعت اسلامی کے کارکنوں، لاہور مسلم لیگ کے جاوید اشرف اور کراچی میں الطاف حسین کے بھائی اور بھتیجے کے قتل کا الزام ہے اسی طرح ہم پر الزام لگا کر بغیر ثبوت اور بغیر کسی گواہ کے جیل میں رکھ کر آپ کس انصاف کا دعویٰ کر رہے ہیں، ہم پر تو دو تین مقدمات ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارے مخالفین پر ۱۸-۱۸ قتل کے مقدمات درج ہیں۔ آپ ان کو گرفتار کیوں نہیں کرتے؟

کیا آج پاکستان کے ۱۴ کروڑ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو نظر نہیں آرہا کہ آپ صرف سپاہ صحابہ سے انتقام لے رہے ہیں، کیا ہماری مخالف تنظیم کے عہدیداروں پر قاری سمیع اللہ جھنگوی سے لے کر قاری سیف اللہ خالد شہید تک ۴۴ قتل کے مقدمات درج نہیں، ان کو کیوں پکڑا نہیں جاتا۔ یک طرف ٹریفک چلا کر آپ کس طرح انصاف اور قیام امن کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ایک طرف تو ساری قیادت جیلوں میں بند ہو اور دوسری طرف قاتلوں اور اشتہاری ملزموں سے وی آئی پی سلوک کیا جا رہا ہو، ایک طرف آپ ایک مخصوص فرقہ کے ڈویژنل آفیسر کو تین تین سال سے ایک ہی جگہ تعینات کر کے اس کے دفتر اور کوٹھی کو مخصوص سرگرمیوں کا اڈہ بنائے رکھیں، دوسری طرف عبدالکریم مشتاق ۵۵ کتابوں میں صحابہ کرام کو کافر و مرتد تحریر کرے۔ تب بھی آپ سمجھیں گے کہ اس سے کسی کے جذبات مجروح نہیں ہوں گے، اس پر مستزاد یہ کہ اسلام آباد کی ایک اعلیٰ شخصیت درپردہ ہمارے قاتلوں کو تحفظ اور امداد دے رہی ہو، ہم ایک عرصہ سے چیخ رہے ہیں کہ ناموس صحابہ و اہل بیتؓ بل منظور کر کے قابل اعتراض لٹریچر کے مرتکبین کو سزا دلوائیں اس پرامن جدوجہد کی تو آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ میں نے صدر پاکستان کو ۱۹۹۴ء کے آغاز میں سات نکاتی فارمولا پیش کیا تھا۔ اس پر عمل درآمد تو کیا ہوتا اس کا جواب تک

موصوف نے دیناگوارہ نہیں کیا۔

میں ایک مرتبہ پھر آپ کو ملک کی سلامتی واستحکام کا واسطہ دے کر کہوں گا کہ یک طرفہ ٹریفک بند کریں قابل اعتراض لٹریچر کا خاتمہ کریں۔ اشتعال انگیز کتابوں کو ختم کریں۔ جہاں بھی قتل ہو اس کے اصل ملزمان کو گرفتار کریں، صرف ایک ہی جماعت کو نشانہ نہ بنائیں پرامن جدوجہد کرنے والوں کو بار بار گرفتار کر کے ہمارے باغی نہ بنائیں، ظلم وستم کی چکی میں پسنے والوں کو تشدد اور لاقانونیت کی طرف نہ دھکیلیں۔

ملی یکجہتی کونسل سے ہمیں بہت امیدیں تھیں لیکن ان لوگوں نے اپنے اصلی مقصد کو ثانوی حیثیت دے دی ہے۔ یہ لوگ مذہبی ہم آہنگی پر دیگر مسائل کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ کونسل کے مخلص اور نیک دل لیڈر بھی سپاہ صحابہ کے خلاف ہونے والی یک طرفہ کارروائی پر خاموش ہیں۔ ایک قرارداد کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا ہے جب تک یکطرفہ مظالم کا سلسلہ جاری رہے گا جب تک صحابہ کرام کے خلاف لٹریچر کا مکمل خاتمہ نہیں ہوتا جب تک پرامن جدوجہد کرنے والوں اور لاقانونیت کرنے والوں کے بارے میں حکمرانوں کی سوچ تبدیل نہیں ہوتی اس وقت تک ایسے واقعات کو روکنا مشکل ہو گا۔

کمشنر سرگودھا کے واقعہ کی تفتیش میں قتل کے موقع پر ان کے پاس ایک ہندو مدن لال کی موجودگی اور "را" کے ایجنٹوں کی لاہور سے حالیہ گرفتاریوں پر بھی غور کرنا چاہیے۔

میں آخر میں پوری قوم کے سامنے ایک مرتبہ یہ بات پھر دہراؤں گا کہ سپاہ صحابہ خالص مذہبی اور دینی جماعت ہے۔ اس پر تشدد کا الزام سفید جھوٹ ہے، حکمران مذہبی فسادات کے خاتمہ مین مخلص نہیں، یہ دونوں طبقوں کو لڑا کر اپنی ڈگڈگی بجانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ دونوں فریقوں سے انصاف کریں تو ایسے واقعات کبھی رونما نہ ہوں۔

قوم کے وسیع تر مفاد اور ملکی استحکام کے لئے آج بھی ہر فورم پر ہم قیام امن کی جدوجہد کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ سپاہ صحابہ کے ساتھ زیادتی اور ظالمانہ رویہ ایران کی شہہ پر اختیار کیا گیا ہے۔ موجودہ حکمران پاکستان کو ایران کی کالونی بنانا چاہتے ہیں، ایک مخصوص فرقہ کو ایرانی اسلحہ، ایرانی روپیہ اور ایرانی لٹریچر سے لیس کر کے وہ خود ملک کو آگ اور خون میں ڈبونا چاہتے ہیں، اس کا نتیجہ ملک اور قوم کے حق میں بہتر نہیں ہو سکتا۔

اگر خدانخواستہ مذہبی فسادات کی آگ بھڑکی تو حکومت کی یکطرفہ زیادتی کی پالیسی ہی اس کی ذمہ دار ہوگی۔ ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایک طرف کی قیادت ۹ ماہ سے بغیر کسی جرم اور قصور کے کبھی بہاولپور، کبھی لاہور، کبھی ملتان، کبھی راولپنڈی کی جیلوں میں بند ہے اور دوسری طرف کے قاتل آصف زرداری کی آغوش میں پرورش پا رہے ہیں۔ کھلی زیادتیوں اور ناقابل فراموش مظالم پر آپ کس طرح قیام امن کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

مذہبی فسادات کو روک کر قومی ہم آہنگی پیدا کرنے کے دعویداروں کو سب سے پہلے بلا تفریق انصاف مہیا کرنا چاہئے، ایک ہی جماعت کو بار بار ظلم و زیادتی کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے۔ جو ہمارے ساڑھے تین سو کارکن شہید ہوئے ہیں۔ وہ سنی بھی اسی ملک کے شہری تھے ان کی جانوں کی حفاظت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ آپ ان کے قاتل کیوں نہیں پکڑتے، ان کو انصاف کیوں نہیں دیتے، اگر آپ کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب ہے تو آیئے ہم----- سارے اختلافات چھوڑ کر ملکی سلامتی کی خاطر آپ کو قیام امن کے لئے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ ۱۴۔ اگست کو کراچی میں سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس ریلی پر دہشت گردوں کی فائرنگ سے ۱۲ معصوم نوجوانوں کی شہادت اور تاحال ایک بھی ملزم کی عدم گرفتاری سے حالات کیسے درست ہو سکتے ہیں۔

ابو ریحان ضیاء الرحمان فاروقی
سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ
اڈیالہ جیل، راولپنڈی (پاکستان)

اخبارات و جرائد کے مدیران کے نام خط

محترم جناب............................ سلام مسنون!

امید ہے کہ آنجناب بخیریت ہوں گے، آپ کو معلوم ہوگا کہ سپاہ صحابہؓ ملک کی دینی اور مذہبی جماعت ہے۔۶ ستمبر۱۹۸۵ء کو یہ جماعت قائم ہوئی، اس کے دستور اور اغراض و مقاصد کے مطابق ہمارا مشن ناموس صحابہؓ کا تحفظ اور صحابہؓ کرام کے خلاف شائع ہونے والے لٹریچر پر پرامن احتجاج ہے، ہم نے ہر سال محرم کے موقع پر انتظامیہ سے ہر سطح پر تعاون کیا ہے۔امن کمیٹیوں اور فسادات روکنے میں ہمارا کردار ساری قوم پر واضح ہے۔

ہمارا مقصد انتہائی پرامن اور مثبت انداز سے اپنے مطالبات کی تکمیل ہے۔ہم نے اسی ذریعہ سے یوم فاروق اعظمؓ پر یکم محرم کو پنجاب میں تعطیل منظور کرائی ہے۔

صرف لاہور میں ۴۴ افراد سپاہ صحابہؓ کے شہید ہوئے ہیں لیکن ہم نے کبھی تشدد کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ڈیڑھ سال سے ہم پر یکطرفہ زیادتیاں ہورہی ہیں۔خود ہمیں بے نظیر نے جھوٹے مقدمات میں گرفتار کر رکھا ہے لیکن ہم نے تشدد کی تلقین نہیں کی۔

بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے ملک ایک مرتبہ پھر مذہبی فسادات کی لپیٹ میں آچکا ہے۔اس موقع پر کمشنر سرگودھا کے قتل اور۔۔۔سانحہ میلسی جیسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ مذکورہ واقعات میں لشکر جھنگوی کی طرف سے ذمہ داری قبول کرلینے کے بعد آپ کے اخبارات اور بعض حلقوں کی طرف سے اسے خواہ مخواہ سپاہ صحابہؓ کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

انتہائی کوششوں اور کئی بے بنیاد کاروائیوں کے باوجود ابھی تک حکومت کسی بھی واقعہ میں ہم پر ایک بھی الزام ثابت نہیں کرسکی۔جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہم تشدد کی ہر کاروائی کے اسی طرح خلاف ہیں۔جس طرح آپ یا ملک کا کوئی دوسرا شہری ہو

سکتا ہے۔

میں بحیثیت سربراہ جماعت اور مولانا اعظم طارق بحیثیت نائب سربراہ ایسے واقعات کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس سے کھلے طور پر برات کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اپنے مشن اور مطالبات کی تکمیل کے لئے آئینی جدوجہد اور قانون کا راستہ اختیار کر چکے ہیں۔ قتل و غارت اور تشدد سے سپاہ صحابہؓ کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام واقعات بلاشبہ اہلسنّت کے سینکڑوں بے گناہ افراد کے قتل عام اور حکومت کی طرف سے قاتلوں کو کھلی چھٹی دینے کا ردعمل ہو سکتا ہے، تاہم سپاہ صحابہؓ اس کے باوجود تشدد اور دہشت گردی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

آنجناب سے خصوصی طور پر گذارش ہے کہ اپنے ادارتی کالموں اور خبروں میں سپاہ صحابہؓ کے ساتھ "لشکر جھنگوی" کی کسی کاروائی اور ذمہ داری کو منتھی نہ کریں۔ ہم کسی بھی غیر قانونی طریقہ کے خلاف ہیں۔ مرکزی حکومت کی بلاجواز زیادتیوں اور سپاہ صحابہؓ کے خلاف ایک سال سے جاری شدہ یکطرفہ تین آپریشنوں اور گرفتاری کے انتقامی کاروائی کے باوجود کوئی غیر قانونی راستہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں۔

آخر میں ایک بار پھر گذارش ہے کہ اپنے مطالبات کے لئے آئین کی بالادستی اور عدالتوں کے ذریعہ انصاف کے حصول پر یقین رکھتے ہیں۔ تشدد کی کاروائیوں کے ذریعہ ملزمان کے فرار کی بجائے عدالتی انصاف اور اپنے قاتلوں کو قانون کے ذریعہ سزا دلوانے اور اپنے مقدمات کا قانونی ذرائع سے خاتمہ چاہتے ہیں----اندریں صورت ہمارا لشکر جھنگوی کی کسی کاروائی سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ خود اپنے فعل کے ذمہ دار ہیں۔ سپاہ صحابہؓ کو ان کے کسی عمل یا ذمہ داری کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

والسلام!

ضیاالرحمٰن فاروقی
کوٹ لکھپت جیل لاہور

جیل سے سپاہ صحابہ کی بڑی بڑی کئی کانفرنسوں اور اجتماعات کے لئے ارسال کئے گئے۔

مختلف پیغامات

ہمیں جیل میں آئے ہوئے ابھی تین ماہ ہی گزرے تھے کہ ملک بھر کے دینی مدارس کی سالانہ کانفرنسوں اور اجتماعات کی تاریخیں آگئیں۔ مدارس عربیہ کے بے شمار جلسوں اور ایام ہائے خلفائے راشدین پر سالانہ کانفرنسوں کے اشہارات شائع ہو گئے۔ ہر جگہ چونکہ ہماری رہائی کی خبریں عام تھیں ہر ادارے نے جلد رہائی کی خبروں پر دعوت ناموں میں ہمارے نام شائع کر دیئے۔ ظاہر ہے جیل میں ہونے کے باعث جلسوں میں شرکت تو محال تھی جیل قانون کے تحت تقاریر کی کیسٹیں بھی تیار نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے مختلف جلسوں کے منتظمین کی طرف سے جلسوں کے سامعین کے نام تحریری پیغامات پر اصرار ہوا ہم نے بے شمار پیغامات تحریر کر کے ہر جگہ روانہ کئے ہر علاقے کی جماعت نے ہمارے پیغام کو کانفرنس کے آخری اجلاس میں پڑھ کر سنایا، ہر پیغام کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ کئی مواقع پر رقت اور اثر انگیزی کے خاص مناظر دیکھے گئے۔ کبیر والہ ضلع خانیوال کی سالانہ شہدائے لیہ کانفرنس میں تو ہمارے پیغام پر لوگ دھاڑیں مار مار کر روئے جامع عبد اللہ بن مسعود خانپور اور دار لعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں پیغامات ارسال کئے گئے۔ تمام پیغامات کو نقل کرنے کی بجائے صرف تین اہم پیغامات نذر قارئین ہیں۔

پہلا پیغام

سالانہ شہدائے لیہ کانفرنس ۱۹ جون ۱۹۹۶ء کبیر والہ ضلع خانیوال

کر سکے گا نہ کوئی تیری انا کا سودا
تیری ہمت تیرے سچ کا وفا کا سودا
وقت شاہد ہے کہ یہاں کر لیتے ہیں
چند سکوں کے عوض لوگ خدا کا سودا

ہم ایک بار پھر آج سرزمین لیہ پر ۱۹۸۷ء ۱۹ جون کو کبیر والا کے حافظ محمد بخش، عبدالحکیم کے عبدالغفار اور فیصل آباد کے ضیاء، الرحمٰن ساجد جیسے اولوالعزم شہداء کی یاد میں ہونے والی سالانہ شہدا لیہ کانفرنس میں تینوں شہداء کی عظمت کو سلام کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ہمیں افسوس ہیکہ ۱۹۸۷ء کے بعد پہلی مرتبہ آج ہم جیل میں ہونے کے باعث اس عظیم الشان کانفرس میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن نظریاتی اور فکری جماعتوں میں پھانسی، جیلیں، ہتھکڑیاں، بیڑیاں اور مقدمات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ہم آج تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں۔ ہم وہیں کھڑے ہیں جہاں قائد شہید مولانا حق نواز نے ہمیں کھڑا کیا تھا۔ ہم نے جیلوں کو اپنا اصلی وطن اور ہتھکڑیوں کو مشن جھنگوی کا زیور سمجھ کر قبول کیا ہے۔ ہم ۳۱۸ شہداء کے وارث ہیں =/ ۷۰۰۰ زخمیوں کے نگہدار ہیں۔ ساڑھے چار سو اسیروں اور سزائے موت پانے والے دو درجن مجاہدوں کے حدی خواں ہیں۔

شیعہ کے کفر کو دنیا کے ہر خطے میں عام کرنا، کفر اور اسلام کو علیحدہ علیحدہ کر کے امت مسلمہ کو اس عالمی فتنہ سے محفوظ رکھنا ہمارا اولین مشن ہے۔ بے نظیر سے سمجھوتہ اور

شیعہ کے کفر پر مصلحت اختیار کرنے پر ہم موت کو ترجیح دیں گے۔

ہمارے بارے میں کسی کارکن کو پریشان نہیں ہونا چاہے، کام چھوڑ کر گھر نہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ جو کارکن ہماری گرفتاری کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی کرے، جو عہدیدار ہمارے جیل میں طویل عرصہ تک رہنے کی وجہ سے پریشان ہو، اس نے ابھی تک ہمارے مشن کو سمجھا ہی نہیں۔ گرفتاریاں اور جیلیں مشن کا حصہ ہیں۔

ہم تمام کارکنوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ پہلے سے کئی گنا زیادہ تنظیم کے لیے محنت کریں، گھر گھر پیغام پہنچائیں، ہر بستی، ہر قریہ اور ہر گاؤں میں سپاہ صحابہؓ کے یونٹ قائم کریں۔ کیسٹوں، پمفلٹوں، کانفرنسوں اور تربیتی نشستوں کے ذریعے پھر سے ناموس صحابہؓ اور غلبہ اسلام کے مشن کے فروغ کے لئے انقلاب برپا کردیں۔

بے نظیر کے خصوصی حکم پر ہم پر کئی درجن مقدمات قائم کیئے گئے ہیں۔ ہم پر اس سے بھی کئی گنا زیادہ مقدمات قائم کردیئے جائیں گے، تب بھی اپنے مشن کی تکمیل کے لئے پوری زندگی جیل میں رہنے کو تیار ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری رہائی کے لئے کارکنوں کو سڑکوں پر لایا جائے۔ آپ کی جانیں بہت قیمتی ہیں-- کاز کے لئے محنت کریں۔ مشکلات کو کم کریں۔

نظریاتی تحریکیں مشن پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی ہیں۔ ان میں شخصیت پرستی نہیں ہوتی۔ گرفتاری اور رہائی کوئی مسئلہ نہیں۔ جو لوگ قبروں کے پاتال میں گم ہوگئے۔ منوں مٹی تلے سوگئے وہ واپس نہیں آسکتے۔ ہم تو انشاء اللہ ضرور واپس آئیں گے۔ بے نظیر جتنا بھی زور لگائے۔ اللہ کے فضل اور رحمت سے ضرور آئیں گے۔ ہمارا اس بات پر ایمان ہے۔

عمر کا فاصلہ لمحوں میں سمٹ جاتا ہے
ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

چیخ بن کے جب بغاوت کی صدا اٹھتی ہے
آمر وقت کا تختہ ہی الٹ جاتا ہے

ہر کارکن اس بات کا خیال رکھے کہ ہماری گرفتاری کے بعد اس پر تنظیمی کام کی بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ وہ مشن کے فروغ کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہے۔ بے نظیر کے خصوصی حکم سے ہمیں قتل کے جھوٹے مقدمات میں ملوث کرنے کے لئے حکومت نے کئی ڈرامے کئے۔ ہمارے گھروں پر چھاپے مارے۔ گن مینوں کو گرفتار کیا، جھوٹے گواہ تیار کئے، تشدد کے ذریعے بے گناہ لوگوں سے ہمارے خلاف بیان لیے گئے۔ بالآخر ہر سازش ناکام ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرخروئی کی امید کے ساتھ ہم حکمرانوں سے کہیں گے

حوصلے چھن نہیں سکتے کبھی تعزیروں سے
خواب ٹوٹے ہیں بھلا ظلم کی تدبیروں سے
سچ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائیگا
کیسے باندھو گے اسے آہنی زنجیروں سے

والسلام

ضیاء الرحمٰن فاروقی، محمد اعظم طارق

13/6/1996

سنٹرل جیل کوٹ لکھپت، لاہور

دوسرا پیغام

جامع عبداللہ بن مسعود خان پور ضلع رحیم یار خان کے سالانہ جلسہ (منعقد ۱۹، ۲۰، ۲۱ اکتوبر) کے موقع پر

محترم جناب شیخ التفسیر والحدیث مولانا شفیق الرحمان صاحب درخواستی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب درخواستی مدظلہ، مولانا مطیع الرحمان

صاحب درخواستی، مولانا عبدالکریم صاحب ندیم خطیب خانپور، کارکنان سپاہ صحابہؓ وخدام آستانہ حضرت درخواستی وحضرت دین پوریؒ

السلام علیکم ورحمت اللہ!

ہمیں جیل میں گیارھواں مہینہ مکمل ہو رہا ہے۔ بے نظیر حکومت نے ہمیں سزائے موت دلوانے اور ہر طرح پریشان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان گیارہ مہینوں میں کبھی بہاولپور ملتان اور لاہور اور کبھی راولپنڈی میں رکھا جارہا ہے۔

اس دوران جو سب سے زیادہ تکلیف ہوئی وہ سانحہ شورکوٹ حافظ عباس شیخوپورہ کی شہادت، سانحہ کراچی اور سانحہ مسجد الخیر ملتان کے بعد آپ کے جامعہ عبداللہ بن مسعود کے سالانہ جلسہ میں شرکت نہ کرنے پر ہوئی ہے، لیکن شریعت اسلامیہ کے فرزندو! سپاہ صحابہؓ کے مجاہدو! یہ جدائی عارضی ہے۔ انشاء اللہ جلد سرخرو ہو کر آپ سے ملیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مفتی حبیب الرحمان صاحب کو اس عظیم الشان کانفرنس کے خصوصی انعقاد پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے سالانہ جلسہ کے شرکاء کو یقین دلاتے ہیں کہ خون کے آخری قطرے اور جان کے آخری سانسوں تک ناموس صحابہؓ کے تحفظ کی جنگ لڑتے رہیں گے۔

حضرت امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت دین پوریؒ، حضرت درخواستیؒ، اور حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کی روحیں آج خوش ہوں گی۔ کہ ہم نے ان کے مشن اور نصب العین کا سودا نہیں کیا۔ ذاتی مفاد اور دنیاوی عیش و آرام کے لیئے دشمنوں اور بے نظیر حکومت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ علماء دیوبند کی تاریخ پر بٹہ نہیں لگایا۔ ایک بھی دینی عالم اور فرزند کو شرمندہ نہیں کیا۔

جان دے کر جلوہ جاناناں آتا ہے نظر
ورنہ عاشق کیوں وفا میں کھال کھنچواتے رہے
بزدلی کی زندگی سے موت بہتر جان کر
دین کے پیکر جوان کیوں سر اپنا کٹواتے رہے

ہمارا آج بھی کھلا اعلان ہے کہ صحابہ کے دشمن کافر ہیں اور اسلام دشمن بے نظیر حکومت نامنظور ہے، ہم حکمرانوں اور صحابہ دشمنوں سے سمجھوتہ کرنے پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب خدا نے رہائی دی جامعہ عبداللہ بن مسعود میں حاضر ہوں گے۔ آپ کی دعائیں بھی وصول کریں گے، اور آپ کو تقریر بھی سنائیں گے۔ یہ ہمارا اپنا دینی مدرسہ اور ادارہ ہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت میاں سراج احمد صاحب دین پوری، حضرت شیخ الحدیث والتفسیر، مولانا شفیق الرحمان صاحب درخواستی دامت برکاتھم ہمارے بزرگ اور محسن ہیں۔ ان کی دعاؤں کے صدقے صحابہ کرام کے عاشقوں اور پروانوں کا گلشن آباد رہے گا۔

کہوں دل کی بات میں چارہ گر، تیرا غم ہے مجھ کو عزیز تر
نہ بڑھائے لذت درد جو، میرے درد کی وہ دوا نہیں

تیسرا پیغام

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

۲۵ اکتوبر سالانہ جلسہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

سلام مسنون!

ہمیں آج انتہائی افسوس ہے کہ حضرت شیخ القرآن ؒ کے گلشن اور پاکستان کے

معروف تعلیمی ادارہ تعلیم القرآن کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جیل آکر جلسہ کی دعوت دی تھی لیکن ابھی خدا کو منظور نہ تھا۔

دار العلوم تعلیم القرآن کے معزز علماء و اساتذہ و عزیز طلباء کرام---- ہم اس وقت دار العلوم سے ۱۸ کلو میٹر دور آپ ہی کے شہر کے جوار میں اڈیالہ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بے نظیر کی خصوصی میزبانی کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ انہی جیلوں کو حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ نے بھی آباد کیا تھا۔ آج ان کے نام لیوا اور روحانی فرزند بھی ظلم کے خلاف نسوانی حکومت اور اسلام دشمنوں کے خلاف اگر پابند سلاسل ہیں تو یہ افسوس کی بجائے مسرت کا مقام ہے---- برادران گرامی---- آپ کو معلوم ہے اور ساری دنیا میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سپاہ صحابہ کے ۳۴۴ شہداء کے قاتلوں میں کوئی بھی گرفتار نہیں۔ ساجد نقوی اور غلام رضا نقوی پر ۴۰، ۴۰ قتل کے مقدمات درج ہیں لیکن بے نظیر اور آصف زرداری کے حکم پر شیعوں کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے---سیاسی اور مذہبی انتقام صرف سپاہ صحابہ سے لیا جا رہا ہے--- ہم جیل کی چار دیواری سے تمام علماء و مشائخ اور لاکھوں اہلسنّت کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم خون کے آخری قطرے تک اسلام دشمنوں سے جنگ لڑیں گے۔

اس جیل کی تو کوئی حیثیت نہیں، اب تو یہاں دل لگ گیا ہے اگر ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے ہمیں سزائے موت بھی دے دی جائے تب بھی صحابہ کا پرچم سرنگوں نہیں ہو گا------ میرے پیارے ساتھیو----- اسلام کی سربلندی اور صحابہ کی عزت کے دفاع کے جرم میں آپ دیکھیں گے ہم انشاء اللہ جان پر کھیل جائیں گے۔

دار العلوم تعلیم القرآن ہمارا اپنا ادارہ ہے، اس کی تعمیر و ترقی اور کامیابی ہمارے دل کی آواز ہے--- اس کے در و دیوار گواہ رہیں کہ ہم اکابر و اسلاف کے مشن پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ حضرت شیخ الہند محمود الحسن مولانا سید حسین احمد ؒ مدنی، مولانا

عبدالشکور لکھنویؒ"، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ" کی طرح جیلوں کے مصائب اور ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہنس کر برداشت کریں گے-- لیکن سر نہیں جھکائیں گے۔ صحابہ دشمنوں کے مقابلے میں حق وصداقت کا پرچم بلند کرتے رہیں گے---- ہم انشاء اللہ جلد سرخرو ہو کر آئیں گے اور آپ کو تقریر سنائیں گے----

بڑے صبر کا یہ ہے مرحلہ بڑے حوصلے کا مقام ہے
تیرے لب پہ نہ آئے اف کہیں، رہ عشق میں یہ روا نہیں

والسلام!

ابوریحان ضیاء الرحمان فاروقی، سرپرست اعلیٰ

ابوانس محمد اعظم طارق، نائب سرپرست

اڈیالہ جیل راولپنڈی

انتخابات کے موقع پر اہل جھنگ کے نام خصوصی پیغام

جیل میں ایک سال مکمل ہونے پر سپاہ صحابہ کی طرف سے مشن پر ثابت قدمی اور جابر حکمرانوں کے آگے سر نہ جھکانے پر مسرت کا اظہار ہوا۔ ملک بھر میں الیکشن مہم شروع ہوئی تو ادھر جھنگ کے حلقہ میں مولانا اعظم طارق کی انتخابی مہم کا بھی آغاز ہو گیا انہوں نے جیل ہی سے عام انتخابات کے لئے کاغذات نامزدگی جمع کرائے راقم کی طرف سے اہل جھنگ کے نام خصوصی پیغام ارسال کیا گیا۔۔۔۔جو درج ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے حق و صداقت کا تاج پہنا کر حضرت محمد ﷺ کو کائنات کا سردار بنایا اور امت مسلمہ کی رہبری کے لئے حضرت محمد ﷺ کی جماعت صحابہ کرام، خلفاء راشدینؓ اور اہلبیتِ عظام کو مقرر کیا۔ اس کے بعد واضح ہو کہ ہمیں یہاں جیل کی دیواروں کے پیچھے ایک سال مکمل ہو چکا ہے۔ مگر ہمارے عزائم روز اول کی طرح مضبوط ہیں۔ ہم حکومتوں کے آگے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے اپنے مشن پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔

دیواروں میں در نکلیں گے
قید میں بال و پر نکلیں گے
لاکھ کرو تم دار کو اونچا
دار سے اونچے سر نکلیں گے

آپ کی دعاؤں سے بالآخر ظلمت شب ختم ہوئی۔ ظلم و جبر اور لوٹ مار کا دور ختم

ہوا' عوام کے نام پر عوام کی عزتوں کو پامال کرنے والے' غریب کے نام پر غریب کو لوٹنے والے اسلام دشمنی' کرپشن' بد عنوانی کے سارے ریکارڈ توڑ کر جب بے نظیر اور آصف زرداری رخصت ہوئے تو ان کا یہ حال تھا

دیکھو عروج والو' ہمارا زوال دیکھو
تقدیر کے ستم کی یہ بھی مثال دیکھو

آج مجھے اور مولانا اعظم طارق کو زندانوں کی اوٹ میں ایک سال کا عرصہ بیت رہا ہے۔ بے نظیر حکومت نے ہمیں جن جھوٹے مقدمات میں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا تھا۔ اس میں ہائیکورٹ کے ریمارکس اور کئی ایجنسیوں کی رپورٹوں میں ہمیں بے گناہ لکھا گیا ہے۔ انشاء اللہ ایک دو اور چھوٹے مقدمات سے جلد رہائی پا کر آپ کے درمیان ہوں گے۔ جبکہ تقاریر کے درجنوں مقدمات میں ہماری ضمانتیں ہو چکی ہیں۔ پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ سپاہ صحابہ کی مسند اور مولانا حق نواز شہید کی جانشینی کے منصب پر براجمان ہونے والوں نے حکمرانوں کی تمام پیش کشوں کو ٹھکرا کر جھنگ کے لاکھوں عوام کا سر فخر سے بلند کیا ہے۔ آج ملک بھر میں کوئی شخص آپ کو یہ طعنہ نہیں دے سکتے کہ آپ منتخب نمائندے یا مسند امیر عزیمت کے وارث اپنے مشن و موقف اور نصب العین میں معمولی سی تبدیلی بھی لائے ہیں' خدا کا شکر ہے کہ ہم ابتلاء و آزمائش لالچ و حرص جیلوں کی تاریک راتوں' تفتیشی مرحلوں چار مرتبہ سزائے موت دلانے کی حکومتی کوششوں' ساری عمر جیل میں رکھنے کے منصوبوں کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔

جھنگ کے تاجران' علماء کرام' مزدوروں محنت کشوں' زمیندار' کسانوں اور طالب علمو آپ کو یاد ہو گا کہ ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو مولانا حق نواز جھنگوی ؒ کی شہادت کے بعد ہم نے کہا تھا کہ ہم اس خون کی لاج رکھیں گے۔ اس شہادت کے خون سے ساری دنیا میں

محبت صحابہ کے چراغ جلائیں گے آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولانا حق نواز شہید کا پیغام دنیا کے ۲۶ سے زائد ملکوں میں گونج رہا ہے۔

ہم نے امیر عزیمت کی شہادت کے بعد آپ کو یقین دلایا تھا کہ ہم آپ سے وفا کریں گے۔ آپ دیکھ رہے ہیں۔

- ایثار القاسمی شہید کو آپ نے اسمبلی میں بھیجا' اس نے ایک ہی تقریر میں آپ کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔
- ہمارا ساتھی ایثار القاسمی شہید ہوا ہم نے اسے بھی آپ کی مٹی سے جدا نہیں ہونے دیا اس کی قبر بھی آپ کے شہر میں بنی'
- ہم میں سے اس کے بعد مولانا اعظم طارق کو دو مرتبہ آپ نے منتخب کیا۔ دونوں مرتبہ آپ کے نمائندے بنے

(۱) ناموس صحابہ واہلبیت بل اسمبلی کے فورم پر پیش کیا۔

(۲) جھنگ کے لئے سوئی گیس کا سابق صدر غلام اسحٰق خان سے آرڈر کرایا جس کی بنیاد پر آج جھنگ میں سوئی گیس پہنچ چکا ہے۔

(۳) مولانا اعظم طارق نے جھنگ کے دیہاتوں کو حکومتی گرانٹ سے بجلی مہیا کی۔

(۴) ممکنہ سرکاری ملازمتیں صرف جھنگ کے لوگوں میں تقسیم کیں۔

(۵) مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ ہوا' دو گن مین شہید ہوئے لیکن آپ کے نمائندے نے ہمت نہ ہاری' آج تک اپنے موقف پر قائم ہے۔

(۶) دو مرتبہ ایم۔ این۔ اے ہونے کے باوجود ڈھائی مرلہ مسجد کے مکان میں رہائش رکھی۔

(۷) ایک روپے کا بنک بیلنس نہ بنایا' ایک مرلہ کا ذاتی پلاٹ نہ خریدا۔ جس حالت میں

پہلے روز آیا تھا آج بھی اسی حالت میں ہے۔

جھنگ کے غیور شہریو' دیہات کے ساتھیو۔ ہمیں اعتراف ہے کہ حکومتی مخالفت کے باعث ملازمتوں اور کئی کاموں کو آپ کی خواہش کے مطابق پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے لیکن ہم نے خودداری کا دامن نہیں چھوڑا۔ آپ کے ووٹ کو بازار کی جنس نہیں بنایا۔

آج ملک بھر میں احتساب کی باتیں ہو رہی ہیں' ہرایم این اے وزیر اور حکومت کا' کارندہ---- کرپشن' بدعنوانی' ذاتی مفاد' پلاٹوں' پرمٹوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے----

آپ کو آج خوشی ہو گی کہ آپ کا ایم این اے یعنی قومی اسمبلی میں بھیجا جانے والا آپ کا نمائندہ اپنا دامن صاف رکھ کر ہر قسم کی بدعنوانی سے محفوظ اور نگران حکمرانوں کو اپنے احتساب کی دعوت دیتا ہے۔ میں اپنے آپ کو اور اپنے ایم این اے مولانا اعظم طارق کو آپ کی عدالت میں بھی پیش کرتا ہوں۔

مولانا ایثار القاسمی کی شہادت اور ان کے بعد دو انتخابات کے مواقع پر ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ ہم اپنے مشن پر آخری دم تک قائم رہیں گے ایسا کردار پیش کریں گے کہ آپ کا سر اونچا ہو گا ہم نے الحمد للہ آج اپنا وعدہ پورا کیا ہے بے نظیر حکومت سے ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔

اس نے کوئی ہمارا ذاتی نقصان نہیں کیا تھا' ہم بھی نواز کھوکھر بن کر کروڑوں کا مفاد حاصل کر سکتے تھے۔ عشرت کدے سجا سکتے تھے۔ مختلف کمیٹیوں کے چیئرمین بن کر اپنے موقف میں نرمی کر سکتے تھے۔ ہم نے خدا کے فضل اور اس کی خاص رحمت سے اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا ناموس صحابہ کے مشن کا سودا اور نسوانی حکومت کی تائید نہیں کی۔ اسمبلی میں حکومت کی مخالفت' صحابہ دشمنوں کے خلاف سخت موقف کی وجہ سے ہم

آج بھی جیل کی اوٹ میں ہیں۔ ہم نے آج بھی نگران حکومت سے بھیک نہیں مانگی۔ ہم قانون کی بالادستی پر یقین رکھتے ہوئے انشاء اللہ عدالتی انصاف کے باعث جلد آپ کی سامنے ہونگے۔

میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ پہلے کی طرح اب بھی سپاہ صحابہ کو خدمت کا موقع دیں گے۔ حکومت نے جس جس کے ذریعے سے جو پیش کشیں کیں اس کا انکشاف بھی باہر آکر ہم کریں گے۔ ہم بتائیں گے کہ ہمیں سزائے موت دلوانے کے لئے حکومت نے کس کے ذریعے منصوبہ بنایا۔ ہمیں جیل میں قتل کرانے کا منصوبہ کس نے تیار کیا۔

لیکن جھنگ کے غیور ساتھیو!

آپ نے اور ساری دنیا نے دیکھ لیا ہی کہ آج ہمارا دامن صاف ہے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آخری دم تک ناموس صحابہ کے مشن کا تحفظ، جھنگ کے عوام کی بے لوث خدمت کا پرچم بلند رکھیں گے ---- حکمرانوں کی رخصتی اور جیل میں ایک سال کی سالگرہ پر مبارک باد۔ آپ بہت جلد دیکھیں گے لٹیرے اور رہزن جیلوں کی زینت بنیں گے۔ آپ کے خادم جیلوں سے آزاد ہو رہے ہونگے۔ انشاء اللہ

مفاہمت نہ سکھا جبر نا روا سے مجھے
میں سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

ازابوریحان ضیاء الرحمان فاروقی سیکورٹی وارڈ

چکی نمبر7، اڈیالہ جیل، راولپنڈی

سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور کے شب و روز

سنٹرل جیل ملتان پر متوقع حملہ کی سازش اور ملتان سے لاہور منتقلی

تا عمر نہ خورشید کو پھر ڈوبنے دیں گے
اب کے شب ہجراں کی کسی طور سحر ہو

بہاولپور سے ملتان آنے کے پونے دو ماہ بعد ہمیں اچانک ۳۰ جنوری کو شام کے جہاز سے کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا۔ ہم نے جہاز ہی میں روزہ افطار کیا۔ یہاں سپاہ صحابہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری محمود اقبال، ڈپٹی سیکرٹری ڈاکٹر منظور احمد شاکر اور سیکرٹری اطلاعات عزیزم مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی یہ تینوں ساتھی شیعہ لیڈر ڈاکٹر محمد علی نقوی کے مقدمہ قتل میں ماخوذ تھے۔ انہیں سپاہ صحابہ کے دفتر سے اٹھا کر بلا جواز مقدمہ میں ملوث کیا گیا تھا تمام پولیس ایجنسیوں نے بے گناہ لکھا۔ تب بھی انہیں طویل عرصہ جیل میں گزارنا پڑا۔ (اور تا حال یہ احباب کوٹ لکھپت جیل میں ہی ہیں)

ہمیں ابتداء میں تو ملتان سے لاہور لانے کا سبب معلوم نہ ہوا لیکن بعد میں اس کے دو اسباب سامنے آئے ایک تو حکومت ہمیں لاہور لا کر مذاکرات اور صلح کی میز پر لانا چاہتی تھی۔ جس کا ذکر اسی کتاب کے دوسرے مقام پر موجود ہے۔

دوسرا یہ کہ ملتان میں حکومت کو ہم پر ایرانی کمانڈوز کی طرف سے جیل میں راکٹوں سے حملہ کی اطلاع ملی تھی۔ سیکورٹی کے نقطہ نظر سے حکومت ہمیں ملتان سے کسی اور جگہ منتقل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن مذاکرات کے لئے لاہور لانے کا فیصلہ ہوا۔

پہلی مرتبہ کوٹ لکھپت جیل کے پانچ ماہ

ملتان سے آ کر ہم ۳۱ جنوری سے ۳۰ جون تک کوٹ لکھپت جیل میں رہے۔ یہاں کا ماحول دوسری جیلوں سے بہتر ہے۔ اس وقت چوہدری افضال محمود جیل سپرنٹنڈنٹ تھے انہیں جیل انتظامات کا

وسیع تجربہ تھا۔ ان کے ساتھ بھی ہمارا بہت اچھا وقت گزرا تمام محاسن کے باوجود جیل کی اصلاح کا کوئی قابل ذکر کام نہیں کر سکے، ان کا کردار بھی پنجاب کے دوسرے جیل افسران کی طرح افسر شاہی کا نمونہ تھا۔ وہ یہاں کے سپرنٹنڈنٹ رحمت علی شاہ کی اچانک وفات پر شیخوپورہ جیل سے تبدیل ہو کر آئے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے قیدیوں کی اصلاح اور جیل کے انتظامات میں نمایاں تبدیلی کے لئے کئی اقدام کئے لیکن انہیں کسی کام میں کامیابی نہ ہو سکی۔ ان پر بھی دیگر افسران کی طرح مال کمانے کے الزام لگتے رہے۔ ساری باتیں ان کی خوش خلقی اور عمدہ اخلاق کے نیچے چھپی رہیں۔ ہمیں جیل میں ہسپتال کے متصل ایک نمبر کمرہ میں جگہ ملی، مسلم لیگی لیڈر سہیل ضیاء بٹ کی رہائی کے بعد ہمیں سیکورٹی وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ وارڈ جیل انتظامیہ نے ۱۹۷۹ء میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے لئے تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے یہاں چار ماہ کا عرصہ گزارا تھا۔ سزائے موت سننے کے بعد انہیں تین بارک کی چکیوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

سیکورٹی وارڈ میں داخل ہوئے تو مسٹر بھٹو کی ساری فلم نظروں کے سامنے آگئی۔ ان کے ہاتھ سے لگے ہوئے آموں کے چار درختوں پر پھلوں کے بور آرہے تھے۔ جس درخت کے نیچے بھٹو مرحوم کے بیٹھنے کا معمول تھا اسی کے نیچے میں نے کتابوں کا میز سجادیا۔ یہیں پانچ ماہ میں بارہ کتابیں تصنیف ہوئیں گردش ایام کی بوقلمونی اور زمانے کے مدوجزر کی کہانی نے ہمارے اعضاء کو مضمحل کر دیا تھا۔ ایک ایسا وزیراعظم جس نے کہا تھا میری کرسی بڑی مضبوط ہے جس نے کہا تھا مجھے پھانسی دی گئی تو ہمالیہ کے پہاڑ روئیں گے یہاں کا ذرہ ذرہ اس کی بے بسی، بے بیچارگی، عاجزی اور درماندگی کی یاد دلا رہا تھا ایک پرانے ملازم کے مطابق بھٹو مرحوم خود ان کیاریوں کو پانی دیتے آموں کے گلشن کو آباد کرنے والا اسی جگہ اپنی زندگی کا گلشن ویران کر چکا تھا اس کی بہار زندگی، خزاں آلود ہو گئی تھی، اس کی ہزاروں ایکڑ اراضی اور اربوں روپے مالیت کی جائیداد بھی اس کی زندگی کی ایک بہار میں

بھی اضافہ نہ کر سکی تھی۔ سیکورٹی ہی میں اس کی حیات مستعار کا پھول مرجھا گیا تھا اسی جگہ اسے سزائے موت کی خبر ملی تھی ۱۵+۲۲ فٹ کے اُس کمرے میں مسٹر بھٹو نے "اگر مجھے قتل کر دیا گیا" نامی آخری کتاب لکھی تھی آج بھی یہ وارڈ اپنے دور کے اس جابر حکمران کی بیچارگی کی گواہی دے رہا ہے۔

سات سال تک پاکستان پر بلا شرکت غیرے حکومت کرنے والا یہاں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کی دہلیز تک پہنچ گیا تھا۔ ہندوستان سے ایک ہزار سال تک جنگ لڑنے کا دعویٰ کرنے والا جنرل ضیاء الحق کے سامنے زندگی کی جنگ ہار گیا تھا۔ نواب محمد احمد کے قتل نے اس کو سیاسی انتقام کا مزا چکھا دیا تھا۔ اس کی بیٹی بے نظیر جو اسی سیکورٹی وارڈ میں اپنے پاپا کے آخری دنوں میں گھنٹوں روتی رہتی تھی جب اقتدار پر براجماں ہوئی تو پاپا کا عبرتناک انجام بھول کر انہی راہوں پر چل نکلی تھی۔ پھر وہ بھی مکافات عمل کا شکار ہوئی اس کا شوہر اسی کے بھائی کو قتل کرانے کے جرم میں قتل کا ملزم قرار دے کر زنداں میں لایا گیا۔ دولت کی ہوس، اقتدار کا لالچ، مخالفین کو کچلنے اور سیاسی انتقام میں بیٹی باپ سے دو ہاتھ آگے نکل گئی، دیکھیں یہ اپنے باپ کی طرح کب قدرت کے بے رحم ہاتھوں کا شکار ہوتی ہے۔ قانون اسے کب اس کے مظالم کا مزا چکھاتا ہے تاریخ کے اوراق اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے انجام کی کہانی دیکھنے کو بے تاب ہیں۔

یہ اور اس کا خاوند پاکستان کی تاریخ کا وہ بدترین جوڑا قرار دیا گیا جن کی زیادتیوں۔ لوٹ مار، بدعنوانی، مخالفین کے قتل عام کی کہانیاں زبان زد عام ہیں۔

ان کا وجود پاکستان کے نام پر سیاہ نشان ہے۔ اس کی اسلام دشمنی دنیائے اسلام میں ہر جگہ زیر بحث ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا کافر کو تو معاف کر دیتا ہے ظالم کو نہیں۔

کوٹ لکھپت جیل میں ملاقاتیوں کے ہجوم

۳۱ جنوری کو جونہی اخبارات میں ہماری لاہور منتقلی کی خبر شائع ہوئی سینکڑوں علماء

مشائخ طلباء اور کارکنوں کا ہجوم اُمڈ پڑا۔ ہر دن یہ اژدھام بڑھتا گیا۔ دوپہر ایک بجے سے تین بجے تک مصافحہ وملاقات کا سلسلہ جاری رہتا۔ مدارس عربیہ کے طلبہ سب سے زیادہ آتے رہے۔ گوجرانوالہ ڈویژن اور لاہور ڈویژن کے ایک ایک قصبہ اور شہر سے ہزاروں لوگوں نے جیل پہنچ کر نیازمندی کا اظہار کیا۔ جامع اشرفیہ سے حضرت مولانا فضل الرحیم حضرت مولانا ارشد عبید، مولانا محمد اکرم کاشمیری، محمد خالد تشریف لائے۔ مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود بھی خصوصی طور پر جیل آئے بہت دعائیں دیں، دیر تک اشکبار رہے۔ علماء حق کی سیاسی اور مذہبی زبوں حالی پہ رنج والم کا اظہار کرتے رہے۔

حضرت علامہ خالد محمود کی شخصیت سے کون واقف نہیں، عالم اسلام کا یہ عبقری صفت مفکر، علم وفضل میں ایسے مقام پر فائز ہے جس کی بلندی ہمالہ کو چھو رہی ہے۔ اس کے نقادین کی مثال ایسے تنکوں کی ہے جو اس کے دریائے علم کی موجوں میں تیر رہے ہیں۔ اعلیٰ ذکاوت، بے مثال فطانت، حاضر جوابی اور عصری علوم میں اس وقت ان کا کوئی ثانی نہیں۔ ان کی صرف ایک تالیف آثار الحدیث بڑے بڑے علمی ذخیروں پر بھاری ہے، مناظرانہ انفرادیت، محدثانہ یکتائیگی، نے ان کو اپنے تمام ہم عصروں میں ممتاز کر دیا ہے۔ برطانیہ، امریکہ، آسٹریلیا، ناروے فجی آئی لینڈ، افریقہ، جرمنی، فرانس، نیوزی لینڈ، زمبابوے میں عیسائیوں قادیانیوں اور پرویزیوں سے عربی، انگریزی اور اردو کے مناظروں میں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہل حق کو کامیابی کے اوج ثریا پر فائز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ صاحب کے تازہ زیر ترتیب تفسیر و ترجمہ قرآن کی جلد تکمیل ہو جو انگریزی زبان میں ۱۵ ویں صدی کا تاریخی کارنامہ ہوگا۔ میں نے برمنگھم کے پہلے سفر میں حضرت مخدوم مکرم علامہ کے خصوصی تلمیذ حافظ محمد اقبال رنگونی کو جو خود بھی بڑے عالم ہیں خصوصی طور پر درخواست کی تھی کہ علامہ صاحب کے اس کام کو تمام کاموں پہ اولیت دی جائے اس وقت صرف پانچ پارے مکمل ہوئے تھے مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود کا

وجود اللہ کی عظیم نعمت اور اہل حق کے لئے شجر سایہ دار کی مانند ہے ان کے تمام علمی شاہکار علوم و معارف کا گنج گراں مایہ ہیں۔

حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم العالیہ نے ملاقات کے وقت اس خدشہ کا اظہار کیا کہ ملک بھر میں ہر شخص یہ خطرہ محسوس کر رہا ہے کہ قائدین سپاہ صحابہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راستہ سے ہٹانے کی تیاریاں ہو چکی ہیں۔ ایران اور پاکستانی حکومت میں سپاہ صحابہ کو مکمل طور پر ختم کرنے کا سمجھوتہ ہو چکا ہے تم اپنے موقف میں لچک پیدا کرو۔ حکمرانوں سے مذاکرات کر کے معاملات کو سلجھاؤ، اپنے اور جماعت کے لئے مشکلات پیدا نہ کرو۔ راقم نے دست بستہ عرض کیا کہ کہ حکومت کی شرائط ماننے سے بہتر ہے کہ ہمیں سزائے موت دے دی جائے۔ ہم بے نظیر سے سمجھوتہ اور شیعہ کی تکفیر پر کوئی معاہدہ نہیں کریں گے۔ یہ سب کچھ ہمارے نظریات کی جنگ ہے۔ اس موقف پر مولانا حق نواز سمیت پونے چار سو نوجوان جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اس میں کیونکر تبدیلی ہو سکتی ہے میری باتیں سن کر علامہ صاحب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے وہ زار و قطار روتے ہوئے ہماری جانوں کے خطرات پر گفتگو کرتے رہے، میں برابر اپنی بات پر ڈٹا رہا۔ مولانا محمد اعظم طارق نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ مخدوم! مکرم صحابہ کرامؓ کی محبت و ناموس کے تحفظ کا راستہ آپ ہی لوگوں نے ہمیں دکھایا ہے۔ ہم نے حکمرانوں کے سامنے حق و صداقت کا موقف اختیار کیا ہے، ہم جیل یا موت سے ڈر کر سرنگوں نہیں ہو سکتے۔ علامہ صاحب کی محبت بھری نصیحتوں اور درد بھری وضاحتوں نے کئی دریچے وار کیئے، کئی گتھیاں سلجھائیں، کئی گرہیں کھولیں، کئی راستے دکھائے، کئی آپشن دیئے کئی مصلحتوں اور حکمتوں کا درس دیا۔ وہ برابر اصرار کرتے رہے، ہم پے در پے انکار پر جمے رہے۔ آخر کار علامہ ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

انہی دنوں میں نے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے نام مندرجہ ذیل خط

لکھا- نیز قاضی حسین احمد ہماری ملاقات کے لیئے جیل میں تشریف لائے تو مولانا محمد اعظم طارق صاحب نے انہیں ایک تحریری یادداشت پیش کی جس میں ہم اور ہماری جماعت پر حکومت اور مخالفین کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں اور ملی یکجہتی کونسل کی ناقابل فہم خاموشی پر احتجاج کیا گیا تھا- دونوں خط بالترتیب پیش خدمت ہیں-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم جناب---------------جج صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ:-

مزاج گرامی بخیر!

محترم جج صاحب! سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ سے ملک بھر کے ایک عام آدمی میں بھی حوصلہ پیدا ہوا ہے، مجموعی طور پر سفارش اور پیسہ سے محروم لوگ اپنے آپ کو اب بے سہارا محسوس نہیں کرتے-

حکومتی انتقام کی چکی میں پسنے کے باعث جو ارادے اور ہمتیں پست ہو گئی تھیں، عدالت عالیہ کے تاریخ ساز فیصلے کے بعد وہ بھی جوان ہو گئی ہیں- اعلیٰ عدالت کی فراہم کردہ انصاف کی روشنی سے ظلم وانتقام کے اندھیروں میں بہار آگئی ہے-

امید ہے آنجناب ہماری معروضات پر غور فرما کر ہمیں انصاف فراہم کریں گے-

محترم جناب..... مجھے اور میری جماعت کے رکن قومی اسمبلی اور نائب سرپرست اعلیٰ مولانا اعظم طارق کو ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء کو لاہور سے گرفتار کر کے بہاولپور بھیج دیا گیا، اس گرفتاری کا بہانہ ۱۵ نومبر ۱۹۹۵ء کو پیپلز پارٹی کے ایم این اے ریاض پیرزادہ کے والد میاں شاہنواز کے قتل کو بنایا گیا- ہمارے ۱۴ روزہ جسمانی ریمانڈ کے بعد حکومت کو پولیس کی چار ایجنسیوں نے ہماری بے گناہی کی رپورٹ ارسال کی-

اس کے بعد ہمیں بہاولپور سے ملتان لایا گیا، دو ماہ ملتان رکھنے کے بعد ہمیں بقول حکومت سیکورٹی کے باعث سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور میں منتقل کر دیا گیا۔ آج ہماری گرفتاری کو پونے پانچ مہینے ہو گئے ہیں، ہمیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جس کے چند ثبوت درج ذیل ہیں۔

۱- ہمیں پانچ ماہ کے عرصہ میں ایک مرتبہ بھی کسی عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔

۲- خصوصی عدالت کے جج ہمارے وکلاء سے ہر تاریخ پر کہتے ہیں، "اوپر" بات کرو۔

۳- ہمارے تفتیشی افسروں کو وزیراعظم ھاؤس کی طرف سے عدالتوں میں ریکارڈ پیش کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

۴- ہماری گرفتاری کے بعد ہم پر کئی کئی سال پرانے مزید دو قتل کے اور بیس، بیس تقریروں کے مقدمے ڈال دیئے گئے ہیں۔

۵- مولانا اعظم طارق پر قتل کے دو اور مجھ پر تین قتل کے مقدمات ڈالے گئے ہیں۔

۶- ہمیں قتل کے تمام مقدمات میں مشورہ کا ملزم بنا کر دفعہ ۱۰۹ لگائی گئی ہے۔

۷- ابھی تک کسی ایک مقدمہ میں پولیس کی کوئی ایجنسی ہمارے خلاف ایک گواہ بھی نہیں لا سکی۔

۸- مولانا اعظم طارق کو ۲۵ جون ۱۹۹۵ء کو بھی پشاور میں گرفتار کیا گیا تھا، جس کے بعد پنجاب میں ۱۰ ستمبر ۱۹۹۵ء کو حکومت تبدیل کرنے کے لیئے ہم سے صوبائی اسمبلی کے دو ووٹ لے کر انہیں رہا کر دیا گیا جس کے باعث پنجاب میں وٹو کی بجائے نکئی وزیر اعلیٰ بنے تھے۔

۹- اب بھی ہمیں بے نظیر حکومت کی حمایت کرنے کی صورت ہی میں رہائی کا وعدہ کیا جا رہا ہے لیکن ہم اس پیش کش کو مسترد کر چکے ہیں۔

۱۰- ہمارے مخالف تحریک جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی پر بھی ہمارے شہداء کے ۱۸ قتل کے مقدمات درج ہیں، انہیں آج تک گرفتار نہیں کیا گیا۔

۱۱- ہمیں یکطرفہ زیادتی اور سیاسی انتقام کے ذریعے حکومت راستے سے ہٹانا چاہتی ہے۔ ہمیں صرف حکومت نے عورت کی حکمرانی کی مخالفت اور اسمبلی میں حکومت کے خلاف آواز حق بلند کرنے پر سزا کے طور پر جیل میں رکھا ہوا ہے۔

محترم جج صاحب...... ہمیں عدالتی انصاف مہیا کر کے یکطرفہ انتقام سے نجات دلائی جائے۔ کسی بھی عدالت میں ہمیں پیش نہ کرنا سراسر قانون کی خلاف ورزی ہے، اس لحاظ سے ہمیں غیر قانونی حراست میں رکھ کر حکومت اپنا مطلب حل کر رہی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عدالت ہمیں ضرور انصاف مہیا کرے گی۔

والسلام

آپ کا خیر اندیش

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

سنٹرل جیل لاہور، (سربراہ سپاہ صحابہؓ)

ملاقات کے موقع پر

جیل میں قاضی حسین احمد کے نام یادداشت

آپ کو معلوم ہے کہ گذشتہ سال آخر فروری میں مولانا محمد اعظم طارق نے جس ثالثی کمیٹی کا فارمولا پیش کر کے شیعہ سنی فسادات کے خاتمہ کے لیئے قدم اٹھایا تھا، آگے چل کر ملی یکجہتی کونسل کی شکل میں اس کا وجود دنیا کے سامنے آیا۔ ہم نے اس کونسل میں شرکت کرتے وقت بھی اس بات کی وضاحت کی تھی کہ نہ یہ سیاسی اتحاد ہے اور نہ ہی مذہبی اتحاد بلکہ شیعہ و اہلسنّت کے مابین اصولی و بنیادی اختلافات کے باوجود فسادات کا باعث بننے

والے عوامل کا جائزہ لے کر ان کا خاتمہ اور کشیدگی میں کمی اور امن کا قیام اس کا مقصد ہو گا۔ کونسل کے ابتدائی ایام میں سپاہ صحابہؓ اور تحریک جعفریہ و سپاہ محمد کے گرفتار شدگان کونسل کے راہنماؤں کی وساطت سے رہا ہوئے اور محرم الحرام میں فضاء خوشگوار رہی لیکن اس کے بعد قائدین کونسل نے اصل مقاصد سے ہٹ کر کام کرنا شروع کر دیا جس سے سپاہ صحابہؓ کو قائدین کونسل سے بہت سی شکایات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:-

۱- گذشتہ سال عاشورہ کے بعد مولانا محمد اعظم طارق نے جب روپوشی ختم کی تو وزیر داخلہ نے انہیں پھر گرفتار کرنے کا اعلان کر دیا، جس کے باعث وہ پشاور میں خود پولیس کے سامنے پیش ہو گئے اور اڑھائی ماہ بعد بیگناہ ثابت ہو کر رہا ہوئے۔ اس عرصہ میں کونسل کے اجلاسوں میں ان کے لیئے کوئی آواز بلند نہ کی گئی اور نہ ہی کوئی قرارداد پاس کی گئی۔ اور نہ ہی ذاتی حیثیت سے کسی راہنما نے اس کا نوٹس لیا۔

۲- ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء کو قائدین سپاہ صحابہؓ کو ایک مرتبہ پھر گرفتار کر لیا گیا اور سپاہ صحابہؓ کے سینکڑوں کارکنوں کو بھی متوقع احتجاج کے خطرے کے پیش نظر نظربند کیا گیا۔ جو تین تین ماہ کی مدت جیلوں میں گزار کر رہا ہوئے مگر کونسل کی طرف سے کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔

۳- قائدین سپاہ صحابہؓ چار ماہ سے گرفتار ہیں، کونسل مسلسل سرد مہری اور خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ اگر کونسل کو مالاکنڈ کے علماء پر ظلم اور ان کی گرفتاری کا احساس ہے، امریکہ میں مصر کے عالم دین کی سزا کا دکھ ہے۔ حکومت کی فحاشی و عریانی اور مہنگائی پر غم و غصہ ہے تو ہماری گرفتاری پر اس کے پاس احتجاج کے الفاظ کیوں ختم ہو گئے؟

اگر کونسل کے بعض ارکان یہ کہہ کر ہماری لئے آواز بلند نہ کرنے کا بہانہ کرتے ہیں کہ ہم پر قتل کے مقدمات ہیں تو ایسے مقدمات کیا تحریک جعفریہ اور سپاہ محمد کے راہنماؤں پر نہیں ہیں اور پھر کیا اب تک کسی بھی کیس میں ہمارا ملوث ہونا ثابت ہوا ہے؟

صرف یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ سپاہ صحابہؓ کے وزیر حکومت پنجاب میں شامل ہیں کیونکہ کونسل میں شریک جماعتیں سیاسی اعتبار سے مختلف حیثیت کی حامل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہماری گرفتاری بے نظیر بھٹو کے خصوصی حکم سے ہوئی ہے۔ پنجاب حکومت کے سامنے نہ صرف یہ کہ ہماری بے گناہی ثابت ہو چکی ہے بلکہ اس نے مرکزی حکومت سے ہماری رہائی کی بات بھی کی ہے لیکن بے نظیر نے اس زیادتی کے خاتمے سے انکار کیا ہے۔ مرکزی حکومت سے بات کرنے میں ہمارے وزیر کا مرکزی کردار ہے۔ مرکزی حکومت کی ہٹ دھرمی پر خود منسٹر صاحب گواہ ہیں۔

۴۔ کونسل کے قیام کا مقصد شیعہ سنی تنازعات اور فسادات کا خاتمہ تھا، اس کے لیئے آج تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے یہ سلسلہ دوبارہ چل نکلا ہے۔

۵۔ ڈاکٹر محمد علی نقوی قتل کیس میں ہمارے تین صوبائی عہدیداران کو ناجائز ملوث کیا گیا اور تمام تر تفتیشی ٹیموں اور ایجنسیوں کے سامنے انہوں نے اپنی بیگناہی ثابت کی لیکن ان کی بے گناہی کے باوجود انہیں جیل میں ایک سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ ہمارے ان ساتھیوں کی رہائی کے لیئے کونسل نے کوئی صدائے احتجاج بلند نہ کی۔ ڈاکٹر نقوی کیس میں رہا ہونیوالے قاری سیف اللہ خالد اور طاہر کمبوہ کو شہید کر دیا گیا، لیکن آج تک کونسل نے ان کے نامزد قاتلوں کی گرفتاری کے لئے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا۔ اگر ان کے بارے میں کوئی عملی قدم اٹھایا جاتا تو علامہ عارف چشتی شہیدؒ اور قاسم چوہدری شہیدؒ کے سانحات درپیش نہ آتے۔

۶۔ عبدالرؤف عثمانی، گوجرانوالہ کے دو کارکن اور شورکوٹ کے سات ساتھی شہید ہوئے، ان پر چند بزرگوں کے بیانات ضرور آئے لیکن ان فسادات کے مکمل سدباب کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش نہ ہوئی۔

۷۔ ہم جس مقدمہ میں گرفتار ہیں اس میں تحریک جعفریہ یا سپاہ محمد ہماری مدعی نہیں بلکہ پیپلز

پارٹی کا ایم این اے مدعی ہے۔ چار ماہ گرفتار رکھنے کے باوجود نہ ہمیں کسی عدالت میں پیش کیا گیا نہ ہی ہمارا ریکارڈ کسی عدالت میں لایا گیا۔ ہماری بے گناہی ہر فورم پر آشکار ہو چکی ہے، کونسل نے اعلیٰ سطح پر کسی جگہ بھی اس زیادتی کے خلاف بات نہیں کی۔

۸۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کونسل فورم پاکستان کی تاریخ میں بھرپور نمائندہ اجتماع کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر یہ فورم صرف اور صرف شیعہ وسنی قتل وغارت کے خاتمے اور سابقہ تمام مقدمات کے تصفیہ جات کی کوشش کو سب کاموں پر ترجیح دیتا تو ملک کے حالات کچھ اور ہوتے۔ آخر لاہور اور شورکوٹ کے واقعات کا اعادہ کیوں ہوا؟ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا سمیع الحق، قاضی حسین احمد میں سے کس شخصیت نے ان مقامات پر خود جا کر متاثرین کی حوصلہ افزائی کی، کس مرکزی لیڈر نے ان سانحات پر ردعمل ظاہر کیا؟ آپ قوم کی قیادت کے اتنے بڑے اجتماع کے نمائندے ہیں لیکن لاشوں پر لاشیں تڑپتی ہیں اور قائدین کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

۹۔ اگر اہلسنت کے نوجوانوں کی لاشوں کو ہم نے اور شیعہ کی لاشوں کو تحریک جعفریہ نے ہی سنبھالنا ہے اور قتل وغارت پر واویلا کرنے والی آبادیوں کو ہم نے ہی دلاسہ دینا ہے، کونسل کی مرکزی قیادت نہ ان سے ہمدردی کرے، نہ ان کی تعزیت کرے، نہ ان کے حق میں بیان ہی جاری کرے اور صرف غیر ملکی دوروں پر رہے اور دو چار ماہ بعد ایک اعلیٰ ہوٹل میں اجلاس پر ہی ساری سرگرمیاں مرکوز کرے تو یہ مسیحائی اور چارہ گری کا دعویٰ کیسے کر سکتی ہے؟ آپ کیسے اس عظیم شگاف کو پر کر سکتے ہیں؟ پاکستان کے بارہ کروڑ عوام نے اگر کونسل کے قیام کا زبردست خیر مقدم کیا تھا تو یہ صرف چند قراردادیں پاس کرانے اور طویل عرصہ کے بعد چند میٹنگوں کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ شیعہ سنی قتل وغارت کے خاتمے اور ایک دوسرے کے خلاف تباہ کن حملوں کی روک تھام کے لیئے ہی پوری قوم نے آپ کی تحسین کی تھی لیکن صد افسوس کہ لاشیں اب

بھی تڑپ رہی ہیں، گولیوں کی آگ میں بے گناہ افراد جل رہے ہیں۔ محسن نقوی، ساجد گیلانی، علامہ عارف چشتی، قاسم چوہدری شہید اور شور کوٹ کے اسلم سلیمی ایڈووکیٹ اور ان کے ساتھ سات بے گناہ افراد کا کیا جرم تھا؟ ان میں اکثریت تو کسی جماعت کے رکن بھی نہ تھے لیکن مذہبی دشمنی کی بھینٹ چڑھنے والے ان افراد کا خون آپ سے کیا تقاضا کرتا ہے؟ آپ پر اگر پاکستان کے خون آشام ان واقعات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ان معاملات کو اپنے دائرہ کار سے باہر سمجھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ کونسل کا حقیقی مقصد فوت ہو گیا ہے۔

ملک کے مجموعی مسائل پر بحث اور کئی قومی امور پر متفقہ لائحہ عمل کا اعلان خواہ کتنا بھی اہم ہو لیکن مذہبی قتل وغارت گری روکنے پر کسی مسئلے کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

ہماری رائے ہے کہ کونسل کے قائدین کو اگر اس کے سیاسی کردار ادا کرانے کی جلدی ہے تو وہ کام علیحدہ فورم کی بنیاد پر ہو سکتا ہے۔ اقتدار اور ووٹوں کی سیاست کو اہمیت دے کر اس قتل وغارت گری سے پہلو تہی، مذہبی فسادات سے اغماض ملک کو کہاں لے جائے گا۔ آپ بخوبی ان خطرات سے آگاہ ہیں

مجموعی طور پر ہم ضابطہ اخلاق کی منظوری اور ناقابل اعتراض لٹریچر کے خاتمے کے لئے علماء بورڈ کے قیام سے مطمئن ہیں جس کا اجلاس ہماری گرفتاری کی وجہ سے نہ ہو سکا۔

۱- تاہم شیعہ سنی فسادات کے خاتمے اور سابقہ مقدمات کے تصفیہ اور تقریروں سے لے کر قتل تک کے مقدمات میں صلح وامن کے لئے ہماری پیش کش کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

محترم جناب لیاقت بلوچ صاحب نے ان تمام معاملات میں کافی کوششیں کیں لیکن کونسل کی مرکزی قیادت نے اس فورم کے قیام کے اصلی مقاصد پر کئی دیگر مسائل کو ترجیح دے کر اس اہم مقصد کو ثانوی حیثیت دی ہے۔

۲- شیعہ سنی فسادات کے خاتمے کے لئے کوششوں کی بجائے چار ماہ سے کونسل کو سیاسی اتحاد

بنانے کی خبروں سے نئی بحث چھیڑ دی گئی۔ اس سے ایک ایسی بحث کا آغاز کیا گیا ہے جس کا اس کے اساسی مقاصد میں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔

والسلام

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

صد افسوس کہ جناب قاضی حسین احمد صاحب و دیگر قائدین ملی یکجہتی کونسل نہ تو اس یادداشت کا کوئی تسلی بخش جواب دے سکے، اور نہ ہی انہیں ہمارے حق میں اپنی زیادتیوں کے ازالے کی توفیق ہو سکی----- والی اللہ المشتکی

دیوبندی مشائخ اور دیگر علماء لاہور کی جیل آمد

جمعیت علماء اسلام کے سرپرست اعلیٰ پاکستان کے نامور خطیب اور میرے پسندیدہ طرز خطابت کے میدان کے شہسوار حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان نے کئی محبت بھرے پیغام ارسال کیے۔ بیماری کے باعث خود تشریف نہ لا سکے تاہم ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد امجد خان رقصاں و جباں آئے رہائی کی رکاوٹوں پر گفتگو کرتے رہے ان کے ہمراہ میرے خصوصی مخدوم بزرگ حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانی ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان بھی تشریف لائے انہوں نے بڑی اپنائیت و محبت کا اظہار کیا وہ سپاہ صحابہ اور جمعیت کے مابین بڑھتی خلیج پر تشویش کا اظہار کرتے رہے۔ ہم نے انہیں یقین دلایا کہ ہمیں اہلسنت کی کسی جماعت سے کوئی گلہ نہیں۔ سب ہمارے بزرگ ہیں ہماری لڑائی صرف صحابہ دشمنوں سے ہے۔ ہم کسی سنی عالم خواہ وہ بریلوی دیوبندی اور اہلحدیث ہو کے خلاف نہیں ہر ایک کا اپنا میدان ہے۔ اپنا اپنا طرز عمل ہے، اپنی اپنی لائن ہے۔ ہمارے نزدیک ہر شخص اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے، ہم کسی کی برائی اور اچھائی میں حصہ دار نہیں سپاہ صحابہ

کی طرف سے کسی سنی عالم یا جماعت پر تنقید نہیں ہوئی۔ اگر کوئی ہمارے طرزِ عمل سے الرجک یا شاکی ہے تو اسے چاہئے کہ ہماری اصلاح کرے، ہمیں اچھی تجاویز دے ہماری غلطیوں پر تنقید کرے۔ ہمیں سمجھائے، ہم آپ کے بچوں اور نیازمندوں کی صف میں کھڑے ہیں۔

وہ چند روز بعد دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے تشریف لے گئے۔ چند دنوں کے بعد میرے مرشد زادے اور مخدوم مکرم حضرت میاں محمد اجمل قادری بھی دو مرتبہ تشریف لائے۔ اس سے قبل ملتان جیل میں بھی آپ دو مرتبہ تشریف لا چکے تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری اپنے دادا اور اپنے نامور والد حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کی مجاہدانہ سرگزشت کا ذکر کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت میاں صاحب کی محبت اور پیار بھرے جذبات نے ہمیں حوصلہ بخشا۔ قیام لاہور کے دوران جمعیت اہلحدیث کے قاضی عبد القدیر خاموش پیپلز پارٹی کی حکومت کا مصالحانہ پیغام لے کر آئے۔ وہ پنجاب کی اعلیٰ سیاسی شخصیت کی طرف سے رہائی کی پیشکش کرتے ہوئے موقف میں تبدیلی پر اصرار کرتے رہے۔ ہم نے ان کی محبت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے معذرت کی۔

شیخ المشائخ حضرت سید انور حسین نفیس شاہ دامت برکاتہم العالیہ استاد العلماء محدث عظیم حضرت مولانا موسیٰ خان جامع اشرفیہ مخدوم مکرم حضرت مولانا عبد الرشید صاحب استاد حدیث جامع مدنیہ، حضرت مولانا جمشید رائے ونڈ حضرت مفتی زین العابدین صاحب کی طرف سے دعاؤں بھرے پیغامات ملے۔ تمام اکابر مشائخ نے سپاہ صحابہ کی قربانیوں اور ہماری موجودہ گرفتاری پر اعلیٰ جذبات کا اظہار کیا۔

ہمارے لئے مشائخ کی دعاؤں سے بڑا کوئی ثمرہ نہ تھا۔ ہم اہل اللہ کی توجہات کو سب سے بڑا اثاثہ سمجھتے ہوئے ہردم مسرور رہے۔ جامع اشرفیہ کے علاوہ جامع مدنیہ، جامع خدام الدین، جامع قاسمیہ، نے بھی محبت و ملاقات میں کوئی کسر نہ چھوڑی دار العلوم حنفیہ

گلبرگ، جامع منظور الاسلامیہ، جامعہ فاروقیہ والٹن کے طلبہ کے اساتذہ اور علماء پے در پے ملاقاتیں کرتے رہے۔ ہر دن میلے کا سماں رہا۔ ہر گھڑی محبت کرنے والوں سے جیل کی ڈیوڑھی اٹی رہی۔ جیل حکام دانت پیستے رہے۔ ہر لحظہ وقت کی قلت کا غوغا کرتے رہے۔ حضرت صاحبزادہ سعید الرحمٰن پیر طریقت حضرت مولانا سیف اللہ خالد حضرت مولانا سرفراز احمد صاحب حضرت سید غضنفر علی شاہ صاحب حضرت صاحبزادہ ابوبکر فاروقی (بن مولانا احسان اللہ فاروقی شہید)، حضرت مولانا محمد خان صاحب مولانا قاری امیر محمد تونسوی اور عزیزم مولانا ثناء اللہ ساجد شجاع آبادی کا نام ملاقات کرنے والوں میں نمایاں ہے۔

قیام لاہور کے دوران گوجرانوالہ کے سید غلام کبریا شاہ رانا غلام سرور قاری ثقلین، جاوید بوبک، سرور پہلوان۔ کئی کئی وفود کے ہمراہ کئی کئی بار تشریف لائے۔ نارووال سے سپاہ صحابہ کے وفود سیالکوٹ سے ڈسکہ اور سیمبڑیال کے ساتھی شکرگڑھ کے علماء طلباء اور کارکن، قلعہ کالروالا کے قاری دین محمد ثاقب۔ صوفی نذیر احمد کوٹھی میانی قاری عبدالغفار قاسمی صدر ضلع شیخوپورہ، جمیل معاویہ، قاری محمد عباس شہید۔ محمد ایوب، اوکاڑہ اور دیپالپور مولانا مفتی غلام محمود۔ حافظ شعبان، حافظ خورشید، عزیزم ضیاء القاسمی، ندیم سرور۔ ساہیوال سے مولانا محمد احمد رشیدی مولانا سید انعام اللہ شاہ بخاری عارف والا سے صوفی اسلم صوفی عبدالغفار سرگودھا سے مولانا محمد اکرم عابد مولانا شیر محمد صاحب حکیم عطاء اللہ حکیم عمر فاروق، مولانا عبدالرحمٰن، قاری انور، حاجی ملک محمد اسلم کھیلا سابق ایم این اے۔ چنیوٹ سے حضرت مخدوم مکرم مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ جھنگ سے شیخ حاکم علی، شیخ محمد اشفاق، سلیم بٹ ایڈووکیٹ (قانونی مشیر سپاہ صحابہ) ملک محمد اقبال، شیخ محمد آصف، ماسٹر محمد سعید، ملک منیر احمد سابق کونسلر، مولانا عبدالغفور جھنگوی، مولانا محمد الیاس بالاکوئی، مولانا سید مصدوق حسین شاہ، محمد طفیل رندھاوا ایڈووکیٹ خان عبدالقیوم۔ فیصل آباد سے حضرت مخدوم مکرم مولانا محمد ضیاء القاسمی،

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، علامہ طاہر الحسن، قاری عبد الغفار سلیم، سرکولیشن منیجر ماہنامہ خلافت راشدہ، حافظ شبیر احمد سمندری سے قاری عطاء الرحمٰن شہباز مدنی، مولانا محمد حسن صاحب قاری عبد الستار صاحب حاجی محمد طیب، الحاج شفاء الرحمٰن بخاری، عزیزم طاہر محمود، مرزا عبد الجید صاحب، ملک نذیر احمد، ملک طارق، مرزا طارق محمود بھولا، ملک زاہد محمود، خواجہ طاہر بٹ، ملک محمد یوسف برلا۔ مختلف اضلاع میں خانیوال، بہاولپور، رحیم یار خان، گجرات، جہلم، راولپنڈی، اٹک، پشاور، ڈیرہ اسمٰعیل خان، مردان، ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، گلگت، آزاد کشمیر سے احباب ملاقاتوں کے لئے آتے رہے۔

افغانستان سے طالبان کے وفود کی آمد

قیام لاہور کے دوران دو مرتبہ سپاہ صحابہ افغانستان کے وفود جیل آئے۔ ایک مرتبہ انہوں نے طالبان کے سربراہ ملا محمد عمر کا محبت بھرا پیغام پہنچایا اس وقت طالبان کا کابل پر قبضہ نہیں ہوا تھا اور وہ صرف افغانستان کے پندرہ صوبوں پر حکمران تھے۔ راولپنڈی قیام کے دوران جب ۲۷ ستمبر کو کابل فتح ہوا اور سپاہ صحابہ نے دنیا بھر میں طالبان کی کامیابی پر یوم فتح منایا تو اس کے بعد بھی گورنر احسان اللہ کی طرف سے محبت بھرا پیغام موصول ہوا سپاہ صحابہ افغانستان کے نائب صدر عبد الوہاب حقانی نے جیل میں آکر افغانستان کے مسلمانوں میں سپاہ صحابہ کے ساتھ بے نظیر کی زیادتیوں پر تشویش کے جذبات سے آگاہ کیا۔ حقانی صاحب موصوف نے ہمیں بتلایا کہ افغانستان کے ہر قصبے اور ہر علاقے میں سپاہ صحابہ کے قائدین کی کیسٹیں شوق سے سنی جارہی ہیں۔ ہر جگہ آپ کی تقاریر کا ترجمہ کرنے والے بھی موجود ہیں پاکستان کی اگر کسی جماعت کو افغانستان میں سب سے زیادہ پذیرائی ملی ہے تو سپاہ صحابہ ہے افغانستان کے مسلمانوں اور سپاہ صحابہ کے نظریات یکساں ہیں شیعہ اور ایران کے بارے میں دونوں کے نقطہ نظر میں کوئی اختلاف نہیں۔ طالبان کے تمام علماء اور عوام مولانا

حق نواز شہید کی قربانیوں کے معترف ہیں۔ وفد نے کہا بے نظیر نے پاکستان میں سپاہ صحابہ کے خلاف جو یکطرفہ زیادتیاں شروع کر رکھی ہیں اس پر افغان علماء کے جذبات بہت برانگیختہ ہیں۔ ایک طرف کے لیڈروں کو گرفتار کر کے دوسری طرف کے زعماء کو کھلی چھٹی دینا کھلی شیعہ نوازی ہے۔

سپاہ صحابہ سعودی عرب کے علماء اور کارکنوں کے وفد کی آمد

سپاہ صحابہ سعودی عرب کے جنرل سیکرٹری قاری امان اللہ جدہ کے ایوب چوہان، ریاض کے شکیل احمد، دھران کے عبدالرحمٰن طائف کے چوہدری نذیر احمد، کوٹ لکھپت جیل آئے انہوں نے سعودی عرب کے تمام شہروں میں مقیم پاکستانیوں اور سپاہ صحابہ کے ہم خیال عربوں کی طرف سے قائدین کی یکطرفہ گرفتاری پر ہمدردی کا پیغام پہنچایا۔ ان کے علاوہ بھی ملتان، اور راولپنڈی میں سعودی عرب سے مختلف احباب اور کارکن آتے رہے۔

حضرت فضیلتہ الشیخ مولانا محمد مکی کا پیغام

سعودی عرب کے ایک وفد نے ہمیں جیل میں مدرس حرم حضرت فضیلتہ الشیخ محمد مکی کا محبت بھرا پیغام دیا۔ حضرت شیخ نے قائدین کی رہائی کی دعا اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ سعودی عرب سے حضرت مولانا سعید احمد عنایت اللہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی قاری محمد رمضان مدینہ منورہ صاجزادہ قاری عبدالباسط جدہ، قاری محمد شریف ریاض، مرزا ریاض مکہ مکرمہ، میاں فضل حق کے پیغامات محبت موصول ہوتے رہے۔

متحدہ عرب امارات کا وفد

دبئی، ابو ظہبی اور العین سے کئی علماء اور کارکن جیل آکر اظہار محبت کرتے رہے

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب حافظ شبیر احمد چیمہ حضرت مولانا محمد اسحاق مدنی، قاری وصیف الرحمٰن صاحب، حاجی عبد الرحمٰن مولانا کے پیغامات محبت اور دعاو سلام پہنچتے رہے متحدہ عرب امارات کے وفد نے کوٹ لکھپت جیل کی ملاقات میں قائدین کو تمام احباب کا پیغام دیا۔ علاوہ ازیں امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش اور ہانگ کانگ کے وفود کی آمد اور ملاقاتیں بھی وقتاً فوقتاً جاری رہیں اور پیغام محبت موصول ہوتے رہے۔ ہم دل کی گہرائیوں سے ان تمام حضرات کے جذبات، خلوص و عقیدت کے معترف اور ممنون ہیں۔ ہمارا رب ان تمام حضرات کو رحمتوں اور راحتوں سے مالا مال فرمائے۔

نامور خطیب حضرت قاری عبدالحی عابد کی ملاقات اور خصوصی نصیحت

ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے چھوٹے بھائی اور ملک کے نامور خطیب مولانا عبدالحیٔ عابد ۱۱ اپریل ۱۹۹۶ء کو کوٹ لکھپت جیل ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے صاحبزادے محمد طلحہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے نہایت محبت اور اپنائیت کے ساتھ ہماری طویل اسارت اور مقدمات کی سنگینی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

> اس وقت سارے ملک میں بے حسی چھائی ہوئی ہے کوئی جماعت اور مذہبی گروہ بے نظیر کے خلاف دم مارنے کی پوزیشن میں نہیں، مجھے خاص طور پر معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے سپاہ صحابہ کو ختم کرنے کے لئے تمہیں سزائے موت دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔
>
> میں جیل میں تمہارے پاس صرف اس لئے آیا ہوں کہ

تمہیں سمجھاؤں، تم اپنے بچوں پر رحم کرو جماعت کو بچانے
کے لئے حکومت سے بات کرو اگر تمہیں بے نظیر کی کچھ
شرائط بھی قبول کرنا پڑیں تو تامل نہ کرو۔ تم خواہ مخواہ ضد
پر نہ اڑے رہو، اسی میں بھلائی ہے۔ تم جذباتیت کا مظاہرہ
کر رہے ہو۔

مولانا اعظم طارق اور میں نے نہایت محبت سے ان کا شکریہ ادا کیا ہم نے کہا آپ کی دلی محبت سے ہمیں حوصلہ ہوا ہے۔ اگر اس وقت ہم نے بے نظیر سے سمجھوتہ کر لیا اور شیعہ حکومت کے سامنے سر جھکا دیا تو مولانا حق نواز شہید کو کیا جواب دیں گے ہم نے مزید کہا۔ اس جماعت کی بنیاد میں سینکڑوں نوجوانوں کا خون شامل ہو چکا ہے۔ اپنی جان بچانے کے لئے ظالم حکمرانوں سے معاہدہ اکابر و اسلاف کے سچے کردار سے انحراف ہے۔ زندگی اور موت کا فیصلہ تو آسمانوں پر ہوتا ہے۔ حکومت سے سمجھوتہ ہمارے بس کی بات نہیں۔

کوٹ لکھپت جیل کے معمولات

اے حسن دلفریب ہمیں اس طرح نہ دیکھ
جاں سے گزر کے ہم تیری محفل میں آئے ہیں

یہاں بھی نمازوں کی باجماعت پابندی تسبیح و تہلیل کا وہی معمول رہا جس کا ذکر ملتان کے باب میں گزر چکا ہے۔

کوٹ لکھپت جیل کا ماحول دوسری ہر جیل سے بہت بہتر ہے۔ لاہوریوں کے کھلے مزاج کی طرح جیل بھی کھلی ہے۔ صرف جیل ہی نہیں۔ بلکہ یہاں کے قیدی اور حوالاتی بھی کھلے ہیں۔ جیل کی اصطلاح میں سزا ہو جانے کے بعد ملزم کو قیدی اور اس سے پہلے حوالاتی کہا جاتا ہے۔ ڈاکوؤں، چوروں، بدمعاشوں، اور قاتلوں کے انبوہ در انبوہ ایک

ایسے میلے میں جمع ہیں جہاں جرم و سزا کے سارے مفہوم تبدیل ہو گئے ہیں، یہاں یہ معلوم نہیں ہو تا کہ یہ لوگ کسی جرم کے الزام میں آئے ہیں۔ بلکہ اس جیل میں ہر آنے ولاا اپنے آپ کو ایک انتظار گاہ عارضی ٹرمینل اور ویٹنگ روم میں محسوس کرتا ہے۔ ایک طرف کئی ہزار قیدیوں کی بے بسی اور بے چارگی نوا پرداز ہے، دوسری طرف صاحب ثروت لوگ گلچھڑے اڑا رہے ہیں۔

ہماری جیلوں کا سرسری نقشہ

سچی بات یہ ہے کہ پاکستان کی تمام جیلوں میں جن کے پاس پیسہ یا سفارش نہ ہو وہ ہلاکت و بربادی کی غار میں دھکیل دیا جاتا ہے وی آئی پی کلچر ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کو انسانوں کی ان بستیوں میں بھی انسانیت کو زندہ کرنا چاہئے یہاں اولاد آدم کی نبضیں ڈوب رہی ہیں۔ اشرف المخلوقات جاں بلب ہے۔ انسانیت کراہ رہی ہے۔ غربت و افلاس کے پیکر موت کی تصویر نظر آتے ہیں۔

ہم نے جیلوں کے ہسپتالوں میں غریب اور نادار قیدیوں کو بلبلاتے دیکھ کر کئی دفعہ انتظامیہ سے لڑائی مول لی۔ بے سہارا لوگوں کو پانی کا گھونٹ پلانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ سرمایہ داروں اور صاحب ثروت لوگوں کا ایک ایک دن میں کئی کئی مرتبہ پیشاب اور پاخانہ بھی ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔

کوٹ لکھپت میں دسمبر ۱۹۹۶ء اور جنوری ۱۹۹۷ء میں ۵ قیدی علاج نہ ہونے کے باعث تڑپ تڑپ کر جان کی بازی ہار گئے۔ دوسری طرف B کلاس میں احتساب کی زد میں آنے والے کئی اعلیٰ افسران اور لوٹ مار کے بادشاہ چند ہی روز بعد بیماری کے بہانے اور چمک سے آلودہ سرٹیفکیٹوں پر شیخ زید اور سروسز ہسپتالوں کے وی آئی پی بیڈ روموں میں منتقل ہو گئے۔ یہ ہے چمک اور روپے کی کرشمہ سازی....

گپ شپ اور اضحوکہ نوازی

جب ہم کوٹ لکھپت جیل میں پہنچے تو یہاں سپاہ صحابہ پنجاب کے صرف تین عہدیدار تھے بعد میں قافلہ بڑھتا گیا اور کارواں بنتا گیا ہائیکورٹ کے آرڈر سے ہمارے تمام مقدمات جب لاہور منتقل ہوئے تو بہاولپور اور ملتان کی جیلوں سے ہمارے دوسرے مقدمہ وار بھی یہاں منتقل ہو گئے۔ حاصل پور خیرپور، بہاولنگر کے سپاہ صحابہ کے عہدیدار اور کئی معاون جو پولیس کے مظالم اور بے بنیاد کارروائیوں کا نشانہ بنے تھے وہ بھی ہمارے ساتھ ماخوذ تھے۔ ادھر مشہور شاعر محسن نقوی کے قتل میں سپاہ صحابہ لاہور کے جنرل سیکرٹری ہونے کے ناطے قاری عبدالقیوم بھی دھر لئے گئے تھے۔ شادباغ کے مقدمہ کی غیر حاضری میں ضمانت منسوخ ہونے پر قاری عطاء الرحمٰن بھی ہمراہ تھے۔

سب لوگوں کے جمع ہونے کے بعد بڑی محفل جمنے لگی۔ ۸۰ سالہ علامہ غلام مرتضیٰ (والد حافظ غلام یحیی شہید) کو دادا ۵۵ سالہ حاجی عبدالمجید کو نانا، مولانا محمد شفیع عطار کو تایا۔ قاری عبدالقیوم کو پھوپھی راقم کو باباجی مولانا اعظم طارق کو جرنیل، ڈاکٹر منظور شاکر کو ماسی محمود اقبال کو ماماموا، مجیب انقلابی کو باجی، کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تو ساری محفل کشت زعفران بن جاتی۔ لطیفوں پر لطیفے اور کہانیوں پر کہانیاں تراشی جاتیں لکھنے پڑھنے اور مطالعہ و تحقیق کے میرے کام میں خلل واقع ہوتا میں سیکورٹ کے نکڑ پر کرسی میز لے کر تنہا خامہ فرسائی کرتا، قلم کے شراروں سے قرطاس کے چہرے کو آلودہ کرتا رہتا وقفہ طعام و نماز بھی گپ بازی سے محفوظ نہ تھا۔ کئی جھوٹے مقدمات میں طارق بلو اور ان کے ۵ ساتھی ہارون بھٹی بھی مجلس میں براجمان تھے۔ یہ لوگ اپنے بلاک نمبر ۳ سے ہفتہ وار قلمی رسالہ "چبھن" نکالتے، اس کے مضامین اور مندرجات کی ایک ایک سرخی پر ہر آدمی لوٹ پوٹ ہو جاتا، پتوکی کے حافظ عبدالمجید جو اپنے کسی ذاتی کیس میں گرفتار تھے حافظ ٹی ٹی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ان کے لطائف سے ہر ساتھی محظوظ ہوتا، ان کی پے در پے جملہ بازی،

اور بذلہ سنجی سے ہر وقت انبساط کا سماں بندھا رہتا۔

ہمارے تمام رفقاء اور ہم خیال ساتھیوں کی تعداد تیس سے متجاوز تھی، دن کے وقت ہم ایک دوسرے سے مل سکتے تھے کھانا ایک ہی جگہ پکتا۔ تمام سامان کمرہ نمبرا میں موجود ہوتا۔ وہاں سے ہر چیز تقسیم کی جاتی۔ قاری عبدالقیوم کو ہم نے جملہ انتظامات اور افسران سے ملاقات کا نگران مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا اس سے پہلے محمود اقبال نگران تھے۔ اب وہ اور قاری عطاء الرحمٰن بھی ان کے معاون تھے۔ قاری صاحب ہماری عدم موجودگی میں ہفتہ کے روز بعد ظہر درس قرآن اور جمعہ کے روز خطبہ کی ذمہ داری سے نہایت اعلیٰ انداز سے سبکدوش ہوئے تھے قیدیوں اور جیل کے تمام ساتھیوں نے ان کے درس و تقریر کی تعریف کی، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی ہماری خبروں اور مضامین کے نگران تھے۔ ڈاکٹر منظور احمد شاکر ڈاک کے نظام پر مامور تھے۔ جیل انتظامیہ کو ان سے کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی۔ قیدیوں کے مختلف امور میں جب یہ لوگ انتظامیہ کو توجہ دلاتے تو عملہ ان سے تعاون کرتا۔ کوئی بات ان سے ممکن نہ ہوتی تو مولانا اعظم طارق اس کام کو نمٹاتے، میری باری سب سے آخر میں آتی جس کی نوبت پورے عرصہ میں ایک دوبار آئی ہوگی۔ ملتان کی طرح لاہور جیل میں بھی ہمیں بی کلاس دی گئی اس کے مطابق کچا راشن، چارپائی، دو دو قیدی بطور مشقتی ہمیں ملے تھے۔ یہاں بے شمار قیدیوں کی خواہش تھی کہ وہ ہماری خدمت پر مامور ہوں لیکن ہر ایک کو موقع دینا ممکن نہ تھا۔ مجموعی طور پر ملک کی تمام جیلوں کے قیدیوں اور حوالاتیوں میں سپاہ صحابہ کے ساتھ ہمدردی کا رواج عام ہے۔ بطور سنی ہر مسلمان کی صحابہ کرامؓ خلفاء راشدین اور اہلبیتؓ عظام سے محبت و شگفتگی مسلمہ حقیقت ہے عشق و عقیدت کے اس رشتہ نے ملتان، لاہور اور راولپنڈی کی جیلوں میں قیدیوں کی اکثریت کو ہمارا ہم نوا بنا دیا تھا۔ ہم نے ہر جگہ کے حالات کے مطابق مشاہدہ کیا کہ یہاں کے ہزاروں نوجوان سپاہ صحابہ کے موقف و مشن سے

واقف تو کیا ہوتے انہیں کلمہ طیبہ اور اسلام کی بنیادی ضروریات اور ارکان دین ہی سے شناسائی نہیں۔ ہم نے ہر جیل میں تمام احباب کو قیدیوں کی اصلاح، ضروریات دین کی تفہیم ناظرہ قرآن کی تعلیم کا وسیع پیانے پر کام شروع کیا ہر جگہ ہمیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی جو نوجوان دین کی بنیادی تعلیم سے واقف ہو جاتے انہیں صحابہ کرامؓ سے محبت و عقیدت کے لئے فضائل اعمال کا درس دیا جاتا۔ کوٹ لکھپت کے ابتدائی دنوں میں کبھی کبھار محفل نشاط جم جاتی اقبال مشقتی کو خدا نے آواز کا عمدہ سحر عطا کیا تھا۔ وہ نماز عشاء کے بعد غزلوں کا آغاز کرتا تو پوری مجلس مسحور ہو جاتی، مقدمات کے سارے غم غلط ہو جاتے۔ ہر سننے والا بے خود ہو جاتا۔

اقبال نے ہمیں احمد فراز، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، ساغر صدیقی، عبدالحمید عدم کی غزلیں سنائیں وہ ہر روز نئے انداز سے محفل قائم کرتا، کبھی گھڑا بجاتا کبھی تار مضراب سے بے چین عاشقوں کو طمانیت بخشتا، کبھی آتش عشق کی چنگاری سلگاتا کبھی رجزیہ اشعار سے ایمان میں حرارت پیدا کرتا۔ اقبال تھک جاتا تو امتیاز (مشقتی) نغمہ سرا ہوتا اس کی نظمیں روح کو تازہ کرتیں۔ کبھی حافظ مطیع الرحمٰن شہید کے بھائی قاری عتیق الرحمٰن نعتوں اور ایمان پرور نظموں سے محفل کا رنگ ہی بدل دیتے۔ ان کی خوبصورت آواز نے دین و ایمان اور شریعت ایقان کا چہرہ آشکار کر دیا۔ ان کے ترانوں سے پژمردہ دل حیات تازہ کے سزاوار ہو گئے۔ ہم جو نہی اقبال کو بلاتے وہ عشق کی گرمی اور پیار کی تپش سے ماحول کا رنگ ہی بدل دیتا اقبال پاکستان اور بھارت کے گلوکاروں اور بڑے بڑے شاعروں کے کلام کا حافظ تھا۔ اس نے غمگین دلوں اور علیل روحوں کو فرحت و نشاط سے ہم آغوش کیا۔ اس کی آواز کا جادو حسن سلاست سے آراستہ تھا۔ اس کے الفاظ آبرو کے پیکر تھے اس کا تخیل وسعت معانی سے معمور تھا۔ اس کے گلے کی گراری ام حبیبہ اور نور جہاں کی آواز کا جادو جگاتی تھی کچھ افتاد طبیعت اور کچھ فضا کا اثر ایسا تھا کہ کبھی کبھار غزلوں کا دور چلتا رہا۔ طبائع و مزاج آشفتہ سری اور شیفتگی کے کچوکے کھاتے رہے۔ انس و محبت کا چراغ جلتا رہا پیار و عشق کا کوچہ آباد ہوتا رہا۔ عمدہ غزلوں اور اعلیٰ اشعار سے مجلسیں آباد رہیں۔

۹۶ سالہ قیدی بابا بوٹا

بابا بوٹا ولد نظام دین ۹۶ سالہ بوڑھا بھی ہمیں جیل کے عجائبات میں سے نظر آیا۔ اس آدمی نے مختلف وقفوں میں ۴۲ سال جیل کاٹی ہے۔ یہ آدمی پاکستان کو امرتسر جیل سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت امیر شریعت کے ساتھ قیام پاکستان سے قبل اس نے ایک سال امرتسر جیل میں گذارا تھا۔ اسے قتل، اغواء، لوٹ مار، جیب تراشی، ہیروئن و چرس فروشی، کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ مولانا اعظم طارق کے نانا مرحوم سے شناسائی نے اسے ہمارے قریب کر دیا۔ طویل عمر ہونے کے باوجود اس کے اعضاء کی صحت، بینائی، اور سماعت کی تندرستی پر ہر آدمی کو تعجب ہوتا تھا۔ ہم نے پہلے ہی روز اس کے دیرینہ تجربات، عجیب و غریب زندگی کے واقعات ہندوستان اور پاکستانی جیلوں کے حالات کا درس لینا شروع کر دیا۔ میں نے اسے گناہوں سے سچی توبہ کرائی، قرآن کی تعلیم کے لئے قاری عبدالوحید کی ڈیوٹی لگائی۔ نماز کی پابندی اور روزانہ تلاوت کے لئے ان تھک کاوش کا مظاہرہ کیا لیکن بابا بوٹا ہمیں طرح دے گیا۔ صرف دو نمازوں کی پابندی ہوئی، ہمارے ملتان جانے کے بعد پھر چھوٹ گئیں، بے ہودہ گالیاں اور عجیب و غریب صلواتیں سنانا بابا بوٹا کا طرہ امتیاز تھا۔ جیل کا عملہ اس کا حیا کرنے لگا۔ عام قیدی اس کا احترام کرتے، ہمیں جیل کے پاکستانی قوانین پر یک گونہ تعجب ہوتا تھا۔ کہ بابا بوٹا جیسے کئی درجن بوڑھے سفارش اور پیسہ نہ ہونے کے باعث مقررہ سزاؤں سے زیادہ مدت کاٹ کر بھی رہا نہ ہوتے تھے۔ جیل کا وارانٹی عملہ پیسہ کے بغیر کسی کی بات سننے کو بھی تیار نہیں ہوتا۔

بابا بوٹا کا فحش مذاق، کانوں کو لرزا دینے والی گالیاں سن کر کئی احباب محظوظ ہوتے کئی کانوں کو ہاتھ لگا کر چل دیتے۔ کئی اس کی کہاوتوں پر سر دھنتے۔ جیل کے شب و روز میں سب سے سہانی گھڑی مطالعہ و تصنیف کی تھی۔ بی بی سی کی خبروں کے وقت بھی ہم شاداں و فرحاں ہوتے۔ امیر علی، ھارون بھٹی، کا ہفتہ وار اخبار نت نئی بوقلمونیوں سے آراستہ،

دیکھ کرد ودوروزاس کی دلچسپیوں پر قہقہے لگتے رہتے۔ اخبار کے کارٹون جیل کی نیرنگیوں کا نقشہ دکھاتے۔

قیدیوں اور ڈاکوؤں کا حق کھانے والے راشی افسروں اور جیل کے ملازمین نے ہر جگہ ایسا ماحول پیدا کر رکھا ہے کہ بغیر رشوت سلام کا جواب دینا بھی ممکن نہیں رہا۔ ہمیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ یہ سب کچھ ہائیکورٹ اور سیشن کورٹ میں انصاف مہیا کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کا کیا دھرا ہے، ایک ایک ملزم (۵) پانچ پانچ دس دس، اور بارہ بارہ سال سے اپنی اپیلوں کے فیصلوں کا منتظر ہے۔

ایک شخص کو دس سال بعد اگر عدالت بری کرتی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کے ان قیمتی دنوں کا زیاں کس کی گردن پر ہوگا۔

عدالتیں اور جیلوں کی دنیا خلوص نوحہ گر کی آزمائش ہے

جیل کی دنیا ہی نرالی ہے۔ یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے یہاں کا ماحول ہی جدا ہے۔ یہاں کی کائنات ہی سارے عالم سے الگ ہے۔ باہر کی دنیا میں رہنے والا، جیلوں کا مشاہدہ نہ کرنے والا، اس آزمائش میں کبھی بھی نہ اترنے والا کسی طرح بھی اس آتش جہنم کا احساس نہیں کر سکتا۔ میری رائے ہے کہ سپریم کورٹ ہائی کورٹ اور سیشن کورٹ کے ججوں کو لازمی طور پر ٹریننگ کے لئے چند ماہ جیل میں گذارنے چاہئیں۔ انہیں یہ احساس دلانا لازمی ہے کہ قیدیوں کے دکھوں اور جیل کے آباد کاروں کا المیہ کیا ہے۔ مجبور آوازوں، بے سہارا آہوں سسکتے ہوئے نوحوں، بلبلاتے ہوئے جذبوں، کرب والم سے آلودہ دلوں کا غم کیا ہوتا ہے؟۔ ۲۵،۲۵ سال کی سزا پانے والا تو مجرم ہے اس کی جوان بیوی کیونکر زندہ درگور ہو گئی ہے۔ اس کے بیٹے اور بیٹیاں کس جرم میں دربدر دھکے کھا رہی ہیں۔ اعلیٰ عدالتیں سال ہا سال تک ان کے مقدمات کا فیصلہ نہ کر کے چھوٹے چھوٹے بہانوں سے

انہیں انصاف دلانے میں ناکام ہو کر جس جرم کی مرتکب ہو رہی ہیں وہ جرم بھی قتل و اغواء کی سنگینی سے کچھ کم نہیں ہے۔ اعلیٰ عدالتوں میں اب تو قیدی کی بے بسی کا معمولی احساس بھی نہیں رہا۔

مجھے بے نظیر اور نواز شریف کی قائم کردہ خصوصی عدالتوں کے بعض فیصلوں پر اس قدر تعجب اور دکھ ہوا کہ میرا قلب کسمسا اٹھا۔ میرے دماغ نے واویلا کیا۔ میرے دل نے کہا ساری تگ و تاز چھوڑ کر اس اندھیر نگری کے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔ لاہور کے ایک جج نے کئی سال قبل ایک بے گناہ نوجوان کو سزا دیتے وقت کہا تم بے گناہ ہو لیکن میں مجبور ہو کر تمہیں پچیس سال سزا سنا رہا ہوں۔ ہائیکورٹ کی اپیل میں بری ہو جاؤ گے۔ آہ کہ..... انصاف کا نشیمن جل گیا، عدل کا باغ مرجھا گیا۔ انسانیت زندہ در گور ہو گئی، اس نانجار اور بد طینت جج نے یہ نہ سوچا کہ اس کی زندگی کے قیمتی لمحوں کو اس کی خواہش نفس نے کس جرم میں جلا ڈالا ہے۔ اس کے سسکتے ہوئے جذبوں کو اب کہاں سے انصاف کی دولت عطا ہو گی۔ مجھے معاً مولانا ابو الکلام آزاد کا وہ تاریخی قول یاد آیا۔ جو انہوں نے رانچی جیل سے ایک عدالت کے جج کے نام تحریر کیا تھا۔

"بسا اوقات عدالتوں کے ایوانوں سے وہ ناانصافیاں سرزد ہوتی ہیں جو جنگوں کے میدانوں میں بھی کبھی نہیں ہوتیں۔ (از قول فیصل)

جیلوں کی دنیا میں آپ کو اس جیسے ہزاروں فیصلے ملیں گے۔ کیا ایسے جج ڈاکوؤں اور قاتلوں سے کم مجرم ہیں۔ مسند انصاف پر بیٹھنے والا جب حرص لالچ یا سفارش کے ذریعے کسی بے گناہ کو سزا دیتا ہے تو اس کے فیصلے سے عرش الٰہی حرکت میں آ جاتا ہے۔ اس کے اس گناہ کا بوجھ قاتلوں اور ڈاکوؤں کے جرائم سے کئی گنا زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ پاکستان کی جیلوں میں لاکھوں نوجوان ایسے ہی بد کردار ججوں کے تیشۂ ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ مجھے یہاں کھلے دل سے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ پاکستان کی مسند انصاف پر کئی ایسے لوگ بھی

براجمان ہیں جن کی وجہ سے یہ ملک قائم ہے۔ جنہوں نے عدل و انصاف کا سر اتنا بلند کر دیا ہے۔ کہ اس کی لمعہ افروزی سے ایک جہان روشن ہے۔

ان کی خدا ترسی، بلندی کردار، حرص و آز سے کوسوں دور طرزِ عمل سے صاف نظر آتا ہے۔ کہ یہ قوم دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے اعلیٰ انسانی اقدار لوٹ سکتی ہیں۔ مردہ ضمیر حیات تازہ پاسکتے ہیں۔ اندر کا انسان بیدار ہو سکتا ہے کھوئی ہوئی عظمت اور لٹی ہوئی رفعت واپس آ سکتی ہے۔ کوٹ لکھپت جیل سے میں نے جیل کے نظام میں اصلاح کی ضرورت کے عنوان سے درج ذیل مضمون لکھ کر مختلف اخبارات کو جاری کیا۔

جیلوں کے نظام میں اصلاح کی ضرورت

• یوں تو ہر دور میں جیلوں کی خرابیوں اور کمزوریوں پر مختلف دانشور اور اہل قلم حضرات طبع آزمائی کرتے رہے۔ راقم یہ سطور سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور کے اس سیکورٹی وارڈ میں تحریر کر رہا ہے جہاں سزائے موت کا حکم سننے سے قبل مسٹر بھٹو نے کئی ماہ گزارے تھے۔ یک گونہ ہمیں ان کی زندگی کے آخری ایام کی کہانی سن کر حیرت بھی ہوئی ہے اور استعجاب کی گہرائیوں میں ہمارا قلم غوطے کھاتا رہا۔ نہایت ہی افسوس کے ساتھ ہم یہ حقیقت ایک بار پھر موجودہ حکمرانوں اور ارباب "حل و عقد" کے سامنے لانا چاہتے ہیں جنہیں شاید ایک مرتبہ پھر "پس زنداں" ہونا پڑے گا اور یہاں آکر وہ پھر یہ حسرت ظاہر کریں گے کہ اف ہمیں اس نظام کو ضرور تبدیل کرنا چاہیئے تھا۔ جیل میں شیخ رشید احمد، میاں شہباز شریف اور سہیل بٹ بھی کافی عرصہ گزار چکے ہیں اور وہ بھی کئی مرتبہ اسی جذبہ کا اظہار کر چکے ہیں۔

گذشتہ ماہ ہائیکورٹ کے ایک جج صاحب نے بھی جیل میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں کو رکھنے کی رپورٹ پر محکمہ جیل کے اعلیٰ افسران کو طلب کیا ہے۔ ہم جیلوں کے نظام کی مکمل تبدیلی کے لئے وقت کی سخت ناگریز ضرورت کے تحت بات کو آگے بڑھاتے ہوئے

کہنا چاہتے ہیں کہ صرف پنجاب کی جیلوں میں قیدیوں کی تعداد اصل ضرورت سے تین چار گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے، تنگی داماں کے ساتھ ساتھ رونگٹے کھڑے کرنے کے واقعات اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر وہ تمام حالات منظر عام پر آجائیں تو پوری قوم سڑکوں پر نکل آئے اور ملک کی تمام جماعتیں ان کی اصلاح اور درستگی کے لئے بھاگ اٹھیں۔ باخبر حضرات اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ پاکستان میں جیلوں کا موجودہ قانون انگریزی دور کی یادگار ہے۔ یہاں کا جیل مینول اور قواعد و ضوابط ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ملک دشمنوں اور قومی غداروں کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ اسلام میں مجرموں کو سزا دینے کا قانون ذلیل کرنے کی بجائے ان کی اصلاح کرنا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ جس شخص پر کوئی الزام ثابت ہو جائے اس کو سزا دیتے ہوئے یہ خیال رکھا جائے کہ انسانیت کا احترام ملحوظ خاطر رہے وہ سزا پا کر ایک اعلیٰ اور قابل قدر انسان بن جائے۔ وہ پاکبازی اور طہارت کے زیور سے آراستہ ہو کر معاشرہ میں اعلیٰ اخلاق اور عمدہ اطوار کو فروغ دے۔

قارئین کرام! ہم نے مختلف جیلوں میں جو حالات ملاحظہ کئے وہ اس قدر ہولناک ہیں کہ اصلاح احوال کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ صرف پنجاب کی جیلوں میں ایک لاکھ سے زائد افراد میں اسی فیصد افراد پولیس کی زیادتیوں اور ظلم و ستم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مگر اصل بااثر ملزمان کے بجائے اکثر بے گناہوں کو جھوٹے مقدمات میں جیلوں میں ٹھونس دیا گیا ہے۔ عدالتی نظام و طریقہ کار اور پراسیکیوشن کے قوانین میں وسیع پیمانے پر تبدیلی کے بغیر جیلوں کی اصلاح کا کوئی امکان نہیں۔ یہاں کے حالات دیکھ کر محسوس ہوتا ہے پاکستان کی تمام جیلیں جرائم کی یونیورسٹیاں بن چکی ہیں۔ معصیت و گناہ کے کالج ہیں۔ یہاں چوروں کو ڈاکو بننے اور قاتلوں کو غنڈہ اور اعلیٰ درجہ کا بدمعاش بننے کی باقاعدہ ٹریننگ دی جارہی ہے۔ میں نے گزشتہ دنوں جیل کے ایک اعلیٰ افسر سے درخواست کی کہ قیدیوں کی اصلاح کے لئے ہمیں اپنے مذہب کی طاقت سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ جیل کے پورے

ماحول میں جہاں چار ہزار افراد ایک ہی جگہ موجود ہیں جن میں سے ایک ایک آدمی نے اپنے اپنے علاقوں میں جرائم کا اودھم مچا رکھا ہو، اب وہ تمام ایک ہی جگہ جمع ہو گئے ہیں تو ان کی اصلاح صرف سپرنٹنڈنٹ جیل اور قانون کے پرانے ضابطے نہیں کر سکتے۔ اس پر مستزاد یہ ہو کہ جیل مینئول میں اصلاح احوال کا کوئی قاعدہ ہی نہ ہو۔ یہاں سابقہ آئی جی جیل خانہ جات حافظ محمد قاسم کی بعض اصلاحات اور موجودہ آئی جی چودھری محمد حسین چیمہ کے چند اقدامات ہی جیلوں کا نظام درست نہیں کر سکتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پارلیمانی یا صدارتی حکم کے ذریعے جیلوں کا مکمل نظام تبدیل کیا جائے۔ اسلامائزیشن کے عمل کو جیل کے ہر شعبے میں رائج کیا جائے، قیدیوں کے لئے دینی اور دنیوی تعلیم دلانے کو یقینی بنایا جائے جیلوں کو جرائم کا اڈہ بنانے کی بجائے اصلاح خانوں میں تبدیل کرنے کے لئے حکومتی سطح پر اعلیٰ درجہ کے معلم مقرر کئے جائیں۔ دینی علوم کے حصول پر سزا میں معافی کو یقینی بنایا جائے۔ اگرچہ قرآن مجید حفظ کرنے والوں کے لئے دو سال کی معافی مقرر ہے لیکن درس نظامی کی تکمیل (عالم دین کے کورس) کرنے والوں کے لئے کوئی رعایت مقرر نہیں کی گئی۔ جیلوں میں جمعیت تعلیم القرآن اور کئی دینی اداروں کی کارکردگی قابل تحسین ہے لیکن انہیں قانونی درجہ حاصل نہیں، نماز کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔ لمبی سزا کے قیدیوں کو ان کی بیویوں سے علیحدگی میں ملاقات کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے ۲۵ سالہ قیدی کی بیوی کا تو کوئی قصور نہیں وہ معاشرتی خرابیوں اور کوتاہیوں میں مبتلا ہو کر نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کی تمام جیلوں میں بلا تفریق مذہبی اور دینی تعلیم کو فروغ دینے اور قیدیوں کو انسانی ضرورتوں کے مطابق سہولتیں فراہم کرنے کو قانونی شکل دی جائے۔ جیلوں میں بیڑیوں اور "اڑتی" (جس کے مطابق قیدیوں کو ہر رات ایک جگہ (بارک) سے دوسری بارک بھیجا جاتا ہے) یہ انگریزی عہد کی یادگاریں ہیں یہ مکمل طور پر

ختم کی جائیں سکول کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ جو قیدی جیل کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں۔ انہیں جانوروں کی طرح کام پر جتار کھنے کھڈیوں پر قالین اور دریاں بنوانے کی بجائے جدید سائنسی تعلیم، کمپیوٹر اور مختلف ٹیکنیکل و مکینیکل فنون سے ہم آغوش کیا جائے۔ اس کے بدلے میں انہیں باقی قیدیوں سے زیادہ معافی دی جائے۔ ان کے اہل خانہ کے لئے انہیں گزارہ الاؤنس دیا جائے۔ قیدیوں کو ذلیل و رسوا کر کے طویل عرصہ تک جیل میں رکھ کر ذہنی مریض بنانے کی بجائے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دی جائے۔ معاشرے کو زندہ لاشوں کے تحفے دینے کی بجائے عمر قید ۲۵ سال کی بجائے سابقہ طرز کے مطابق ۱۴ سال کی جائے۔ جس طرح پنجاب کے علاوہ باقی تینوں صوبوں میں رائج ہے، عدالتی اور پولیس قوانین کی اصلاح کی صورت میں صحیح گواہی کی روشنی میں قتل کا بدلہ قتل تو درست ہے لیکن طویل مدت تک جیل میں رہ کر چڑچڑاہٹ پیدا ہونے کی صورت میں جب مجرم رہا ہو کر معاشرہ سے انتقام لیتا ہے تو جرائم کی منڈی لگ جاتی ہے۔

صدر محترم جناب محمد فاروق لغاری صاحب نے عید الفطر کے موقع پر تین ماہ کی معافی کا اعلان کر کے بہت مستحسن قدم اٹھایا لیکن ۶۰ سال سے زائد افراد کے ڈاکٹری بورڈ کرانے کے عمل کو ۷۰ سال کرنے سے یہاں جو بوڑھے مریضوں کی حالت دیکھنے میں آئی ہے اس پر خدا کے کسی عذاب کا گمان ہوتا ہے۔ حکومت کو اسیران کی فلاح و بہبود اور اصلاح احوال کے لئے اعلیٰ ججوں، ممتاز دانشوروں اور نامور علماء و مفتیان پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی بورڈ بنایا جانا چاہیئے۔ اگر جیلوں اور عدالتی قوانین کی اصلاح نہ ہوئی اور تھانوں اور عدالتوں کی بولیاں اسی طرح لگتی رہیں اور جیلوں میں جرائم اسی طرح پرورش پاتے رہے تو انصاف کے تمام دریچے بند ہونے سے جو معاشرتی فساد برپا ہوگا۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جیل کے پورے نظام کو تبدیل کر کے اصلاح اسیران کا ایک الگ شعبہ بنایا جائے۔ مصالحتی عدالتوں کو فروغ دے کر بڑے بڑے قدیم دشمنوں کی صلح کرائی جائے۔ جیلوں،

عدالتوں اور تھانوں سے رشوت کا مکمل سدباب کر کے جرم و سزا کے اسلامی فلسفے کو فروغ دیا جائے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے سے مکمل طور فائدہ اٹھاکر مختلف مقدمات میں حکمرانوں کی مداخلت کا دروازہ مکمل طور پر بند کیا جائے۔ تعزیرات ہند کی بجائے تعزیرات اسلامی کو اپنایا جائے۔ نظام جیل میں انسانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے بجائے ان کی اصلاح کو مد نظر رکھا جائے۔ عادی مجرموں سے اتفاقیہ اور پہلی مرتبہ جیل آنے والوں کو الگ رکھا جائے۔

جیل قوانین کے مطابق ملنے والی قیدیوں کی معافیوں کو یقینی بنایا جائے۔ نیلی بار اور پیرول کی شرائط کو آسان بنایا جائے۔ جیل کو اصلاح خانہ بنانے کے لئے سچے مذہب اسلام سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

قیدیوں کو معافی، دینے میں بخل یا رشوت سے کام نہ لیا جائے کہ ظلم و زیادتی کی موجودگی میں ایک عام قیدی اپنی اصلاح کو کیسے ممکن بنا سکتا ہے؟؟

اس لئے خدارا..... جیل کے نظام میں ڈاکوؤں کو سچا مسلمان بنانے، چوروں کو نیکی کی طرف راغب کرنے، بدمعاشوں کو اسلامی تعلیمات کے ذریعے اعلیٰ انسان بنانے کی طرف توجہ دی جائے۔ گھر کے صحن میں چمکنے والے اسلام کے سورج سے ہدایت واصلاح کی روشنی کو عام کیا جائے۔

اسلام کے سچے اصولوں اور آنحضرت ﷺ کی تابندہ ہدایات کو مشعل راہ بنا کر ہم معاشرہ اس اہم عنوان پر جہاں ایک مظلوم اور مجبور طبقے کو طمانیت وسکون کی دولت سے سرفراز کرسکتے ہیں۔ وہاں معاشرتی جرائم پر قابو پاکر کروڑوں عوام پر احسان کرسکتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور منگل ۲۳ اپریل ۱۹۹۶ء)

ہمارے رفقاء جیل کے تین مقامات پر بند تھے

میں اور مولانا اعظم طارق ابتداء میں سیکورٹی وارڈ میں تھے۔ بعد میں چند ساتھیوں کی آمد کے باعث ہم نے ہسپتال سے ملحق کمرہ نمبرا پر بھی قبضہ جمالیا اور مولانا اعظم طارق ۹ ساتھیوں کے ہمراہ وہاں منتقل ہو گئے۔ مئی ۱۹۹۶ء کو ہارون بھٹی اوران کے ساتھی آئے تو انہیں تین نمبر بلاک میں رکھا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد ہر جگہ جانے اور درس و نصیحت، نماز کی پابندی اور تلاوت وذکر کے حلقے قائم کرنے کا معمول رہا۔

کاموں کی تقسیم

پہلے محمود اقبال اور پھر قاری عبدالقیوم جملہ اسیران کے امیر مقرر ہوئے انتظامیہ سے مذاکرات، طعام اور اشیاء خوردنی کے انتظامات کے لئے قاری عطا الرحمٰن مقرر ہوئے۔ جملہ اسیران نے تمام معاملات کے لئے ایک شوریٰ بنا رکھی تھی۔ میں اور مولانا اعظم طارق اس سے باہر تھے ہم نے اس پر صاد کیا۔۔ تمام امور نہایت خوش اسلوبی سے طے ہوتے رہے، انتظامیہ سے کوئی شکایت ہوتی یا انتظامیہ کو کسی سے گلہ ہوتا تو ہمیں مداخلت کرنا پڑتی

کوٹ لکھپت جیل کے دیگر اسیران

مختلف وقفوں میں کوٹ لکھپت جیل میں ۴۰ ساتھی ہمارے ہمراہ رہے۔
تین حصوں میں تقسیم ہونے کے باعث رات کو ہم علیحدہ علیحدہ بند کئے جاتے۔

پولیس کی کھلی زیادتی اور انتقام کے شکار صوبائی عہدیدار

خروش نعرہ پیکار لے کے آیا ہوں
حکایت رسن و دار لے کے آیا ہوں

۷ مارچ ۱۹۹۵ء کو تحریک جعفریہ لاہور کے ایک سرکردہ لیڈر ڈاکٹر محمد علی نقوی قتل ہوئے۔ شیعہ کی طرف سے روڈ بلاک ہوا پورے شہر میں سخت احتجاج کیا گیا۔ پنجاب حکومت کی طرف سے سخت دباؤ کے باعث فوری طور پر کسی نہ کسی ملزم کی گرفتاری کا نادر شاہی حکم پا کر پولیس نے کریڈٹ لینے کے لئے دوڑ لگا دی۔

سپاہ صحابہ صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری محمود اقبال ایک اہم جماعتی میٹنگ کے لئے رات بھر کا سفر کر کے ملتان سے صبح آٹھ بجے لاہور پہنچے تھے۔ وہ ائر کنڈیشنڈ نائٹ کوچ سے اتر کر سیدھے دفتر سپاہ صحابہ لٹن روڈ پہنچے یہاں دفتر کے انچارج اور ڈپٹی سیکرٹری پنجاب ڈاکٹر منظور احمد شاکر ان کے منتظر تھے۔ دونوں عہدیداروں میں کسی کو ڈاکٹر نقوی کے اس تازہ سانحہ کا علم ہی نہ تھا۔ ابھی یہ لوگ ناشتہ سے فارغ ہوئے تھے کہ تھانہ نواں کوٹ کے انچارج عمر ورک پولیس کی بھاری نفری کے ہمراہ آ دھمکے۔ ڈاکٹر شاکر سے سیکرٹری اطلاعات پنجاب مجیب الرحمٰن انقلابی کا پتہ معلوم کرنے لگے۔ جب کچھ پتہ نہ چلا تو ڈاکٹر منظور شاکر کو ایک ضروری میٹنگ کے لئے ساتھ چلنے کو کہا۔ سیڑھیوں سے نیچے اتر کر جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو دفعتاً کسی نے کہا دفتر میں موجود دوسرے ساتھی کو بھی لے آؤ۔ اس طرح محمود اقبال اور شاکر صاحب کو میٹنگ کے بہانے قابو کر لیا گیا--- پولیس گاڑیوں کا جلوس مولانا مجیب الرحمان انقلابی کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ انہیں گہری نیند سے جگا کر ساتھ لے لیا۔ تینوں صوبائی لیڈروں کو نواں کوٹ پہنچا کر الگ الگ بند کر کے انچارج تھانہ نے اعلیٰ حکام کو اطلاع دی کہ دفتر سپاہ صحابہ سے تین صوبائی لیڈر قابو آ گئے ہیں--- اعلیٰ

حکام کی ہدایت اور تھانہ عملہ کی ہوشیاری نے کام دکھایا کہ تینوں عہدیداروں کے نام پتہ معلوم کر کے ڈاکٹر نقوی کے مقدمہ میں ان کے خلاف ایف آئی آر کاٹ دی گئی۔ ۱۵ روز کے تشدد اور بے پناہ زیادتیوں کے باوجود انہیں کہا گیا کہ ہمیں معلوم ہے آپ بے گناہ ہیں ہم نے مجبوری کی حالت میں یہ سب کچھ کیا ہے۔ مخالف فرقہ کا بہت دباؤ ہے۔ اب ہم ایک دو روز تک تمہیں رہا کر دیں گے۔ ایس پی سی آئی اے احمد خان چدھڑ اور انکے ڈی ایس پی شیخ محمد صدیق نے برملا تینوں لیڈروں کو بے گناہ قرار دیا۔ ملک بھر میں اس کھلی زیادتی اور بے گناہ صوبائی لیڈروں کو قتل کے من گھڑت الزام میں ملوث کرنے پر سخت احتجاج ہوا، راقم اس وقت برطانیہ کے دورے پر تھا وہاں قاتلانہ حملہ کی وجہ سے صاحب فراش تھا۔ بستر علالت ہی پر جب لاہور پولیس کی اس کھلی زیادتی کی خبر ملی تو دانت پیس کر رہ گیا۔

پنجاب پولیس کی سب سے اہم تفتیشی ایجنسی سی آئی ڈی چوھنگ۔ سینٹر ڈی آئی جی مرزا جہانگیر اور پرویز اکبر لودھی نے ایک موقع پر میرے سامنے تینوں افراد کی بے گناہی کا اعتراف کیا۔ میں نے کہا کہ بے گناہ لوگوں کو قتل کے الزام میں ملوث کر کے آپ کس امن کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا چونکہ اصل ملزمان گرفتار نہیں ہو رہے اس لئے ہم بے گناہ ہونے کے باوجود ان کو رہا نہیں کر سکتے --- یہ نادر شاہی حکم سن کر ہم نے وزیر اعلیٰ پنجاب منظور احمد وٹو چیف سیکرٹری اور آئی جی سے بات کی۔ سب نے کہا چند روز تک انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ ایک ایس پی نے کہا کہ تینوں رہنماؤں کو کسی ایجنسی نے ملزم قرار دیا ہے نہ ان سے اسلحہ برآمد ہوا ہے۔ صرف چند روز کا معاملہ ہے آپ صبر کریں---- حکمرانوں کی بے حسی اور پولیس کی اس کھلی زیادتی کی تصویر بن کر یہ لوگ بھی ڈیڑھ سال سے جیل میں موجود تھے۔ ملی یکجہتی کونسل کی مصالحتی کمیٹی اور کئی شیعہ لیڈر بھی ان تینوں صوبائی لیڈروں کی بے گناہی کا بار بار ذکر کر چکے ہیں۔ ادھر بے نظیر حکومت کی مقرر کردہ

کرپٹ اور بدعنوان خصوصی عدالتیں انصاف اور قانون کے چہرے پر ایک بدنما داغ کی حیثیت سے حکمرانوں کے اشارہ ابرو کی منتظر رہتی ہیں--- ۷۳ء کے آئین میں ہر حکومت کو منظور نظر جیالوں کو نوازنے اور سیاسی مخالفین کو کڑی سزائیں دلوانے کے لئے خصوصی سول کورٹوں، سیشن کورٹوں، ہائیکورٹوں کے مقابلے میں ان عدالتوں کا قیام انصاف کے منہ پر ایک طمانچہ تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب سپریم کورٹ پاکستان کے ۲۰ مارچ ۱۹۹۶ء اور چیف جسٹس ہائیکورٹ جسٹس خلیل الرحمٰن خان کے فیصلوں سے ان عدالتوں سے قوم کی جان چھوٹ گئی ہے۔ اس طرح اب امید ہونے لگی ہے کہ سیاسی مخالفین اور بے سہارا لوگ بھی انصاف اور عدل سے حصہ پاسکیں گے۔

خصوصی عدالت لاہور کے جج صاحب نے ہمارے صوبائی عہدیداروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ملتان کے جیالے جج آصف خان نے ہمارے ساتھ کیا--- ایسے لوگ ڈاکوؤں، چوروں اور قاتلوں سے بڑے مجرم ہیں جو آئین و قانون کو بالائے طاق رکھ کر ایک طرف حکمرانوں کی منشاء کے مطابق فیصلے کرتے ہیں دوسری طرف رشوت کی منڈیاں قائم کرکے دولت عدل کو فروخت کررہے ہیں-----

محمود اقبال، ڈاکٹر منظور احمد شاکر اور مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی سپاہ صحابہ کے عہدیدار ہونے کے جرم میں نہایت جرات اور حوصلے سے زنداں کی شب تاریک کاٹ رہے ہیں۔ ڈاکٹر نقوی کے قتل کے اصل ملزمان کے انکشاف کے بعد تینوں ساتھیوں کو پولیس انکوائری میں صریح طور پر بے گناہ تحریر کردیا گیا ہے۔ خدا کے فضل سے امید ہے کہ ان کی مصیبت بہت جلد ختم ہوگی۔ سپیدہ سحر جلد نمودار ہوگا۔ اور انہیں ناموس صحابہ کے تحفظ کی پاداش میں برداشت کرنے والے اس المناک دکھ سے جلد نجات حاصل ہوجائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے لم یزل ہی انہیں اس مشکل اور پریشانی کا بہتر بدلہ عطا کرے گا۔

جیل میں ان کے ساتھ گذرے ہوئے لمحات، پیار و محبت، اور انس و تعلق کی خوبصورت کہانی ہیں۔ محمود اقبال مولانا حق نواز شہید کا قریبی ساتھی، مشن جھنگوی پر دیوانہ وار فدا رہتا ہے۔ ۵ جنوری ۱۹۸۹ء کو مولانا حق نواز شہید کی موجودگی میں اسے صوبائی جنرل سیکرٹری بنایا گیا تاحال اسی عہدہ پر گامزن ہے۔ شادی سے صرف چند ماہ بعد اسے جیل کی آزمائش آن پڑی ہے۔ اسے میں نے کبھی تلخی حیات کا گلہ کرتے نہیں دیکھا۔

ناموس صحابہ کے تحفظ کے فروغ پر کئی کتابیں تصنیف کر چکا ہے۔ اس کا مکتبہ خلافت راشدہ ہمارے نصب العین کے ابلاغ کا ایک چمکتا ہوا استارہ ہے۔ اسیری کے دوران ہی اسے خدا کی طرف سے ایک خوبصورت بیٹے کی نوید ملی ہے۔ جیل سے ہی بیٹے کا نام حسنین معاویہ تجویز کیا جو اس کی مشن سے وابستگی کی پختہ مثال ہے۔ جس پر وہ شاداں و فرحاں ہے۔

ڈاکٹر منظور احمد شاکر ایک نرم خو، متحمل مزاج عمدہ طبیعت کا نوجوان ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے فارسی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اس نے سروس و ملازمت کو بالائے طاق رکھ کر سپاہ صحابہ کے کاز پر سب کچھ تج دیا ہے۔ ڈاکٹر شاکر تین سال تک سپاہ صحابہ کے صوبائی ڈپٹی سیکرٹری رہے اس سے قبل وہ سپاہ صحابہ کے غیر ملکی امور کے بھی نگران رہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کو اعلیٰ انداز میں نبھایا---

مجیب الرحمٰن انقلابی ایک کم عمر، اور صلاحیت و تدین سے بہرہ ور اور صالح نوجوان ہے۔ جامع اشرفیہ لاہور سے ایم اے اسلامیات (درس نظامی) کی سند حاصل کر چکا ہے اور شروع ہی سے سپاہ صحابہ سے وابستہ ہے۔ اسے میں سیکرٹری اطلاعات پنجاب کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ شوخ و شنگ طبیعت کے حامل اس نوجوان سے ہمیں کافی امیدیں ہیں۔ اس کے قلم کے جواہر پارے قومی اخبارات میں آئے دن شائع ہو رہے ہیں۔ اس کا فکری ارتقاء روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

اس کے والد مکرم ۴۰ سال سے قرآنی اور دینی تعلیم میں ممتاز حیثیت کے حامل

ہیں۔ نامور والد کی تربیت اور اکابرواسلاف کی دعاؤں سے قوی امید ہے کہ اس ہونہار بردہ کے چکنے چکنے پات مزید نمایاں ہونگے۔ اس کے جرم بے گناہی کا ملک کے تمام اہل قلم کو بھی اعتراف ہے۔ مجیب الرحمٰن ایک ایسا نوجوان ہے جس کے لئے تحریر و تقریر کے لئے میدان کافی وسیع ہے۔ جیل میں اس کے درس و خطاب نے قیدیوں کے ایک حلقے کو گرویدہ کررکھا ہے۔ اس کے مضامین اور مقالہ جات وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں--- مجیب الرحمٰن انقلابی، نئے عزم اور نئے جذبے سے سرشار ایسا نوجوان ہے جو اس طرح نواپرداز ہے۔ بقول شورش

دل و نظر کی متانت، وفور غم کا سکوت
قلم کی شوخئی گفتار لے کے آیا ہوں
نیاچمن، نئی شاخیں، نئے گلاب وسمن
نئی بہار کی اقدار لے کے آیا ہوں

سپاہ صحابہ کی ساری کہانی ایسے ہی جذبوں کا فروغ ہے، ایسی ہی امنگوں کی حکایت ہے ایسی ہی تمناؤں کا جادہ ہے ایسی ہی تپش کا گداز ہے ایسی ہی گرمی کا سرور ہے ایسی ہی آرزوؤں کا خمار ہے ایسے ہی ولولوں کی روح ہے، ایسے ہی افکار کا خروش ہے، اس لئے نئے گلاب، نئے پھول، نئے خدوخال، نئے چہرے، نیا شباب، اس کے عالم جہاں تاب کا عنوان ہے، تازہ جذبوں سے سرشار عزم وارادے اس کے افکار کی مہکار ہیں۔ میں اسی لئے ہردم یہی پکارتا ہوں

خدا کرے میری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو

محسن نقوی کے قتل کی آڑ میں سپاہ صحابہ لاہور کے جنرل سیکرٹری کی گرفتاری

اب یہ بات روایت بن چکی ہے کہ پاکستان میں جہاں بھی کوئی شیعہ اپنے کسی ذاتی جھگڑے پر بھی قتل ہوتا ہے تو اس کا الزام سپاہ صحابہ پر لگا دیا جاتا ہے---بارہا ایسے مقدمات خارج ہوئے ہیں---عدالتوں نے بیشتر کیسوں میں سپاہ صحابہ کو بے گناہ قرار دیا ہے۔ دیگر اسیروں کے ساتھ سپاہ صحابہ لاہور کے جنرل سیکرٹری مولوی عبدالقیوم صاحب بھی ہمارے ساتھ رہے۔ انہیں بھی سپاہ صحابہ کا عہدیدار ہونے کی سزا دی گئی، ان پر الزام ہے کہ انہوں نے مشہور شیعہ شاعر محسن نقوی کے قتل کے موقع پر للکارا اور قاتلوں کو جاکر شہہ دی، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں نہ تو اس وقوعہ کا علم تھا نہ ہی وہ اس موقع پر لاہور میں موجود تھے۔ پولیس افسران کے سامنے ۴۰ افراد نے قرآن پر حلف دے کر اقرار کیا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۶ء کو شام سات بجے پسرور کے ایک گاؤں میں ہمارے پاس تقریر کر رہے تھے یہ جگہ لاہور سے ۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک ہی وقت میں ان کا وقوعہ کے قریب ہونا اور گاؤں میں تقریر کرنا بعید از عقل ہے--- لیکن چونکہ یہ سپاہ صحابہ لاہور کے عہدیدار ہیں اس لئے ظلم کا رسہ انہی کے گلے میں باندھ دیا گیا ہے۔

مولانا عبدالقیوم جامع اشرفیہ لاہور سے ۱۹۸۳ء میں فارغ ہوئے سادہ مزاجی اور عاجزی و فروتنی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ سپاہ صحابہ کے ساتھ عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ جان کی پرواہ کئے بغیر نصب العین پر کاربند رہتے ہیں---

لاہور میں کوئی سانحہ یا واقعہ رونما ہوتا ہے۔ اس میں مخالفین ان کا نام ضرور لکھوا دیتے ہیں---لاہور پولیس بارہا انہیں بے گناہ قرار دے چکی ہے انہیں ڈاکٹر محمد علی نقوی کیس میں ملوث کیا گیا تھا۔ دونوں مقدمات میں واضح طور پر بے گناہ ہونے اور پولیس کے

بے گناہ تحریر کرنے کے باوجود جیالے ججوں نے انہیں انصاف مہیا کرنے کا رسک نہیں لینا۔ بے نظیر حکومت کے برخاست ہونے کے بعد امید ہو گئی ہے کہ انصاف کے مینہ کا کوئی چھینٹا ضرور ان پر پڑے گا---اور اللہ کی رحمت سے انہیں ضرور جھوٹے مقدمات سے نجات ملے گی۔

○

ان کے علاوہ سپاہ صحابہ کے قائم مقام سیکرٹری اطلاعات پنجاب طارق بلو کو جھوٹے پولیس مقابلے میں ماخوذ کیا گیا ہے۔ہائی کورٹ کے حکم سے ہونے والی انکوائری میں پولیس مقابلہ جعلی ثابت ہو چکا ہے۔ان کے ساتھ شہباز علی، نوید احمد، راحیل، امیر علی، بھی نتھی کئے گئے ہیں۔

○

کئی دیگر مقدمات میں سپاہ صحابہ لاہور کے سابق سیکرٹری جنرل ہارون بھٹی، ماسٹر افضل سعید، مرزا مقصود احمد رمضان خان، شفیق اور رفیق خان شامل ہیں۔بعض رفقاء کے مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں، اب پولیس پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ تمام مقدمات اور تمام کاروائیاں بے بنیاد ہیں---حکومت کے تبدیلی ہوتے ہی جیل کے رفقاء سے مقدمات ختم ہو رہے ہیں۔اللہ کے فضل سے جلد امید ہے کہ بے گناہوں کو جلد رہائی عطا ہو گی۔

○

ان کے علاوہ سپاہ صحابہ لاہور کی طرف سے ہماری گرفتاری پر احتجاج کرتے ہوئے جو لوگ گرفتار ہو کر ہمارے پاس پہنچے انہیں ۱۵ روز ہمارے ساتھ رکھنے کے بعد رہا کیا گیا۔

سپرنٹنڈنٹ جیل کوٹ لکھپت اور عملہ کا رویہ

کوٹ لکھپت جیل جب پہلی مرتبہ ہم گئے تو یہاں چوہدری افضال محمود سپرنٹنڈنٹ تھے۔ خوش اخلاقی، عمدہ مزاجی کا نمونہ، تھے۔ ہمارے ساتھ ان کا رویہ ہمدردانہ تھا۔ وہ اپنے رعب کا اکثر حصہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شیخ اعجاز قادر پر صرف کردیتے تھے۔ جیل کے تمام امور پر ان کی گہری نظر تھی۔ جیل کی مروجہ خرابیوں، رشوت و کرپشن اور منشیات کی برائیوں کو روکنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ ایک پہلو دار افسر تھے جنہیں کمزور اور طاقتور قیدیوں سے نمٹنے میں خوب ملکہ تھا۔ انہوں نے بھی ہماری سیکورٹی کے نام پر ہمیں اپنے احاطہ اور بارک تک محدود کرنے کی بسیار کوشش کی، ہر موقع پر انہیں ناکامی ہوئی، بالاخر وہ حالات سے سمجھوتہ کر گئے۔ ان کے ساتھ ہمارا وقت بہت اچھا گذرا۔ وہ ہردن ہماری ملاقاتوں اور بیرونی مہمانوں کی بھیڑ کی انکوائریوں سے تنگ آ گئے تھے۔ ان کے دور میں محرم سے قبل سپیشل برانچ نے حکومت کو رپورٹ دی کہ افغانستان کے کمانڈوز قائدین سے جیل میں ملاقات کر کے پنجاب کے حالات خراب کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں---

ایک من گھڑت حکومتی رپورٹ

اس رپورٹ پر شدید رد عمل ہوا۔ پوری حکومت حرکت میں آگئی۔ عبدالعزیز نامی طالبان کے ایک نمائندے سے ہماری ملاقات رائی سے پہاڑ بن گئی۔ کئی قلابے ملائے گئے۔ بے شمار افسانے گھڑے گئے۔ نمبر بنانے کے چکر میں پولیس افسران نے پے در پے کئی رپورٹیں بھیجیں۔

تعطیل کے باوجود جمعہ کے روز آئی جی جیل خانہ جات چوہدری محمد حسین چیمہ جیل آئے۔ مجھے اور مولانا اعظم طارق کو ڈیوڑھی میں طلب کیا گیا۔ آئی جی ایجنسیوں کی

رپورٹیں اور سات حکومتی رپورٹوں کا دفتر کھولا گیا من گھڑت رپورٹوں کی قلعی اس وقت کھل گئی۔ جب سپاہ صحابہ کے ایک سال قبل شہید ہونے والے طاہر کمبوہ اور پانچ سال سے فیصل آباد جیل میں محبوس سرور جھنگوی کے بارے میں رپورٹ میں تحریر کیا گیا تھا کہ یہ دونوں افراد ایک افغان گروپ سے مل کر جیل آئے اور قائدین سے محرم میں فسادات کرنے کا حکم حاصل کیا۔-- ہم نے جب حقائق پیش کئے تو آئی جی صاحب سر پیٹ کر رہ گئے۔ من گھڑت رپورٹوں بے بنیاد اور فرضی قصوں سے تیار کی گئی رپورٹ کا کچا چٹھا سامنے آیا تو سب افسر حیران رہ گئے۔

انہی دنوں روزنامہ پاکستان میں کوٹ لکھپت جیل کی کرپشن اور رشوت کی گرم بازاری کی خبر شائع ہونے پر چوہدری افضال محمود کا سنٹرل جیل گوجرانوالہ تبادلہ ہو گیا۔ چوہدری خورشید احمد نئے سپرنٹنڈنٹ آئے یہ ملتان میں ہمارے ابتدائی دور میں وہاں تھے۔ انہیں اڈیالہ جیل راولپنڈی منتقل کر دیا گیا تھا۔ وہاں سے شیخ رشید مسلم لیگی کے ایک قصے میں تین ماہ کی معطلی کے بعد پہلی مرتبہ بحال ہو کر یہاں سپرنٹنڈنٹ تعینات ہوئے تھے۔ چوہدری خورشید احمد کا دھیما پن اور پھونک پھونک کر چلنے کا انداز پہلے سے ہمیں معلوم تھا۔ وہ ہر فائل کو کم از کم دس دس مرتبہ پڑھنے کے عادی ہیں۔ ان کا رویہ ہر آدمی کے ساتھ ملائمت کا رہا ہے۔ وہ نرم خو اور متانت میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اپنے پیشرو کی طرح وہ بھی جیل کی کرپشن کے خاتمے میں عاجز و درماندہ نظر آئے۔ ان کا دور بھی ہمارے لئے کئی لحاظ سے بہتر رہا۔ جیل کے معاملات میں انہیں اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں گہرا شعور ہے۔ وہ عام طور پر قیدیوں کے لئے نرمی اور خوش روئی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جب وہ غصہ میں ہوں تو ساری حدود ٹوٹ جاتی ہیں۔ پھر معمولی معمولی قصور پر چھ چھ ماہ ان کا غصہ فرو نہیں ہوتا۔

انہوں نے پہلے روز سے چوہدری افضال کے برعکس جیل کے سارے انتظامات شیخ

اعجاز ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے سپرد کردیئے تھے۔ ان کے ساتھ ہمارا پہلا اور دوسرا دور مجموعی لحاظ سے اچھے تعلقات کا حامل رہا ہے۔ فیکٹری انچارج ملک مشتاق احمد اعوان اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور تمام اسسٹنٹ افسران کا ہمارے ساتھ ہمدردانہ معاملہ قائم رہا۔

کوٹ لکھپت جیل سے ملتان واپسی

دوسری مرتبہ سنٹرل جیل ملتان منتقلی

پانچ ماہ تک جب لاکھ جتن کرنے کے باوجود حکومت سپاہ صحابہ سے کوئی شرط نہ منوا سکی تو بار بار رہائی کی مشروط پیشکشوں کے استرداد کے بعد اچانک ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو بذریعہ طیارہ ملتان منتقل کردیا۔ ہم بار بار احتجاج کرتے رہے ہماری کسی نے نہ سنی، اور رات دس بجے سنٹرل جیل ملتان کی ۱۳ بارک کے کمرہ نمبر ۴ میں فروکش ہو گئے۔

ہمارے ملتان کے ساتھیوں کو ہماری اچانک آمد پر حیرت کے ساتھ بے حد خوشی ہوئی۔ ہمارے لاہور جانے کے بعد پائی جانے والی اداسی اور مایوسی چھٹ گئی۔ افسردہ چہرے فرحت و انبساط سے کھل گئے۔ ہمارے فراق سے مضمحل ہونے والے قلوب طمانیت و قرار کی دولت سے آراستہ ہو گئے۔

ہم نے عدالتی میدان میں ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے نام تحریری یادداشتوں میں حکومت کو جس طرح لتاڑا اور قانون کے مطابق ہر چودہ دن کے بعد کسی نہ کسی عدالت میں پیش کرنے کے قانون کی صریح خلاف ورزی کے خلاف ہائیکورٹ لاہور کے چیف جسٹس خلیل الرحمٰن نے پنجاب حکومت سے جواب طلبی کی۔

خصوصی عدالت میں بیان

عدالتی دباؤ کے تحت حکومت نے ہمیں پہلی مرتبہ یکم جولائی کو خصوصی عدالت ملتان

میں پیش کردیا۔ ہم نے آصف خان خصوصی عدالت کے جج کے روبرو درج ذیل تحریری بیان دیا۔

محترم جناب.........

سلام مسنون!

ہمیں چھ ماہ میں آنجناب کی بار بار طلبی کے باوجود آج پہلی مرتبہ آپ کی عدالت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ خصوصی عدالتیں کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ ۸۰ سالہ بزرگ حاجی غلام مرتضٰی جوئیہ کو بھی شاہنواز ڈبہ کے قتل کا ملزم بنایا گیا ہے۔ ان کا نام نہ ایف آئی آر میں ہے نہ ہی کسی پولیس کی ضمنی میں انہیں ملزم تحریر کیا گیا ہے۔ ان کا معصوم لڑکا حافظ یحیٰی آپ ہی نے اپنی عدالت سے ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ضمانت منسوخ کر کے پولیس کے حوالے کیا تھا۔ پھر ۱۷ ستمبر کو اسے میلسی نے پولیس تشدد کے ذریعے ہلاک کیا آپ نے آج تک پولیس سے نہ پوچھا کہ جو صحیح سالم حافظ قرآن آپ لے کر گئے تھے وہ کہاں ہے پھر آپ نے حافظ غلام مرتضٰی کو کئی مرتبہ رہا کرنے کی یقین دھانی کرائی۔ لیکن کسی بات پر عمل نہیں کیا۔

ہمیں صاف طور پر نظر آ رہا ہے کہ آپ ہمیں انصاف فراہم نہیں کر سکتے۔ آپ کا تعلق چونکہ حکمران پارٹی سے ہے اور بطور ایک جیالہ جج آپ ہمارے مدعی (جو پیپلز پارٹی کے ایم این اے ہیں)۔ ان کے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ آپ ہمیں کیا انصاف فراہم کر سکتے ہیں؟۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ صرف زبانی جمع خرچ سے ہمیں ٹرخا رہے ہیں۔ نہ کوئی ضمانت منسوخ کرتے ہیں تاکہ اگلی عدالت سے رجوع کریں نہ ہی ضمانت منظور کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں انتہائی افسوس ہے کہ آپ خود غلام ہیں بے نظیر کے غلام ہیں حکمرانوں کے نوکر ہیں۔ ایک مظلوم، بے گناہ، کو انصاف مہیا کرنا آپ کے بس کی بات نہیں۔ عدالت

کا یہ ایوان حکومتی اشاروں پر ناچ رہا ہے۔ ہمیں اس سے انصاف کی کوئی توقع نہیں۔

منجانب:-

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

مولانا اعظم طارق

اس موقع پر ہم یکم جولائی سے ۴ اگست تک ملتان ٹھہرے۔ اس کے بعد ہمیں اڈیالہ جیل راولپنڈی منتقل کر دیا گیا۔ ان ۳۴ دنوں میں بھی ملتان میں بہت اچھا وقت گزرا۔ سپرنٹنڈنٹ چوہدری عبدالحمید اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ چوہدری غلام دستگیر کے ساتھ اچھے تعلقات رہے--- ملتان کی اس دوسری حاضری میں بھی ملتان کے اکابر و مشائخ نے پہلے سے بڑھکر پیار دیا، جامع خیر المدرس کے اکابر و مشائخ نے پہلے سے بڑھکر محبت کی، جامع قاسم العلوم کے اساتذہ و علماء حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خانوادہ کے چشم و چراغ اور انتہائی پیارے بھائی سید کفیل شاہ سید معاویہ کے علاوہ پاکستان کے مشہور خطیب مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا عبدالکریم ندیم، مولانا عبدالحق مجاہد، قاری نذیر احمد، محترم جناب سید خورشید عباس گردیزی کے علاوہ، خانیوال، مظفرگڑھ، عبدالحکیم، کبیروالا، ڈیرہ غازی خان، بہاولپور، کے تمام علاقوں سے ہزاروں کارکنوں اور دینی اصحاب نے وقتاً فوقتاً ملاقاتیں جاری رکھیں۔ ملتان کی اس دوسری حاضری کے بعد ہم نے جیل کے قیدیوں کے جمعہ کے اجتماع میں شرکت شروع کی۔ مولانا اعظم طارق یہاں بھی ہر جمعہ تقریر کرنے لگے۔ یہاں کے ڈاکٹر صاحبان، عملہ، اہلکار، نہایت خوش مزاجی سے ملتے رہے۔

یہاں بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا، ملتان کی سخت گرمی اور شدید تپش نے میرے مشام جاں معطل کر ڈالے۔ بعض اوقات دن اور رات کا اکثر حصہ نیم مدہوشی میں گذرنے لگا۔ بعد میں شیخ حاکم علی کی خصوصی کوشش سے پنجاب حکومت نے ایئر واٹر کولر کی منظوری دے دی۔ سپاہ صحابہ ملتان کے مولانا سلطان محمود ضیاء، قاری صادق انور، سید

انور علی شاہ، قاری طیب قاسمی، مرزا لقمان، حافظ ایاز احمد، اشفاق خان رانا عبدالصمد حسب سابق محبت کا اظہار کرتے رہے۔ سپاہ صحابہ سے محبت رکھنے والے ملتان کے تاجر راؤ یامین نے نہایت اصرار کے ساتھ گھر سے کھانا بھیجنا شروع کر دیا۔ حاجی محمد شفیع، حاجی عرفان شاہین حاجی محمد صدیق اور بے شمار سماجی کارکنوں معززین شہر، تاجروں، زمینداروں کا تانتا بندھا رہا۔ قیام ملتان کے دوران، سپاہ صحابہ جلہ آرائیں۔ سپاہ صحابہ شجاع آباد اور سپاہ صحابہ مظفر گڑھ کی طرف سے آموں کی پیٹیوں کی فراوانی رہی پھلوں کی بہتات سے جیل کی کئی بیرکیس بھی حظ وافر پاتی رہیں۔ ساگ، مکھن، ملتان کا مشہور سوہن حلوہ، خان گڑھ کا کھویا، اور سرائیکی بلٹ کی کئی سوغاتیں آتش کام ودھن کو سرد کرتی رہیں۔

ملتان میں پہلی سی گرمی بزم نصیب ہوئی۔ پہلا ولولہ عطا ہوا اس مرتبہ حاجی غلام مرتضیٰ (والد حافظ یحییٰ شہید) حاجی عبدالمجید اور عزیزم سیف الرحمٰن بھی اب تو بہاولپور سے یہاں پہنچ گئے تھے۔ تھانہ میکلوڈ گنج کے مقدمہ وار مولانا محمد شفیع عطار، حافظ اعجاز حیدر وڑائچ، ڈاکٹر عبدالرشید، بھی رقصاں و جنباں موجود تھے۔ بزم نشاط ہر روز جمتی تھی، پیار و محبت کے گیت گائے جاتے تھے۔ عشق سرمدی اور محبت ابدی کا سرور و خمار بھی ہر گھڑی نصیب ہو رہا تھا۔ علم و فضل کے موتی بکھیرے جاتے کبھی اکابر و اسلاف کے ذکر شمیم سے روح کو طمانیت ملتی۔ ملتان کے اس دوسرے سفر میں ہماری کیفیت اس شعر کا مصداق تھی۔

ساتھ شبنم کے ہم بھی روئے تھے
یوں بھی آہ و بکا کرے کوئی
اشک یوسف نہ تھی زلیخا بھی
عشق کا تذکرہ کرے کوئی

ملتان اولیاء کی بستی ہے محمد بن قاسم کی منزل ہے۔ شہداء اور بزرگوں کا مدفن ہے۔

گنج شہیداں ہے، قیامت کا شاہکار ہے۔

چہار چیز تحفۂ ملتان است
گرد و گرما، گدا و گورستان است

یہاں کی خاک میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری آسودہ خواب ہیں، جامع خیرالمدرس کے قبرستان میں محدث اعظم مولانا خیر محمد جالندھری مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی جیسے عبقری صفت لوگ محو استراحت ہیں۔ دوسری طرف قدیم بزرگوں میں حضرت شاہ رکن عالم کا مرکز ہے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی آماجگاہ ہے۔ دینی مدرسوں، اسلامی جامعات، مساجد و معابد کی پر ہجوم منڈی ہے، لاکھوں علماء دینی طلباء مشائخ واولیاء اس کی خاک کے اسیر ہیں۔ ملک کی تمام مذہبی اور دینی جماعتوں کا مرکز ہے۔ بڑے بڑے دینی مراکز کا گلشن ہے۔ قلعہ کہنہ قاسم باغ، اس کی زینت ہے۔ حسین آگاہی، تغلق روڈ، لانگے خان باغ، پبلک روڈ اس کے نشان ہیں سرائیکی علاقوں کا دارالحکومت ہے۔ پنجاب اور سندھ کی دھرتیوں کا سنگم ہے۔

اڈیالہ جیل روالپنڈی کے شب و روز

ملتان سے اڈیالہ جیل راولپنڈی منتقلی

اپنے لہو سے پھول کھلانے کے واسطے
ہر مقتل وفا میں پکارا گیا ہوں میں

۴ اگست نماز عصر کے بعد اچانک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ چوہدری نذیر احمد آئے اور انہوں نے کہا آپ کو فوری طور پر لاہور منتقل کیا جا رہا ہے۔ صبح آپ کو ہائیکورٹ لاہور میں چیف جسٹس خلیل الرحمٰن نے طلب کیا ہے۔

ہم اگرچہ لاہور منتقلی کی خبر پر خوش تھے۔ لیکن ہمیں چوہدری نزیر کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا انہوں نے انتہائی وثوق کے ساتھ کہا آپ کو فوری طور پر لاہور بھیجنے کا حکم ہے۔ ہمیں جیل حکام کی کذب بیانی اور افتراء کا پہلے سے کئی مرتبہ تجربہ ہو چکا تھا۔ یہ لوگ جھوٹ بولنے میں پولیس اہلکاروں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں ہم نے چلنے سے انکار کیا اور اپنے وکیل کو لاہور فون کر کے صورت حال معلوم کرنے کی صورت میں چلنے کی حامی بھرلی' سپرنٹنڈنٹ جیل نے حلفاً کہا کہ ہم غلط بیانی نہیں کر رہے ہیں آپ کو فوری لاہور بھیجنے کا حکم ہے۔ انہوں نے بچوں کا واسطہ دے کر حلف کے ساتھ چلنے پر اصرار کیا تو ہم تیار ہو گئے۔ گاڑیوں کا بہت بڑا قافلہ ارشاد احمد ڈی ایس پی ہیڈ کوارٹر ملتان کی قیادت میں جیل دروازے پر ہمارا منتظر تھا۔

ہمیں بتایا گیا کہ طیارہ کی روانگی میں صرف ۴۵ منٹ باقی ہیں افراتفری میں ہم نے صرف ضروری سامان باندھا' باقی بعد میں بھجوانے کی یقین دہانی پر ہم گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ جہاز میں سوار ہونے کے بعد جب میں نے ایئر ہوسٹس سے لاہور کے اخبارات طلب

کئے تو اس نے بتایا کہ جہاز تو اسلام آباد سے آیا ہے اور اسلام آباد ہی واپس جا رہا ہے۔ اس لئے اس نے اسلام آباد اور راولپنڈی کے اخبارات ہمارے سپرد کر دیئے۔ اب ہمارے سامنے سپرنٹنڈنٹ اور عملہ جیل کی کذب بیانی کا پردہ چاک ہوا۔۔۔ ہم حیرت و استعجاب میں سوچتے رہے کہ فریب اور جھوٹ کے ان دیوتاؤں نے بھی کبھی داور محشر میں پیش ہونا ہے۔ صریح اور کھلے فریب سے ان کا مقصد کیا ہے۔

ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقلی کرتے وقت ملزمان کے تمام مقدمات کا چالان اور منتقلی کا اندراج ضروری ہوتا ہے۔ افسران جیل کو شاید خدشہ تھا کہ ہم راولپنڈی پر پس و پیش کریں گے اس طرح شاید جہاز نکل جائے۔ انہوں نے لاہور کا کہہ کر ہمیں راولپنڈی کے لئے سوار تو کر دیا لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ سپرنٹنڈنٹ کی اس کذب بیانی کا آج تک ہمیں افسوس ہے کہ اسے ہمارے ساتھ یہ رویہ رکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے کیسے بدل جاتے ہیں لوگ
ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ

جہاز میں سوچ و فکر کا سارا دھارا تبدیل ہو گیا۔ ملتان اور لاہور کی یادیں محو ہو گئیں۔ نئے ماحول نئے احباب کی رفاقت نئی جیل کے تصورات نے اداسی اور قنوطیت کا سایہ گہرا کر دیا ۳۰ ستمبر ۱۹۹۴ء کو تھانہ سرائے عالمگیر، ضلع جہلم میں ہمارے خلاف شیعہ کی ایک بس پر فائرنگ کا مقدمہ بنایا گیا تھا۔ اس واقعہ میں ۹ افراد ہلاک ہوئے تھے حسب روایت سپاہ صحابہ کے سربراہ اور نائب سربراہ ہونے کے باعث اس مقدمہ میں ہمیں ایماء کا ملزم بنایا گیا کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر قائم ہونے والے اس مقدمہ میں ہمارے ساتھ ایف آئی آر کے بقایا چھ ملزمان ایک سال قبل بے گناہ قرار دے کر ڈسچارج کر دیئے

گئے تھے۔ پولیس کے مطابق بعد میں راولپنڈی سے گرفتار ہونے والے سپاہ صحابہ کے چند نوجوان اس واقعہ کے اصل ملزمان ہیں۔

اس مقدمہ کی تفصیل تو مقدمات کے باب میں ہے۔ لیکن یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ ہمارا ایماء پہلے کچھ اور لوگوں کے ساتھ جوڑا گیا۔ بعد میں جب کچھ اور لوگ پکڑے گئے تو ہمیں پولیس نے ان کے ساتھ نتھی کر دیا۔

بے نظیر حکومت کے خصوصی حکم پر اس مقدمہ میں صریح طور پر بے گناہ ہونے کے باوجود ہماری گرفتاری ڈال دی گئی۔ خصوصی عدالت راولپنڈی کو ہمارے خلاف فوری مقدمہ چلانے کا حکم ملا۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ پنجاب نے حسب معمول نہایت ہوشیاری سے راولپنڈی منتقل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس طرح تھانہ قائم پور بہاولپور تھانہ میکلوڈ گنج بہاولنگر کے مقدمات میں ثبوت اور گواہ نہ ملنے پر اب حکومت نے ہمیں راولپنڈی کی عدالت سے سرائے عالمگیر کے بوگس مقدمہ میں سزا دینے کا منصوبہ تیار کیا۔ خدا کا کرنا بھی خوب ہوا کہ ادھر ۵ نومبر کو بے نظیر حکومت کی چھٹی ہوئی اور ۷ نومبر کو اسی عدالت نے باعزت بری کر دیا۔۔۔۔۔

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا ضرور
رستے میں جو کھڑا تھا کوہسار ہٹ گیا

اڈیالہ جیل میں ساڑھے چار ماہ

اسلام آباد ایئرپورٹ پر پہنچے تو سینکڑوں پولیس اہلکاروں نے سارے علاقے کو گھیر رکھا تھا۔ ڈی آئی جی راولپنڈی مسٹر طلعت محمود کی نگرانی میں تین ایس پی کئی ڈی ایس پی اور دو درجن گاڑیوں کے جلوس میں سینکڑوں پولیس اہلکاروں کے ہمراہ ہمیں رات ساڑھے نو بجے اڈیالہ جیل پہنچا دیا گیا۔ یہاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ملک شوکت اعوان چشم براہ

تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل چوہدری عبدالستار عاجز کا سلام پہنچایا۔ تھوڑی دیر میں ہم سپاہ صحابہ کے دیگر اسیران کے ساتھ B کلاس کے سیکورٹی وارڈ میں منتقل کردیئے گئے۔ ہمارے مقدمہ واروں میں پہلے سے کسی کے ساتھ شناسائی نہ تھی کراچی کے طاہر حمید' اوران کے رفقاء کے علاوہ کئی ساتھی دوسرے مختلف مقدمات میں ماخوذ ہوکر ڈیڑھ سال سے یہاں موجود تھے۔

سب لوگ راولپنڈی منتقلی پر نہال ہو رہے تھے' انہوں نے ہماری آمد پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ دیر تک معانقے ہوتے رہے نعرے لگتے رہے ان کے اظہار محبت اور ولولہ انگیز رویے نے سفر کی ساری تھکان دور کردی' نماز عشاء پڑھی کھانا کھایا' دیر تک لاہور' ملتان' اور بہاولپور کی جیلوں میں گذرے ہوئے ایام کی کہانی سناتے رہے' اس طرح ہماری شب زندان کا نیا باب شروع ہوا۔ تین ڈویژنوں میں احباب سے ملاقاتوں اور تعلق کے بعد اب راولپنڈی بھی اسی فہرست میں شامل ہوگیا۔ اس طرح صوبہ سرحد' آزاد کشمیر' راولپنڈی ڈویژن' گلگت' چترال' اور آزاد قبائل کے لاکھوں کارکنوں سے ملاقات کا دروازہ کھل گیا۔۔۔۔

اڈیالہ جیل پاکستان کی جدید اور تزئین و آرائش کے نئے ڈیزائن کے مطابق قائم کی گئی ہے۔ ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دینے کے بعد اس قدیم جیل کو مسمار کر کے شہر سے ۱۸ کلومیٹر باہر اڈیالہ روڈ پر چار مربع اراضی کے وسیع و عریض خطے پر قائم ہونے والی اس جیل میں تین ہزار قیدیوں کی گنجائش ہے لیکن یہاں بھی گنجائش سے ایک ہزار قیدی زیادہ رکھے گئے ہیں۔

اڈیالہ جیل کو ایشیاء کی سب سے بڑی اور خوبصورت ترین جیل قرار دیا گیا ہے۔ بلاشبہ اس کی دومنزلہ 'بارکیں' حوالاتیوں اور قیدیوں کے الگ الگ کمروں پر مشتمل ایک

درجن سے زائد بلاکوں کی تعمیر، سیکورٹی وارڈ 'B اور اے کلاس کے احاطے کسی بھی جیل کے مقابلے میں نہایت خوبصورت اور اعلیٰ تعمیرات کا نمونہ ہیں۔

ہمیں ڈیوڑھی سے دائیں طرف زنانہ وارڈ کے ساتھ ملحق B کلاس کے سیکورٹی لاؤنج میں رکھا گیا تھا۔ یہاں کی قصوری چکیاں قدرے بہتر ہیں۔ ہمارے آنے کے چند روز بعد B کلاس کے تمام قیدیوں کو ہسپتال سے ملحق وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔ سپاہ صحابہ کے پندرہ ساتھیوں سمیت ہم نے تنہا یہاں چار ماہ گذارے۔

ہمارا احاطہ دو بڑے اور ۱۰ چھوٹے کمروں پر مشتمل تھا۔ سوئی گیس کی فراوانی' اور باورچی خانہ کی انفرادیت کے ساتھ ساتھ میرے لئے راولپنڈی کا موسم نہایت مفید تھا۔ میں گرمی کی شدت برداشت نہ کرنے کے باعث قیام ملتان میں جس مشکل کا شکار تھا یہاں اس کا ازالہ ہو گیا۔ مری کے قرب اور آزاد کشمیر کے خوبصورت پہاڑوں کی طراوت نے اسلام آباد اور راولپنڈی کا موسم' موسم گرما میں بھی پنجاب کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں معتدل بنا رکھا ہے۔ ہمیں یہاں موسم کی رعنائی تو میسر آئی لیکن اہل خانہ' قریبی رفقاء' اور اپنے وکلاء سے طویل مسافت کے باعث آخر تک طبیعت مضمحل رہی۔

چند روز میں تمام احباب کے ساتھ طبیعت رواں ہو گئی۔ یہاں بھی ملتان اور لاہور کی طرح محفل نشاط جمنے لگی' مغرب سے عشاء تک کا وقت لطائف اور مذاق و استہزاء کے لئے وقف ہو گیا۔ باقاعدہ چٹکلہ بازی سے سارا ماحول کشت زعفران بنا رہتا۔ یہاں بھی شعر و نثر کا مرغزار کھلنے لگا۔ کسی وقت کہانیاں شروع ہو جاتیں' کبھی رومانی قصے چھڑتے' گاہے محبت کا کنول کھل اٹھتا' ادیبوں کی نگارش موضوع بحث بنتی' حکمرانوں کی **شطحیات** پر تبصرہ ہوتا' بے نظیر کی یکطرفہ زیادتیوں کا تذکرہ چلتا' شیعہ کے غیر اسلامی نظریات پر

گھنٹوں گفتگو ہوتی، قرآنی نکات پر بات ہوتی تو نماز بھی موخر ہو جاتی۔

مولانا اعظم طارق یہاں بھی امامت پر مامور تھے۔ میرا کام مطالعہ و تصنیف رہ گیا، سونے سے پہلے کم از کم ایک سو صفحات کے مطالعہ کا معمول جاری رہا۔ آہ سحر گاہی کے مواقع حسب معمول قائم رہے۔

ہماری سیکورٹی کے نام پر یہاں بھی سرکار کی فیاضی طبع انوکھے انداز میں جاری رہی یہاں ڈاک سنسر ہو کر آتی۔ کئی خطوط ہفتہ بعد ملتے، بالا ہی بالا نام و پیام کا سلسلہ بھی جاری رہا دوسری جیلوں کے مقابلے میں یہاں حکومتی ایجنسیوں کے افراد سگان آوارہ کی طرح منڈلاتے رہتے۔

یہاں ہماری ملاقات یو بی ایل ایمپلائز کے صدر مقصود احمد فاروقی اور ان کے جنرل سیکرٹری عبدالعزیز میمن ایم این اے سے ہوئی۔ یہ بھی بے نظیر کی مخالفت کی بھٹی میں ڈالے گئے تھے۔ ان دونوں احباب نے نہایت محبت کا مظاہرہ کیا۔ مقصود فاروقی ایک دانشمند اور کھلے مزاج کا نوجوان ہے۔ حکومت سے کٹا چھنی اس کی فطرت کا حصہ ہے۔ وہ صاف گوئی اور طلاقت لسانی کا سزاوار ہے۔ اس کی محبت و عقیدت کی مہک سارے عرصے جاری رہی۔

عبدالعزیز میمن ایم این اے کی رفاقت

بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پر ہے میری
میرے لئے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے

یو بی ایل ایمپلائز پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور کراچی سے قومی اسمبلی کے سابق رکن عبدالعزیز میمن پیپلز پارٹی کے پرانے رفیق تھے۔ وہ مسٹر آصف علی زرداری کی طرف سے اونے پونے بنک کو اپنے قریبی دوست کے ہاتھ فروخت کرنے پر احتجاج کے

جرم میں دھر لئے گئے تھے۔ ملک بھر میں ان کی یونین کے سینکڑوں کارکنوں کو انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔ عزیز میمن کو قریب سے دیکھنے کے بعد ہمارا دل ان کی محبت اور پیار سے معمور ہو گیا وہ دینی سوچ' غریب پروری' خدا ترسی' فراخ دلی' سخاوت و فیاضی اور حق گوئی کے نادر اوصاف کے حامل ہیں۔

انہوں نے بے نظیر کے خلاف جس جرات و بیباکی سے کرپشن اور بد عنوانیوں کا پردہ چاک کیا وہ درخشندہ کردار ہے۔ حکمرانوں کی ظلم بازاری کے خلاف ان کی صدائے دلنوازنے اقتدار کے پجاریوں کی نیندیں حرام کردی تھیں۔ وہ آصف زرداری اور بے نظیر کی پیشکشوں کا کشکول توڑ کر زندان کی شب تاریک کاٹ رہے تھے۔ مجبور آوازوں کے اس میلے (جیل) میں بھی انہوں نے فیاضی طبع کا گلشن آباد کیا مسجد کی تعمیر کے لئے خطیر رقم عنایت کی' قیدیوں کی فلاح و بہبود اور پانی کی فراوانی کے کئی منصوبوں میں حصہ لیا۔۔۔ ہم نے خصوصی طور پر اس کا مشاہدہ کیا کہ آج کے قحط الرجال میں بہت کم لوگ عزیز میمن جیسی صفات کے حامل نظر آتے ہیں۔ میمن صاحب کے ساتھ گو ہم نے چند روز گزارے لیکن ان کی یادوں کا چراغ جلتا رہا۔ ان کی انسانیت پروری کا دبستان کھلا رہا۔ انکی فطرت سلیمہ اور مزاج کی تاثیر ہمارے قلب و دماغ کو فرحت عطا کرتی رہی۔ ہماری آمد کے چند روز بعد وہ ہسپتال منتقل کر دیئے گئے۔ وہاں ان کے گردے کا کامیاب آپریشن ہوا اور ان کے ساتھ سلام و پیام کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ ان کے ساتھ گزرا ہوا وقت یادگار رہے گا۔ ضمانت کے بعد وہ ہماری ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ لیکن حکمرانوں کی تلچھٹ ان کے آڑے آئی اور وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔۔۔

محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا پیغام

۱۸۔ اگست کو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں معروف نعت گو شاعر محمد حنیف صاحب جن کا تعلق علاقہ گوجرانوالہ سے ہے۔ وہ سپاہ صحابہ شیخوپورہ کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث موصوف کی زیارت کے لئے ان کی خدمت میں ان کے گھر **گکھڑ** ضلع گوجرانوالہ پہنچے تو وہاں سے قائدین کے نام پیغام لے کر اڈیالہ جیل آئے توان دنوں پنجاب حکومت نے قائدین کی ملاقات پر سخت پابندی لگا رکھی تھی چنانچہ انہوں نے سپاہ صحابہ راولپنڈی ڈویژن کے کنویز اور نظربند رہنما مولانا حبیب الرحمان صدیقی کو جیل میں قائدین کے نام حضرت شیخ کا درج ذیل پیغام تحریر کرایا۔

(اس پیغام کے بعد قائدین کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم العالیہ کو جوابی پیغام ارسال کیا گیا۔)

بخدمت جناب حضرت مولانا ضیاء الرحمان فاروقی و مولانا محمد اعظم طارق صاحب

سلام مسنون!

میری طرف سے خصوصی سلام کے بعد آپ کے لئے پیغام ہے کہ اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں اس وقت آپ دونوں علماء دیوبند کی آبرو ہیں۔ مشکلات و مصائب اکابر اسلام کا شیوہ ہیں۔ رہائی کے لئے حکمرانوں سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کریں۔ خدا کے فضل سے باعزت رہائی نصیب ہو گی اگر میری ٹانگوں میں تکلیف نہ ہوتی تو خود حاضری دیتا اگر آپ نے اپنے موقف میں کمزوری دکھائی تو یہ پورے علماء حق کے لئے پشیمانی ہو گی۔

موجودہ حکمرانوں کے مظالم کا جلد خاتمہ ہو گا۔ اس وقت آپ کے ساتھ جو یکطرفہ زیادتی ہو رہی ہے اس سے پوری عوام واقف ہے۔ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے محبت بڑی دولت ہے خدا سے دعا ہے کہ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔

یہاں ہر وقت دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ تمام مسلمانوں کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ روافض کی پیداہ کردہ مشکلات خدا کے فضل سے ختم ہو نگی۔ آپ کی جیل اور زنداں کے مصائب تاریخ اسلام کے مجاہدوں کی قربانیوں کا تسلسل ہے۔ اس لئے کسی قسم کی پریشانی نہیں کرنی چاہئے۔ یہ سب فرزندان اسلام کی درخشندہ روایات ہیں۔ والسلام۔

حضرت محدث اعظم دامت برکاتہم کے پیغام کا جواب

فضیلتہ الشیخ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سلام مسنون!

برادر عزیز محمد حنیف شاہد رام پوری کے ذریعہ آنجناب کا سلام اور محبت بھرا پیام سنکر از حد مسرت ہوئی۔

آنجناب کی تازہ تصنیف "ارشاد الشیعہ" کا راقم الحروف اور مولانا اعظم طارق نے جیل میں آکر از سر نو باری باری بغور مطالعہ کیا۔ کئی عنوانات اور مختلف مسائل کے بارے میں نئی باتیں سامنے آئی ہیں۔ میں نے فوری طور پر اس کتاب کو ماہنامہ خلافت راشدہ میں قسط وار شائع کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ پاکستان اور بیرون ملک کے لاکھوں

کارکن اس عظیم علمی ذخیرہ سے بہرہ مند ہو سکیں۔ خلافت راشدہ میں اس ماہ اس کی تیسری قسط شائع ہو رہی ہے۔

محترم حضرت شیخ صاحب! ہمیں بے نظیر کے خصوصی حکم اور ایرانی حکومت کی شہہ پر راستے سے ہٹانے اور سزائے موت دلانے کے لئے نو ماہ قبل ایک شیعہ ایم این اے کے باپ کے قتل کے بہانے جھوٹے مقدمہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ابھی تک اس قتل میں حکومت کو بحمد اللہ ہمارے خلاف کوئی گواہ نہیں ملا۔ حکمرانوں کی کئی پیشکشوں اور رہائی کے سبز باغ کو رد کرنے کے عوض اب حکومت کی خواہش ہے کہ جلد از جلد سزا دی جائے۔ ہمارے وکلاء نے بتایا کہ پنجاب حکومت کے ایک اعلیٰ افسر نے تین مرتبہ ملتان کے جج کو فوری فیصلہ کرنے کا تحریری حکم بھیجا ہے۔

محترم حضرت شیخ صاحب! ہم خدا کے فضل سے اور خاص رحمت سے یہاں بالکل خیریت سے ہیں۔ راولپنڈی جیل میں اب ۱۲ روز سے ملاقات پر بھی پابندی ہے۔ جب بھی ملک بھر میں کہیں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ ہمارے کارکنوں کو بلاوجہ نظر بند کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

محترم حضرت شیخ صاحب! ہم انشاء اللہ آپ کی امیدوں پر پورے اتریں گے۔ حکمرانوں سے سمجھوتے اور معاہدے پر پوری عمر جیل میں رہنے کو ترجیح دیں گے۔ بحمد اللہ یہاں تصنیف و تالیف اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ ۱۶ کتابوں کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے کئی بڑے بڑے حکومتی لوگوں نے بے نظیر کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے اور اسمبلی میں مولانا اعظم طارق کی طرف سے حکومت کی حمایت کی صورت میں رہائی کے لئے کہا تھا جسے اللہ کے فضل سے ہم پہلے ہی مسترد کر چکے ہیں۔ ہم نے صاف طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ بے نظیر حکومت اور شیعہ کے کفر پر کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔

آپ جیسے مشفق و مربی اور روالد سے بھی زیادہ شفیق شیخ کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے بعد ہمارے حوصلے مزید بلند ہوئے ہیں۔ ہم نے قانونی حق کے لئے عدالتوں کی طرف رجوع کیا ہوا ہے۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ پاک ہمیں عدالتوں کے ذریعہ باعزت رہائی نصیب کرے گا۔ سپریم کورٹ کے ۲۰۔ مارچ کے فیصلہ کے بعد بڑی عدالتوں سے حکمرانوں کی مداخلت کے خاتمہ کے بعد اب خدا کے فضل سے کافی امید ہے۔

محترم شیخ صاحب! آپ سے خصوصی طور پر درخواست ہے کہ ہماری تنظیمی کمزوریاں' ذاتی لغزشوں اور کوتاہیوں سے اللہ کے حضور معافی کے لئے دعا فرمائیں۔ پاکستان بھر میں ایک شیعہ لیڈر بھی اس وقت گرفتار نہیں جبکہ ان پر ہم سے زیادہ مقدمات درج ہیں۔

اس یکطرفہ حکومتی مظالم پر ہمارے لئے اللہ کی بارگاہ سے سرخروئی کی بھی دعا فرمائیں۔

والسلام!

ابو ریحان ضیاء الرحمان فاروقی

اڈیالہ جیل راولپنڈی

جیل کی حالت

اڈیالہ جیل کے ساڑھے چار ماہ بھی ہمارے تجربات کا زرین عہد ہے۔ ہم نے جو کچھ یہاں دیکھا وہ کسی جگہ نظر نہیں آیا۔۔۔۔ ہماری آمد سے چند ماہ قبل یہاں کی پوری انتظامیہ تبدیل کر دی گئی تھی اس وقت اس جیل کا باوا آدم ہی نرالا تھا۔ یہ اصلاح خانہ کی بجائے بوچڑ خانہ' اور قید و حبس کی بجائے عزتوں کا بے آباد نشیمن تھا۔ یہاں گناہ ایسے منڈلاتے تھے جیسے کالی کالی گھٹائیں رات کے وقت مرگھٹ میں نمودار ہوتی ہیں۔ یہاں

انسانیت کے دوروبام ہل گئے تھے۔ اندر کا انسان مرچکا تھا۔ خوشامد' گھٹن' بے حسی' مداہنت' انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ رشوت اور بدعنوانی کا ننگا ناچ ہو رہا تھا۔ سارا نظام دگرگوں تھا رشوت کی سڑانڈ سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ مجرمانہ اور بہیمانہ کردار عام تھا۔

ہر اہلکار معصیتوں کی پوٹ تھا۔ ہر قیدی جرم وگناہ کے گرداب میں جاں بلب تھا۔ ہر افسر مال بنانے کی فکر میں غلطاں تھا۔ ڈاکوؤں' چوروں' اور بدقماشوں کی خوراک پر ڈاکہ ڈالنا' مجبور بے سہارا لوگوں کا مال کھانا ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی--- ایسی اندھیر نگری میں نئے سپرنٹنڈنٹ عبدالستار عاجز ایک مسیحا کی صورت میں جلوہ گر ہوئے انہوں نے برائی کے سارے سوتے کاٹنے کے لئے جب نشتر چلانا شروع کیا تو چاروں طرف سے چیخ وپکار شروع ہو گئی۔ رشوت وگناہ کے دیوتا واویلا کرنے لگے' برائی اور بدی کے پیکر سازشوں پر اتر آئے۔ نئے سپرنٹنڈنٹ اور نئی انتظامیہ کے ساتھ جیل کے پرانے اہلکاروں کی یہ آویزش جاری تھی۔ کہ ہم یہاں آپہنچے---- پھر ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوا اس کا ذکر کچھ دیر بعد ہو گا۔ پہلے جیل کی سیر کرتے ہیں۔

ہمارا احاطہ رنگا رنگ پھولوں' اور مختلف اقسام کے درختوں سے آراستہ تھا' نہایت خوبصورت لان' سبزہ وگل کی مہک' لالہ وگل کی رنگینی' غنچوں کی رعنائی گلاب کے سرو وسمن' چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو نے ہمیں ایسا روح افزا ماحول عطا کیا تھا۔ جو کشش و محویت' خوشی و سرشاری' طرب واهتزاز' اور شدت شوق کی ملائمت سے ضیابار تھا۔ گویا ہم یاران قدح خوار ایک رنگین محفل میں محوار تعاش تھے۔

اڈیالہ جیل کی خوبصورتی اسے کسی ریسٹ ہاؤس' اور کوہ دامن کے عشرت کدے کا منظر عطا کر رہی تھی۔ زندانوں کی پابندیوں اور مقدمات کی آلائشوں سے صرف نظر کرنے والا بقول ریاض خیر آبادی پکار اٹھتا ہے۔

مر مٹنے پر بھی تعلق ہے میخانے سے
میرے حصے کی چھلک جاتی ہے پیمانے سے

معمولات

میں عام طور پر نسیم سحری کی اٹھکیلیاں کرتا' سیر چمن کیلئے نکلتا' ایک ایکڑ زمین پر پھیلے ہوئے احاطہ کے کئی چکر لگاتا اذکار و معمولات سے فراغت ہوتی تو اذان فجر بلند ہوتی' قیام و رہائش کے لحاظ سے یہ سارا عرصہ نشاط افزا رہا۔

هست این میکده و دعوت عام است اینجا
قسمت باده باندازه جام است این جا

اس طرح فضل ایزدی سے ہم نے تلخی حیات کا یہ زمانہ بڑے ہی خوبصورت لمحات میں بدل دیا۔ غم زندگی کے سارے دکھ' شام الم کی ساری گھڑیاں انتقام وحد کا سارا آئینہ حکمرانوں کی بیداد کا سارا عرصہ نور سحر کی ضیاء سے جنت بداماں بنا رہا.... اور ساڑھے چار ماہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گذر گئے۔۔۔ رحمت ایزدی کے سحاب کرم نے گہرباری کی اور دکھ و کرب کی ساری زنجیریں ٹوٹ کر رہ گئیں۔

نماز فجر کے بعد درس قرآن معمول رہا۔ اشراق کے بعد ایک گھنٹہ آرام کے لئے وقف تھا۔ نو سے دس بجے تک اخبارات کا مطالعہ کرتا۔ پھر ڈیڑھ بجے تک قرطاس و قلم سے ہم کلام رہتا۔ اس کے درمیان کافی کے سرور سے مخمور ہوتا۔

پھر طعام و نماز سے فارغ ہو کر ملاقات کے لے ڈیوڑھی چلے جاتے۔ عصر کے بعد میں پھر تصنیف میں مشغول ہوتا۔ مولانا اعظم طارق اور دیگر رفقاء فٹ بال کی دھما چوکڑی کرتے۔ مقصود فاروقی کے ساتھ ایک مرتبہ پھر کافی کا دور چلتا کبھی کبھار کسی اہم گول پر

فلک شگاف غوغا آرائی ہوتی تو میرے لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو جاتا۔ نماز مغرب کھلے میدان میں ادا کر کے ہم اپنے اپنے آشیانوں میں بند ہو جاتے۔ عشاء سے قبل گپ شپ اور کبھی باقی ماندہ کام نمٹایا جاتا۔ نماز عشاء کے بعد کھانا اور بی بی سی کی خبروں کا معمول رہا۔ اس کے معابعد محو استراحت ہو جاتے۔

مولانا اعظم طارق نے بھی اسیری کے دوران ریکارڈ مطالعہ کیا۔ ابن خلدون سے لے کر تاریخ فرشتہ' اور تاریخ دعوت و عزیمت سے لے کر سیرۃ النبی' اسوہ صحابہ تک بڑے بڑے ذخیرہ کتب ان کی نظروں سے نکل گئے۔ وہ مطالعہ کی رفتار میں آگے رہے' میں قلم کے شراروں میں فائق رہا۔۔۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اڈیالہ جیل کے دن بھی گزر گئے۔

اڈیالہ جیل پہنچ کر ایک ماہ تک طبیعت لکھنے پڑھنے پر زیادہ آمادہ نہ ہو سکی تھی۔ مختلف کتابوں کے مطالعے اور کئی پہلے مسودوں پر کام جاری رہا۔ ستمبر کے آغاز میں سپاہ صحابہ کے کارکنوں اور دنیا بھر کے دینی ساتھیوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مولانا حق نواز شہید تک ہر صدی کے لحاظ سے استقامت اور دعوت و جہاد کی جامع اور مختصر تاریخ مرتب کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ یہ کام ۱۴۰۰ سو سالہ اسلامی تاریخ کا حاصل اور نچوڑ تھا۔ اس کام کے لئے مطالعہ و استحضار گو موجود تھا۔ لیکن سن و سال کے واقعات' اہم تاریخی حوالہ جات کے لئے تاریخ اسلام کے کئی ذخیروں اور دعوت و جہاد کے کئی مجموعوں کے لئے تگ و دو ہوئی۔ کئی کتابیں جیل کے معلم قاری ولی الرحمٰن مولوی قاضی احسان الحق کی وساطت سے میسر آگئیں کچھ مجموعے سپاہ صحابہ کے اہم ساتھی اور اسلام آباد کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا غلام محمود نے بھیجے' فوری طور پر لاہور سے کتابیں خریدی گئیں۔ اس طرح تین ماہ کے عرصہ میں ۵۰۰ سو صفحات کے لگ بھگ اسلام کی

پوری تاریخ کا سمندر تائید ایزدی سے کوزہ میں بند ہو گیا انہی دنوں کیا خمینی کو اسلام کا ہیرو قرار دیا جا سکتا ہے؟ کا مختصر رسالہ پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ جو دراصل پاکستان کے تمام قومی اخبارات دانشوروں اور اہل قلم کے نام ایک یادداشت کے طور پر مرتب کیا گیا تھا۔

لاہور اور ملتان میں لکھے گئے مسودات پر کام بھی ساتھ ساتھ جاری رہا۔ موسم کی خنکی اور آب و ہوا کی خوبصورتی کے باعث یہاں لکھنے پڑھنے اور مطالعے میں قابل قدر فرحت محسوس ہوئی مرزا غالب، مولانا آزادؒ مولانا ظفر علیؒ خاں، شورش کاشمیریؒ، عبدالمجید سالکؒ، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کے کئی شاہکار اس جگہ نظروں سے گزرے۔ انہی دنوں مشہور قومی اخبار روزنامہ پاکستان میں تحریک جعفریہ کے جنرل سیکرٹری افتخار نقوی کا ایک مضمون فرقہ واریت یا دہشت گردی کے عنوان سے شائع ہوا جس میں حسب عادت موصوف نے حقائق کو مسخ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بنا برایں بندہ نے درج ذیل مضمون لکھ کر روزنامہ پاکستان کو بھیجا۔

مذہبی فسادات اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے خاتمہ کا فارمولا

روزنامہ پاکستان میں کئی روز سے فرقہ وارانہ کشیدگی اور حالیہ مذہبی فسادات کے بارے میں کئی اصحاب کی نگارشات سامنے آچکی ہیں۔ اس موضوع پر ۲۷۔ اگست کی اشاعت میں آل پاکستان شریعت کونسل کے جنرل سیکرٹری اور ملک کے نامور دانشور مولانا زاہد الرشدی کا مضمون "شیعہ سنی کشیدگی اسباب و عوامل اور تجاویز" انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے شیعہ سنی اختلافات اور حالیہ مذہبی فسادات کے بارے میں جس جامعیت کے ساتھ موضوعات کا احاطہ کیا ہے وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے، انہوں نے اگرچہ سپاہ صحابہ کے طرز و انداز سے اپنے اختلاف کا ذکر کیا ہے لیکن راقم الحروف کو ان

کے اس اختلاف کے باوجود اس مستند اور وقیع مضمون سے مکمل طور پر اتفاق ہے۔ انہوں نے مذہبی فسادات کے عوامل، شیعہ سنی تنازعہ کی شدت کی اصلی وجوہات، اہل سنت اور شیعہ زعماء پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں اور اس تنازعہ کے حل کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے۔ وہ ان کی مدبرانہ فراست بیانی اور مصلحانہ فکر شناسی کا آئینہ دار ہے۔

ان کے مضمون کے بعد اس موضوع پر کسی قسم کی طبع آزمائی کی قطعی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ابھی اس مضمون کے بارے میں ہم داد تحسین دے ہی رہے تھے کہ گزشتہ روز تحریک جعفریہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری سید افتخار نقوی کا مضمون "فرقہ واریت یا دہشت گردی" نظر سے گزرا۔

فاضل مضمون نگار کو چاہیئے تھا کہ وہ علامہ زاہد الراشدی کی طرف سے پیش کردہ اس سوال کا جواب دیتے جس میں علامہ موصوف نے کہا تھا "قیام پاکستان، تحریک ختم نبوت، ۱۹۵۳ء تحریک نظام مصطفیٰ، ۱۹۷۷ء علماء کے ۲۲ نکات (جنیں ۳۱۔ ۱۹۵۱ء میں مرتب کیا تھا) اور ہر تحریک میں شیعہ سنی اکابرین نے شدید اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کیا لیکن اب ان میں اختلاف کی ایسی وسیع خلیج حائل ہو گئی ہے جس کی ذمہ داری بدقسمتی سے شیعہ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے شیعہ پر ذمہ داری ڈالتے ہوئے جن تین اسباب کا ذکر کیا ان میں ایک یہ تھا۔

"شیعہ سنی کشیدگی کا دوسرا سب سے بڑا سبب شیعہ لٹریچر اور شیعہ مقررین کی طرف سے صحابہ کرام کے بارے میں توہین آمیز اور گستاخانہ جذبات کا برملا اظہار ہے۔ ازواج مطہرات، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل تشیع کے جو بھی عقائد ہوں ان کا اپنا معاملہ ہے۔ لیکن پاکستان میں ایک محتاط اندازے کے مطابق اہل سنت کی ۹۵ فیصد آبادی ہے اور صحابہ کرام کے بارے میں وہ گہری عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

ایسی جگہ اہل تشیع کے ذمہ دار حضرات کی کھلے بندوں تقسیم ہونے والی کتابوں اور رسالوں میں ان قابل احترام ہستیوں کے بارے میں گستاخانہ مواد موجود ہوتا ہے۔

درجنوں واقعات ایسے ہوئے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ کے پتلے کھلے عام جلا کر ان کے خلاف نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ صورت حال آخر کس طرح برداشت ہو سکتی ہے۔ اہل سنت کی یہ مجبوری ہے کہ وہ ان باتوں کا جواب برابر کی سطح پر نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اہل تشیع جن آئمہ اہل بیت سے عقیدت و محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خود اہل سنت کے نزدیک بھی وہ حضرات قابل احترام ہیں ان کے ہاں ان حضرات کے خلاف کوئی بات کہنا اسی طرح جرم ہے، جس طرح صحابہ کرام کی توہین ناقابل برداشت ہے۔ اس لئے اہل سنت میں ان باتوں کا ردعمل کئی گنا زیادہ شدت اختیار کر کے اہل تشیع کے مدمقابل آجاتا ہے۔ جو کشیدگی کا سبب بنتا ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ تحریک جعفریہ کے فاضل مضمون نگار مذہبی فسادات کے اس حقیقی سبب کا جواب دیتے' اس پر اپنی اور اپنے حلقہ کی طرف سے وضاحت کرتے لیکن انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر کے جس تجاہل عارفانہ کا ثبوت دیا ہے اس نے راقم کو یہ تحریر لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔

سید افتخار نقوی نے یوں تو اہل سنت اور شیعہ کے ایک کلمہ ایک قرآن اور ایک ہی رسول کا ذکر کر کے اپنے ہی اصولی اور بنیادی عقائد سے انحراف کیا ہے جس کے مطابق کلمہ طیبہ میں ولائیت علیؓ کے اقرار کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا (از اصول کافی جلد دوئم کتاب الایمان والکفر) اور اصول کافی ہی کے ترجمہ الشافی جلد دوئم صفحہ ۲۱۴ کے مطابق امام جعفر صادق کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔

"موجودہ قرآن چھ ہزار سے زائد آیات والا ہے جبکہ ہم اہل بیت کے قرآن کی

آیات سترہ ہزار ہیں اور ہمارا قرآن چودہ اجزاء میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ دن میں ہر روز ایک ہزار دو سو چار آیتیں پڑھ کر اسے چودہ دن میں ختم کر دیں"

شیعہ مذہب کی اساسی کتابوں کی ان عبارتوں کے بعد یہ کہنا کہ شیعہ اور مسلمانوں کا کلمہ اور قرآن ایک ہے اسے سوائے تقیہ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اس وقت ہمیں ایسے عنوانات کی بجائے فاضل مضمون نگار کے صرف اس دعوئ کا جائزہ لینا ہے۔ جس میں موصوف نے ایک تو صحابہ کرام کے بارے میں شیعہ کے نقطہ نظر کو فروعی اختلاف کہا ہے اور دوسرے نمبر پر انہوں نے دعوئ کیا ہے کہ صدیوں پہلے لکھی گئی کتابوں کے حوالہ جات لے کر سادہ لوح عوام سے پتہ نہیں کن کن کی عظمت پر مرمٹنے کے عہد لئے جانے لگے ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ حقائق پر مٹی ڈال کر بلی کی طرح آنکھیں بند کرنا کسی بھی صاحب نظر انسان کے شایان شان نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ۱۱۔ فروری ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب کے بعد خمینی صاحب اور پاکستان کے شیعہ زعماء کی طرف سے اب ایسا لٹریچر شائع ہوا ہے جس میں کھلے عام خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی تکفیر کی گئی ہے۔ اس لٹریچر کو صدیوں پرانا لٹریچر کہہ کر نقوی صاحب تقیہ کا فریضہ تو سرانجام دے سکتے ہیں لیکن حقیقت کو نہیں جھٹلا سکے۔

کیا آپ کو یاد نہیں میاں نواز شریف کے دور میں راقم الحروف نے ۲۸۔ ستمبر ۱۹۹۱ء کو گورنر ہاؤس لاہور میں چار سو علماء کی موجودگی میں جن ۲۳۲ کتابوں پر مشتمل "تاریخی دستاویز" پیش کی تھی وہ صدیوں پرانی کتابوں کا دفتر نہیں تھا۔ دستاویز کی اکثر کتب ایرانی انقلاب کے بعد شائع ہوئی تھیں۔ نقوی صاحب بتا سکتے ہیں کہ خمینی صاحب کی کتاب کشف الاسرار جس کے صفحہ ۱۱۹ پر انہوں نے حضرت عمر کو العیاذ باللہ کافر تحریر کیا ہے۔ یہ صدیوں پرانی کتاب ہے؟

خمینی صاحب کا آخری وصیت نامہ "صحیفہ انقلاب" جس کو آپ کی جماعت "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان" کی طرف سے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا گیا اور اس کے صفحہ ۴۶ پر خمینی صاحب نے لکھا کہ میں نہایت جرات کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ آج کی ایرانی قوم اور اس کی کروڑوں کی آبادی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کے دور کی ملت حجاز سے بہتر ہے کیا یہ کتاب صدیوں پرانی ہے؟

پھر عبدالکریم مشتاق جس کے بارے میں شروع میں آپ ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ اس کی کتابوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اب ان کی تعزیت کرتے ہوئے آپ کے لیڈروں نے اسے عالم اسلام کا عظیم مفکر قرار دیا کیا انہوں نے اپنی کتابوں میں صحابہ کرام کو کافر تحریر نہیں کیا؟ کیا ان کی کتاب "ہزار تمہاری دس ہماری" میں نے انہوں نے نہیں لکھا کہ اگر موجودہ قرآن مکمل ہوتا تو اس میں پاکستان کا بھی ذکر ہوتا۔ ہمارے اصلی قرآن میں تو پاکستان کا بھی ذکر ہے کیا یہ کتابیں بھی صدیوں پرانی ہیں؟

اسی طرح آپ کی درس گاہ جامع **المنتظر** لاہور کے صدر مدرس غلام حسین نجفی کی ۴۵ کتابیں بھی صدیوں پرانی ہیں۔ جن کے ہر صفحہ پر صحابہ کرام کے خلاف ایسی عبارتیں تحریر کی گئی ہیں۔ جن کو نوک قلم پر لانے سے ہی ایک مسلمان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

جناب سید افتخار نقوی صاحب ہم نے تو ملی یکجہتی میں شمولیت ہی ان کتابوں کا فیصلہ کروانے کے لئے کی تھی ہمیں امید ہے کہ ہماری گرفتاری کی وجہ سے جو تاخیر ہوئی اس کا ازالہ ہو گا' اور ملی کونسل کا مصالحتی بورڈ اس سارے لٹریچر کو دریا برد کردے گا۔

اس سے پہلے میاں نواز شریف کی قائم کردہ نیازی کمیٹی بھی ہمارے موقف کی تائید کر چکی ہے۔ ان کی سفارشات کا مطالعہ فرمائیں۔ وہاں ۲۔ جولائی ۱۹۹۲ء کے آخری

اجلاس میں آپ کے نمائندے وزارت حسین نقوی نے ان کتابوں کو صدیوں پرانی نہیں کہا تھا۔ اس موقع پر بھی ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے ہماری تائید کر کے ان کتابوں سے برات ان کی ضبطی اور مصنفین کو کڑی سے کڑی سزائیں دلانے کی تائید کی تھی۔ اس سے پہلے ۳۰۔ ستمبر۱۹۹۱ء جنگ فورم اور اکتوبر میں روزنامہ "پاکستان" لاہور کے فورم پر بھی ہم نے آپ کو بلایا تھا آپ کا کوئی نمائندہ ان کتابوں کی جوابدہی کے لئے حاضر نہیں ہوا تھا۔ ہم نے ہر فورم اور جلسہ اور سیمینار اور میٹنگ میں چیخ چیخ کر ان کتابوں پر احتجاج کیا۔ کیا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو کافر قرار دینا فروعی مسئلہ ہے؟ قرآن کی تحریف فروعی مسئلہ ہے؟ آپ کو چاہئے تھا کہ فسادات کا خاتمہ اور تنازعہ کی شدت کو کم کرنے کے لئے اصل سبب تلاش کرتے پھر اس کے خاتمہ کی تجویز پیش کرتے۔

اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ میں تبدیلی کرے۔ آئمہ اہل بیت کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل کہے (جیسا کہ خمینی صاحب نے اپنی کتاب "حکومت اسلامی" میں واضح طور پر کیا ہے) صحابہ کرام کو کافر تحریر کرے، قرآن پاک کو شراب خور خلفاء کی کتاب کہے۔ وہ تو امن پسند اور داعی اتحاد ہے اگر امت مسلمہ اس پر احتجاج کرے اس کو روکنے کے لئے آواز بلند کرے اس کے خلاف اسمبلی کے اندر اور باہر کے ہر فورم پر واویلا کرے وہ آپ کے نزدیک استعماری ایجنٹ ہو جاتا ہے۔

آپ ان واضح حقائق سے انحراف کر کے آنکھوں میں کیسے مٹی ڈال سکتے ہیں فساد اور جھگڑے کے اصلی سبب کو تلاش کر کے اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ سپاہ صحابہ کا قیام تو ۱۹۸۵ء میں عمل میں آیا یہ جماعت ایرانی انقلاب کے بعد اس کے قابل اعتراض لٹریچر کے رد عمل کے طور پر قائم ہوئی تھی۔ اس

کے قیام کے چھ سال بعد یعنی قائد شہید مولانا حق نواز جھنگوی' مولانا ایثار القاسمی' مولانا مختار احمد سیال اور جھنگ کے چھ علماء کی شہادت کے بعد فروری ۱۹۹۴ء میں راقم نے صدر پاکستان جناب فاروق لغاری کو امن فارمولا پیش کیا تھا۔ ہم آج بھی اسی فارمولے کے تحت قیام امن کے خواہاں ہیں ہم اسی مقصد کے لئے اپنے مخالفوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھے ہیں۔

میں دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک وقت کی حکومت قیام امن کی کوشش میں مخلص نہ ہوگی اس تنازعہ کی شدت کو کم نہیں کیا جاسکتا۔ آج پھر وقت ہے کہ صدر پاکستان جناب فاروق لغاری از خود اس معاملے میں مداخلت کریں۔ ملی کونسل کی کوششیں قابل تعریف ہیں لیکن وہ تاخیری حربوں کا شکار ہو رہا ہے۔ حکمران اعلیٰ ریٹائرڈ ججوں اور تمام مکاتب فکر کے اساطین کا ایک بورڈ بنا کر نیازی کمیٹی کی سفارشات کو بنیاد بنائیں اور تمام متحارب گروہوں کو خصوصی آرڈر کے ذریعے ایک میز پر بٹھائیں۔

مجھے امید ہے کہ اس سے تنازعہ اور فساد کا یہ سلسلہ جلد رک جائے گا۔ آئے دن ہونے والے قتل و غارت اور تشدد کے واقعات سے ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ بے گناہ کوئی بھی قتل ہو بلا تفریق ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور قانون کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں۔ پورے ملک کے ہر دانشور اور صاحب نظر فرد کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ صدیوں ایک جگہ اکٹھے رہنے والے آخر انقلاب خمینی کے بعد باہم دست و گریبان کیوں ہو گئے۔ قتل و غارت پر کیوں اتر آئے۔ عبادت گاہوں اور پر امن علاقوں کو خون اور آگ نے کیوں لپیٹ میں لے لیا۔ ظاہر ہے جب کسی کے باپ کو یا ماں کو گالی دی جائے گی کسی کے روحانی پیشواؤں اور کروڑوں انسانوں کے مقتداؤں کو کھلے عام منافق' مرتد' ابلیس اور بے ایمان تحریر کیا جائے گا تو اس پر اشتعال پیدا ہو گا' زخم کھانے والے چیخیں

گے۔ چلائیں گے۔ ان کی چیخ و پکار پر ان کو گولیاں مارنا۔ ان کے احتجاج پر راکٹ لانچر چلانا کس طرح امن اور عافیت کو فروغ دے سکتا ہے۔ پر امن احتجاج کو تشدد قرار دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے والوں کو نہ روکنا اور اشتعال انگیز لٹریچر ضبط نہ کرنا۔ یہی اصل جھگڑے کا باعث ہے۔ علاوہ ازیں جب ایک اقلیت اکثریتی آبادی کے علی الرغم اپنی فقہ کے نفاذ کے مطالبہ کرتی ہے تو اس سے ایک اور فساد جنم لیتا ہے۔

ہم چاہتے ہیں جلد سے جلد وہ وقت آئے جب ناموس صحابہ کا تحفظ ہو اور قابل اعتراض لٹریچر کے خاتمہ کے فیصلہ پر عمل درآمد ہو' ملت کی مجموعی فضا یگانگت اور وحدت کی خلعت سے آراستہ ہو۔

اس سلسلہ میں سپاہ صحابہ کی طرف سے سابق صدر غلام اسحاق' صدر فاروق لغاری' وزیراعظم نواز شریف کے بعد کچھ تبدیلیوں کے ساتھ ایک دفعہ پھر سات نکاتی امن فارمولا پیش کیا جا رہا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ حکمرانوں سمیت امن پسند اور منصف مزاج شیعہ بھی اس فارمولا کی تائید کریں گے۔

۱ شیعہ سنی تنازعہ کے حل کے لئے تمام مکاتب فکر کے جید علماء اور سپریم کورٹ کے ججوں پر مشتمل اعلیٰ سطحی بورڈ تشکیل دیا جائے۔

۲ پاکستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ناموس کو آئینی تحفظ دے کر ان کے گستاخوں کے لئے سزائے موت کا قانون پاس کیا جائے اور ان مقاصد کو قومی اسمبلی میں پیش کردہ ناموس صحابہ و اہل بیت بل کو پاس کرایا جائے۔

۳ تحریف کلمہ طیبہ' تحریف قرآن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی پر مشتمل تمام لٹریچر ضبط کر کے مصنفین اور ناشرین کو سخت سزا دی جائے۔

۴ شیعہ کے ماتمی جلوسوں کو ان کے عبادت خانوں تک محدود کیا جائے۔

۵ ملک بھر میں لاؤڈ سپیکروں پر مکمل طور پر پابندی لگادی جائے۔

٦ ایرانی سفارت خانہ کی بد ترین مداخلت بند کی جائے۔

۷ سابقہ حکومت کے دور میں قائم ہونے والی نیازی کمیٹی کی سفارشات کی بنیاد پر مذہبی آہنگی اور ضابطہ اخلاق کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ شیعہ یا کوئی بھی دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے عقائد چھوڑ دیں' یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اکثریتی آبادی کے ملک میں اسی طرح اس کے عقائد کے مطابق قانون سازی کی جائے اور اسے حقوق دینے چاہئیں۔ جس طرح ایران میں شیعہ اور اہل سنت کو حاصل ہیں۔

آیئے....!اور آگے بڑھ کر پاکستان میں مکمل طور پر قیام امن اور سلامتی کی فضا کو قائم کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کریں۔ ملک کو آگ اور خون کے چھینٹوں سے بچائیں' دہشت گردی' تخریب کاری' اور تشدد سے انسانوں کو محفوظ کریں' ان تمام چیزوں کے واحد حل کے لئے مسلم شخصیات اور ضروریات دین کے بارے میں ملت جعفریہ کو اپنا انداز تبدیل کرنا ہوگا۔ کلمہ طیبہ میں تبدیلی' تحریف قرآن اور تکفیر صحابہ ؓ سے کھلے طور پر برات کرکے پہل کرنا ہوگی۔ تشدد کے اسباب کو جڑ سے اکھاڑ کر ہم اپنے ملک میں بحیثیت پاکستان امن کی زندگی گزار سکتے ہیں۔

ہم پر لازم ہے کہ اپنے عقائد کو دوسروں پر ٹھونسنے کی بجائے اپنی عبادت گاہوں تک محدود رکھیں۔ تشدد کے ذریعے اپنے نظریات منوانے سے اجتناب کریں۔

میں ایک دفعہ پھر کہوں گا کہ حکومت سچے دل سے مذہبی فسادات کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے تو اسے قوت کے ساتھ ایک مرتبہ متحارب تمام گروہوں کو ایک میز پر لانا چاہئے۔ تمام مکاتب فکر کی موجودگی میں خواہ اس میں کئی روز تک بحث و تمحیص ہو کھل کر ایک

دوسرے کا نقطہ نظر سن کر قابل اعتراض لٹریچر سے لے کر مقدمات تک ہر موضوع پر فیصلہ کن بات کی جائے۔ اس اجلاس کے انعقاد کے لئے موجودہ صدر پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۱۹۹۳ء میں ہم نے صدر ایران ہاشمی رفسنجانی کو بھی ثالث ماننے کا اعلان کیا تھا لیکن ہماری پیشکش کا مثبت جواب نہیں ملا تھا۔ اب اس کام میں حکمرانوں کی مداخلت سے مکمل طور پر تصفیہ عمل میں آسکتا ہے"۔

اڈیالہ جیل کے اسیران

اڈیالہ جیل میں ہماری ملاقات سپاہ صحابہ کے اسیران کے علاوہ کئی بڑے بڑے سمگلروں' پیشہ ور قاتلوں' ہیروئن فروشوں' بیشتر بے گناہ لوگوں اور غیر ملکی قیدیوں سے ہوئی۔ ابتداء میں چند روز تک ہمارے ساتھ کئی دوسرے لوگ بھی بند تھے بعد میں ہمارا احاطہ ہر ایک کے لئے ممنوع کر دیا گیا تھا۔

یہاں ہماری ملاقات جنرل ضیاء الحق کے طیارہ کے حادثہ میں ملوث کیپٹن محمد اکرم اعوان سے ہوئی۔ کیپٹن صاحب کو ایک خصوصی عدالت سے ۱۴سال کی سزا ہوئی ہے۔ وہ ۹سال سے جیل میں ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ بے گناہ ہیں۔ جنرل اسلم بیگ اور اس وقت کی فوجی قیادت جنرل ضیاء کے طیارہ کے حادثہ میں ملوث ہے۔ انہیں اسرائیل' اور روس اور پاکستان کے فوجی افسران کی ملی بھگت سے ہلاک کیا گیا ہے۔ کیپٹن صاحب کی باتوں میں کہاں تک سچائی ہے یہ تو ان کے زیر سماعت مقدمہ کے فیصلہ سے واضح ہوگی۔ تاہم جو کہانی وہ بیان کرتے ہیں اگر اس کے پچیس فیصد حصہ پر یقین کر لیا جائے۔ تو یہ پاکستانی قوم کے لئے عظیم **لمحئہ فکریہ** ہے---

ان کے علاوہ راجہ طارق پرویز' راجہ زاہد' چوہدری نوید شکیل احمد' ملک فیاض' عبدالعزیز میمن سابق ایم این اے' مقصود احمد فاروقی' راجہ سرفراز' جیسے لوگ یہاں موجود تھے۔ ان کے ساتھ گو چند روز تک ملاقات رہی تاہم ہماری معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا سپاہ صحابہ کے مقدمات میں کراچی کے طاہر حمید' ناظم حسین' حافظ ممتاز احمد' مسلم بٹ' عبدالحمید' عمر فاروق یہاں موجود تھے۔ ان کے علاوہ ناصر محمود' عبدالرزاق' حافظ عبدالحمید' بھی سپاہ صحابہ کے ہم خیال ہونے کی وجہ سے ہمارے احاطہ میں بند تھے---

ملاقاتیوں کا اژدہام --- ہزاروں افراد کی جیل آمد

۵ اگست کے اخبارات میں جونہی ہماری اڈیالہ جیل منتقلی کی خبر شائع ہوئی۔ سینکڑوں کارکن احباب اور علماء ٹوٹ پڑے۔ ہماری توقعات سے بڑھ کر آزاد کشمیر، گلگت، چترال، راولپنڈی، ڈویژن، اور صوبہ سرحد کے احباب جوق در جوق آتے رہے ---

سب سے پہلے اسلام آباد کے مشہور خطیب اور عزم و استقامت کے پیکر حضرت مولانا عبداللہ صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ جامع فریدیہ اسلام آباد کے علماء و طلباء کا وفد بڑی محبت سے ملا۔ جیل کے حکام نے روزانہ ملاقات پر بحث و تکرار کی تو روزانہ کی بجائے ہفتہ میں تین دن ملاقات کا وقت طے ہو گیا۔

اڈیالہ جیل پر راکٹ لانچروں اور سٹین گنوں سے حملہ کی سازش کا انکشاف

ایرانی کمانڈوز کے متوقع حملہ کی اطلاع

۱۹ اگست کو شب ایک بجے آئی جی جیل خانہ پنجاب لاہور کے دفتر سے اڈیالہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع ملی کہ حکومت کے خفیہ ذرائع سے انکشاف ہوا ہے کہ چند ایرانی کمانڈوز پاکستان کے شیعوں سے مل کر اڈیالہ جیل پر حملہ کر کے قائدین سپاہ صحابہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

حکومت کی ایک خفیہ ایجنسی کے مطابق سپاہ صحابہ کے قائدین جیل میں جس وارڈ میں بند ہیں۔ اس پر رات کے تیسرے حصے میں اچانک راکٹ لانچروں اور سٹین گنوں سے

حملہ کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ شب ایک بجے عبدالستار عاجز نے جیل کے تمام افسران کا اجلاس بلا کر ہمارے احاطہ B کلاس پر سخت پہرہ لگا دیا۔

جیل کی حدود کے چاروں اطراف کے ساتھ پولیس کے کمانڈوز مقرر کر دیئے گئے۔ ہماری بارک کے باہر اور الگ الگ کمروں کے ساتھ کئی درجن اہلکار کھڑے ہو گئے۔ سپرنٹنڈنٹ نے مجھے کہا آپ اور مولانا اعظم طارق اس احاطہ کے الگ الگ کمروں میں رہائش اختیار کریں۔۔ یہاں کے کسی آدمی کو آپ کی شب بسری کا اندازہ نہ ہو۔

ہمیں تمام ایجنسیوں نے اطلاع دی ہے کہ ستمبر کے دوسرے عشرے میں کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے۔

ہم نے کہا جیل سے باہر ہر طرف پہرے کا انتظام موجود ہے ایسی صورت میں کیونکر حملہ ہو سکتا ہے۔ عاجز نے کہا کہ شہر کے ۱۸ کلو میٹر باہر کھلے جنگل میں جیل کے واقع ہونے کے باعث کئی اطراف سے خطرہ لاحق ہے۔ اگلے روز شام کے وقت سپرنٹنڈنٹ صاحب تمام ماہر اور تجربہ کار افسران کے ساتھ ہمارے احاطے میں آئے انہوں نے تمام کمروں کا سروے کیا۔ الماریوں اور لوہے کے دروازوں کو از سر نو چیک کیا۔ مولانا اعظم طارق اور مجھے الگ الگ ہدایات دیں۔ دیر تک انتظامات کا جائزہ لیتے رہے۔ میں نے از راہ مذاق کہا کہ اگر پاکستان کی حکومت اتنی بے بس ہو گئی ہے اور وہ چند ایرانی غنڈوں اور شیعہ کو ہم پر حملہ سے روک نہیں سکتی تو اسے ہم کو رہا کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی ہمارے خلاف کئی سازشیں ہو چکی ہیں۔ ہم باہر ہونگے تو حکومت کی بجائے ہم خود ذمہ دار ہونگے۔

سپرنٹنڈنٹ موصوف نے بتایا کہ آپ کی سیکورٹی اتنی اہم ہے کہ میں آپ کو تفصیلات سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ حکومت کہتی ہے کہ اگر ان دونوں لیڈروں کو کچھ ہو گیا تو

پاکستان میں ایسی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی جس میں ہمارا سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔

آئی جی کا خصوصی انکشاف اور اہم آرڈر تحریری طور پر جیل میں فیکس کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جیل میں ہماری نقل و حرکت مکمل طور پر بند کر دی گئی۔

سپرنٹنڈنٹ جیل نے تحریری طور پر ہمارے انچارج چوہدری محمد عارف اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کو لکھا کہ دونوں لیڈران کی جان کو سخت خطرہ ہے ان دونوں پر جیل سے باہر اور اندر سے کسی بھی ذریعے سے وار ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جیل کا سپاہی بھی بغیر تلاشی یہاں آنا ممنوع ہے جو لوگ ان حضرات کو کھانا پہنچاتے ہیں۔ ان کا انتخاب خصوصی طریقہ اور تحقیق کے بعد کیا جائے۔ اس کے بعد ارد گرد کی فصیلوں اور کوٹ موقع کے ساتھ ساتھ کئی درجن ملازمین اور پولیس کے اہلکار مستقل طور پر تعینات کر دیئے گئے۔ ہمارے خلاف ایرانی کمانڈوز کے متوقع حملہ کی خبر نے جیل افسران کو اتنا پریشان کر دیا کہ وہ ہر وقت سہمے رہتے تھے۔ ہمیں ہر دم خوش اور شاداں دیکھ کر یک گونہ متعجب ہوتے۔ حیرت و استعجاب میں ہمارے خلاف دشمن کی سازش کا ذکر کرتے ان کے سروں پر ہماری سیکورٹی کا خوف ایسا سوار رہا کہ ساڑھے چار ماہ میں ایک دن بھی شاید انہیں سکون نصیب نہ ہوا۔ ہم ان کی پریشانی اور بعض اوقات بلاجواز پابندیاں دیکھ کر ہنستے تھے۔

چوہدری عبدالستار عاجز سپرنٹنڈنٹ کا امتیاز اور ہمارے ساتھ ان کا رویہ

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار توز دامان گلہ دارد

پاکستان کی جیلوں کی دنیا ہی علیحدہ ہے' اس کا سارا نظام عہد غلامی کی یادگار ہے' اس کے سانچے میں ڈھلنے والے افسران بھی دیگر نوکر شاہی سے ایک انفرادی حیثیت کے

حامل ہیں۔ یہاں دیانت و امانت' خدا ترسی اور انسانیت دغا و کرپشن' بد عنوانی' لوٹ مار سے عبارت ہے' معاشرے کا یہ منفرد حصہ سر تا پا برائیوں کے سمندر میں غلطاں ہے۔ یہاں کے حالات سے واقف کوئی شخص یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں کہ جیلوں کی اصلاح یا قیدیوں کے نظام میں تبدیلی آ سکتی ہے۔ یہاں افسران کی تعیناتی کے لئے بھی رشوت کا سرخ اونٹ ہی سب سے کارگر ہتھیار ہے۔ برائی کے سارے ڈانڈے اعلیٰ حکام تک پہنچتے ہیں۔ عام طور پر سپرنٹنڈنٹ سطح کے افسران کی تعیناتی بھاری رشوت اور ماہانہ و سالانہ بھتہ کی یقین دہانی پر عمل میں آتی ہے۔ اگر جیلوں کی بد عنوانیوں کے سارے قصے لوگوں کے سامنے آ جائیں اور یہاں پر ہونے والی کرپشن سے پردہ اٹھا دیا جائے تو اعلیٰ عدالتیں اور وفاقی اور صوبائی حکمران سارے کام چھوڑ کر معاشرے کے اس ناسور سے نجات حاصل کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ پنجاب میں جیلوں کا ایک اعلیٰ افسر کئی ملین ماہانہ اور سالانہ نذرانہ وصول کرتا رہا ہے۔

برائی صرف ایک جیل تک محدود نہیں بلکہ یہاں آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ نگران حکومت کے دور میں جب صدر لغاری نے احتساب آرڈینس کے ذریعے لٹیروں اور بدعنوانوں کے خلاف آپریشن شروع کیا اور مختلف وفاقی اور صوبائی افسران کے خلاف آئے دن ریفرنس آنے لگے۔ ہر طرف لٹیروں اور اعلیٰ کرپٹ افسران پر قیامت برپا تھی۔ ایسے تلخ حالات میں بھی جیل کا سفید ہاتھی محفوظ و مامون رہا۔ ابتداء میں ایک جیل افسر کے غیر ملک جانے پر پابندی کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو اگلے ہی روز صوبائی سطح کے ایک اعلیٰ نگران حکمران کی مٹھی بند کر کے یہ دروازہ ہی بند کر دیا گیا۔ اس طرح احتساب کا نعرہ لگانے قوم و ملک کو بیوقوف بنانے والے خود کرپشن کی گنگا میں ہاتھ دھونے لگے۔ نگرانوں کے مقرر کردہ احتساب کمشنر کو ہر محکمہ کے خلاف کرپشن کے ثبوت پہنچائے گئے۔ لیکن

جو لوگ یہاں بھی ہوشیاری سے دامن بچا گئے ان میں جیلوں کا محکمہ اول نمبر پر رہا۔

شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں
جو ٹوٹ گیا سو ٹوٹ گیا

پاکستان کی جیلوں میں کراچی اور راولپنڈی کی جیلوں کا کرپشن میں ہمیشہ پہلا نمبر رہا۔ اڈیالہ جیل راولپنڈی تو ماہانہ چودہ چودہ لاکھ تک فروخت ہوتی رہی۔ ہر ہر چیز کا ٹھیکہ دوسری جیلوں کی نسبت کئی کئی گنا رہا۔ ملاقاتی سے لے کر غریب اور مفلس قیدی تک ہر شخص جیل کے خونخوار افسروں کا باج گذار بنا رہا۔ ان تمام چیزوں کی تفصیل پاکستان کی جیلوں یا جرائم کی یونیورسٹیاں کے باب میں موجود ہے۔

مجھے یہاں عرض یہ کرنا ہے کہ اس اندھیر نگری میں چوہدری عبدالستار عاجز کی حیثیت ایک درخشندہ چراغ اور تابندہ کرن کی رہی ہے۔ عاجز صاحب سے راقم الحروف اس وقت سے واقف ہے جب ۱۹۷۴ء میں وہ ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور میں جمعیتہ طلباء اسلام پنجاب کے نائب صدر کی حیثیت میں تحریک ختم نبوت میں تھانہ روھیلانوالی کے ایک مقدمہ میں گرفتار ہو کر جیل آیا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی اس اسیری کے ایام میں میں نے "سیرۃ رسول" پر اپنی کتاب رہبر و رہنما تصنیف کی تھی۔ عاجز صاحب سے اس کے علاوہ سرگودھا' ملتان کی جیلوں میں ملاقات ہوتی رہی۔ ہم نے انہیں گناہوں کی اس بستی میں ہمیشہ پاک دامن پایا۔ ان کے بارے میں اب یہ بات محکمہ جیل خانہ جات اور پنجاب بھر کی جیلوں میں مسلم ہو چکی ہے کہ جہاں عبدالستار عاجز سپرنٹنڈنٹ ہو گا وہاں رشوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہم نے اڈیالہ جیل میں اپنی آنکھوں سے اسکا مشاہدہ کیا۔ خود جیل کے اعلیٰ حکام انہیں تبدیل کر کے اپنے من پسند اور "تابع فرمان" سپرنٹنڈنٹ لانا چاہتے تھے اس وقت

کے صوبائی وزیر عبدالرحمٰن نیازی آڑے نہ آتے تو یہ کبھی کے کھڈے لائن لگا دیئے جاتے۔ ہمارے اڈیالہ جیل آنے سے قبل مسلم لیگی لیڈر میاں شہباز شریف اور شیخ رشید یہاں بند تھے۔ ان کی موجودگی میں جب یہاں عاجز کی تعیناتی کی خبر مشہور ہوئی تو ان کی آمد سے قبل ہی سارا کا سارا انظام درہم برہم ہو گیا۔ رشوت 'منتھلی' ٹھیکے 'ماہانہ' اور روزانہ کی رشوتوں کا سارا میلہ ویران ہو گیا۔ ڈیوڑھی' چکر' ملاقاتوں' گنتی' اڑدی' چالانوں کے نام پر ہونے والی تجارت کا بازار پہلے ہی دن بند ہو کر رہ گیا۔ ہسپتال 'لنگر' B کلاس کا سارا نظام دیکھتے ہی دیکھتے تبدیل ہو گیا۔ میاں شہباز شریف نے عاجز صاحب کی آمد کے تین روز بعد برملا کہا آپ کا نام سنتے ہی جیل میں حیرت انگیز تبدیلی دیکھ کر اب مجھے یقین ہے کہ اگر افسر مضبوط' موثر اور صاف ہو تو اب بھی ہر جگہ تبدیلی آسکتی ہے۔۔۔۔

چوہدری عبدالستار عاجز ایک ۵۵ سالہ ادھیڑ عمر کے منفرد مزاج کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔ اس کی دیانت و شرافت جیلوں کی اندھیر نگری میں تابندہ مثال کے طور پر معروف ہے۔ صوم و صلوۃ کی پابندی' دینی امور کا احیاء' اسلامی جذبے کا فروغ خدائی احکام کی پابندی' رشوت بازاری کا خاتمہ' بے ایمانی اور بدعنوانی کا استیصال اس کا طرہ امتیاز ہے۔ ساڑھے چار ماہ کے عرصے میں ہم پختہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عاجز صاحب جیسا افسر ہی جیلوں سے کرپشن اور بدعنوانی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ۱۷ سالہ جیلوں کی نوکری میں حرام کا ایک روپیہ بھی ان کے حلق سے نہیں اترا۔ وہ بھی کروڑوں روپیہ کما کر بڑی بڑی جائیدادیں بنا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے رشوت و گناہ کی زندگی پر تقوی و للہیت اور غربت و ناداری کو ترجیح دی' وہ سادہ مزاجی فروتنی اور مفلسی پر شاداں و فرحاں ہیں۔۔۔۔۔۔

چوہدری عبدالستار عاجز جہاں دیانت و شرافت میں اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔ جیلوں

کی اصلاح کے عظیم معمار کے طور پر معروف ہیں وہاں ان کی سختی' بے رحمی اور بسا اوقات سنگدلی اس حد تک آگے بڑھ جاتی ہے جس کے باعث ان کی خدا ترسی اور دیانت کا سارا حسن ماند پڑ جاتا ہے۔

پاکستانی قوانین اور عدالتی اور پولیس کے نظام کی بے شمار خرابیوں کا تقاضا ہے کہ قیدیوں کے ساتھ نرمی' انس' پیار' اور ملائمت' کا معاملہ کیا جائے۔ یہاں کی جیلوں میں ۸۰ فیصد لوگ بے گناہ ہونے کے باوجود پولیس افسران اور رشوت خور ججوں کے ظلم و تعدی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہر سزا پا کر آنے والے کے ساتھ مجرموں کا سا معاملہ کرنا' ہر معاملے میں سختی' درشتی' تلخی سے پیش آنا کسی طرح بھی روا نہیں۔ جیل ملازمین میں ایک طبقہ ضرور ایسا ہے جو عاجز صاحب موصوف کی طرف سے رشوت کے خاتمہ پر سیخ پا ہے۔ یہاں ان کی ناراضگی سے ہمیں کوئی سروکار نہیں' لیکن چھوٹی چھوٹی بات پر ملازمین کو برطرف کرنا' ان کے بچوں کی روزی چھین لینا' معمولی معمولی جرم پر مہینوں قیدیوں کو قصوری بند رکھنا' بلا تحقیق و تفتیش' سنی سنائی بات کا ایکشن لینا' جو پہلے کان بھر دے اسی لکیر پر ساری عمارت استوار کرنا یہ ایسے خصائل ہیں جن پر عاجز صاحب سے برملا اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ان کی سختی بسا اوقات اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کے سامنے ان کی تمام نیکیاں اور محاسن ہیچ نظر آنے لگتے ہیں---

تو بہار ہو تو شمیم بن، سحاب ہو تو نسیم بن
یہ گلہ کرے نہ زمین کہیں کہ تو میرے سینے پر بار ہے

ساڑھے چار ماہ کے پورے دور میں ان کے ساتھ ہماری مفاہمت و صلح کبھی نہیں رہی۔ ہمیں ان کی ناروا پابندیوں اور بے بنیاد تلخیوں کا ہمیشہ شکوہ رہا۔ میں عام طور پر ان سے گلہ کرتا رہا کہ وہ بے رحم اور بے دید ہونے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم

خوئی اور رحم دلی کی سنت پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ نے جیل سے رشوت اور بدعنوانی کا خاتمہ کیا ہے تو آپ کو بارگاہ الٰہی سے ضرور اس کا اجر ملے گا لیکن ہر آدمی کے ساتھ تلخی اور سختی سے پیش آنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے خلاف ہے۔ میں نے کئی دفعہ ان سے کہا آپ کا تلخ رویہ آپ کی تبلیغی جماعت کے اصولوں کے بھی یکسر خلاف ہے۔

کئی مرتبہ ہماری ان سے تلخ کلامی ہوئی، کئی کئی دن قطع تعلقی رہی، ہماری ملاقاتوں پر ان کی بلاجواز پابندیوں سے وہ اعلیٰ حکام کو تو خوش کرتے رہے۔ لیکن نامور علماء ومشائخ اور دور دراز سے آنے والے سینکڑوں دینی کارکن کبھی ان سے خوش نہ رہے۔ حقیقت میں ان کی مثال اس بے رحم قصاب کی تھی جسکی چھری حلال اور حرام دونوں پر چل جاتی ہے۔ یہاں بھی ایسا ہوا، ان کی نیت سے تو خدا ہی واقف ہے تاہم ساری پابندیوں، تلخیوں، ناروا سختیوں کے باوجود ہم انہیں ایک صالح، خداترس اور بدعنوانی سے دور، قانون کا پابند افسر سمجھتے ہیں۔ ہماری ہمیشہ یہ دعا رہی ہے کہ خدا ایسے منتظم کو اگر اپنی صفت رحم اور صفت کرم سے نواز دے تو اس کی دیانت و شرافت سے کئی لوگ حظ وافر پاسکتے ہیں۔۔۔ اس کے اعلیٰ انتظام وانصرام کی افادیت دوچند ہوسکتی ہے۔ جیل کے کھانے اور حکومت کی مہیا کردہ سہولتوں میں جس طرح انہوں نے قیدیوں کے بنیادی حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کیا وہ بھی بے مثال تھا۔

اگر ایسا شخص جیلوں کے سارے نظام کا انچارج بنا دیا جائے تو اب بھی مردہ انسانیت زندہ ہوسکتی ہے۔ جیلوں کی اندھیری رات میں سپیدہ سحر کا غازہ نمودار ہوسکتا ہے۔ منفرد درویشی کا یہ پیکر پاکستان کے کرپٹ معاشرے میں روشنی کا نادر نمونہ ہے۔

جیل میں خفیہ آلات کی تنصیب

اسلام آباد اور راولپنڈی حکومتی ایجنسیوں کے مراکز ہیں، جو کام لاہور اور ملتان میں نہ ہوا اس کا سلسلہ یہاں جاری ہو گیا۔ ہماری ملاقاتوں کو مانیٹر کرنے کے لئے جیل میں وفاقی حکومت کی خفیہ ایجنسی آئی بی (انٹیلی جینس بیورو) کا کنٹرول روم قائم کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ہماری ملاقاتوں کے کمرے میں خفیہ آلات نصب کر دیئے گئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے ملحقہ کمرہ میں جاسوسی کے ذریعے خفیہ گفتگو کو ریکارڈ کرنے کے لئے بھاری مشینری نصب کر دی۔

ہمیں بھی اپنے ذرائع سے بے نظیر حکومت کی اس بھونڈی حرکت کا علم ہوا۔ مولانا محمد اعظم طارق نے وفاقی وزیر داخلہ کو چیلنج کرتے ہوئے تمام قومی اخبارات میں بیان جاری کیا کہ تین دن کے اندر اندر تمام آلات ہٹا لئے جائیں ورنہ ہم ساری تاریں اور مشینری خود نکال باہر کریں گے۔ دو روز بعد تاریں اتار لیں گئیں۔ لیکن دور سے سننے والے آلات موجود رہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ تمہاری تمام ملاقاتوں اور گفتگو کا جملہ ریکارڈ ہر شام وزیر اعظم ہاؤس پہنچایا جاتا ہے۔

انہی دنوں ہمیں ایک خفیہ ذریعے نے بتایا کہ حکومت کی ایک ایجنسی نے ہمارے وارڈ میں ہمارے بستروں کے ساتھ خفیہ آلات لگانے پر شدید اصرار کیا۔ اعلیٰ حکام کے دباؤ کے باوجود سپرنٹنڈنٹ جیل نے منظوری نہیں دی۔ ہمارے احتجاج کے باوجود پورا عرصہ ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ حکمرانوں تک پہنچتا رہا۔ بے نظیر کی ان اوچھی حرکتوں کا مقصد ایک طرف ہمیں ہراساں کرنا تھا۔ دوسری طرف ہمارے خلاف کسی بھی خفیہ گفتگو کے ذریعے نئے مقدمات کا راستہ ہموار کرنا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سازش میں بھی حکومت رسوا ہوئی۔

شیعہ لیڈر مرید عباس یزدانی کا قتل اور مولانا اعظم طارق کے خلاف جھوٹا مقدمہ

خفیہ آلات اور ملاقاتیوں کی تحقیق و تفتیش کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ۱۳ ستمبر کو شیعہ لیڈر مرید عباس یزادنی کے قتل کے واقعہ میں جب مولانا اعظم طارق پر جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا تو تفتیشی ٹیموں کو ہماری ملاقاتوں اور گفتگو سے اس قتل میں ایماء کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اس طرح یہ مقدمہ خارج ہوا۔ دو ماہ بعد بالآخر اس قتل کا انکشاف ہوا اور لاہور کے ایک شیعہ موسیٰ خان نے پولیس کے سامنے اس قتل کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے سپاہ محمد کے اس سربراہ کا قتل اسی جماعت کے سالار غلام رضا نقوی کے حکم پر کیا ہے۔

بے نظیر حکومت کی طرف سے رہائی کی پیش کش اور ہماری طرف سے معاہدہ و صلح سے انکار

۲۱ نومبر ۱۹۹۵ء کو ہماری گرفتاری کے بعد صوبہ پنجاب سے سپاہ صحابہ کے تین ہزار کارکن بھی متوقع احتجاج کے خطرے کے پیش نظر گرفتار کیئے گئے۔

ملک بھر کے تمام سیاستدانوں' اہل قلم اور دانشوروں کے سامنے چند روز بعد ہی یہ حقیقت عیاں ہو گئی تھی۔ کہ حکومت کا یہ اقدام یکطرفہ تھا۔ بے نظیر اور اس کی حکومت قومی اسمبلی میں مولانا اعظم طارق کی حکومت کے خلاف تقاریر اور عورت کی حکمرانی کے خلاف ملک بھر میں سپاہ صحابہ کی جدوجہد کے باعث سپاہ صحابہ کو کچلنے کا پروگرام بنا چکی تھی۔ میاں شاہ نواز کا قتل اس آپریشن کا سب سے اہم پتھر ثابت ہوا۔

پنجاب حکومت کا مذکورہ اقدام مرکزی حکومت کے احکام کا نتیجہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تین ہزار کارکن ۱۵ روزہ' ایک ماہ' اور کچھ دو' دو ماہ اور چند کارکن تین ماہ کی نظر بندی کے بعد رہا ہو گئے۔

بے نظیر حکومت کی طرف سے ہماری رہائی کی پہلی پیشکش سپیشل برانچ پنجاب کے سربراہ اور بے نظیر کے انتہائی قریبی افسر طارق حمید لودھی کے ذریعے ہوئی۔ اس سلسلے میں فروری ۱۹۹۶ء کو مولانا محمد ضیاء القاسمی کو لاہور طلب کیا گیا۔ طارق لودھی نے حکومت کی طرف سے تین شرطوں کے ساتھ ہماری رہائی کی پیش کش کی۔

حکومت نے کہا سپاہ صحابہ اگر اسمبلی میں حکومت کی حمایت، اشتہاری ملزمان کی گرفتاری اور قیام امن کا یقین دلائے تو قائدین سپاہ صحابہ کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ کوٹ لکھپت جیل میں حضرت قاسمی صاحب نے جب ہمیں اس سے آگاہ کیا۔ تو پہلی دو شرطوں کو تسلیم کرنے سے ہم نے انکار کیا۔ تیسری شرط رہائی کے بغیر بھی پوری کرنے کے لئے ہم تیار تھے۔

ہماری رہائی کے لئے دوسری کوشش متحدہ دینی محاذ کے سربراہ حافظ طاہر محمود اشرفی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے ایک ساتھی قاضی عبدالقدیر خاموش کی طرف سے ہوئی انہیں پیپلز پارٹی پنجاب کے نائب صدر عبدالقادر شاہین نے حکومت کی حمایت کی صورت میں رہائی کا یقین دلایا۔ حافظ طاہر محمود اشرفی ہمارے دیرینہ دوست اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل متحرک اور فعال دینی رہنما ہیں انہوں نے متحدہ علماء کونسل میں اعلیٰ کردار کیا۔ اب وہ متحدہ دینی محاذ کے سربراہ کی حیثیت سے بدعنوانی کے خلاف احتساب کی تحریک چلا رہے ہیں۔

حافظ صاحب اور قاضی عبدالقدیر خاموش مارچ کے پہلے ہفتے میں کوٹ لکھپت جیل آئے، انہوں نے حکومتی موقف دھرایا ہم نے ان کی مخلصانہ کوشش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے معذرت کی۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ ہمارے ساتھ حکومت نے یکطرفہ زیادتی کی ہے اس زیادتی کا غیر مشروط ازالہ کیا جائے۔

دونوں مہربانوں کی کاوش چونکہ مخلصانہ تھی وہ ہماری باتیں سن کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے کہا اگر آپ نے حکومت مخالف پالیسی میں تبدیلی نہ کی تو حکومت آپ کو بہت جلد عدالتوں سے سزائیں دلوا کر کیفر کردار تک پہنچادے گی ساری قوم پر بے حسی چھائی ہوئی ہے بے نظیر حکومت کے جانے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ حکمرانوں سے ٹکر حماقت ہے۔ ہم نے کہا ہم نے کبھی کسی حکومت کے خلاف بلاوجہ محاذ آرائی نہیں کی۔ ہم ناموس صحابہ کے مشن کا تحفظ چاہتے ہیں ہمارا حریف شیعہ سے اختلاف ہے حکومت شیعہ نوازی کر کے اگر ہمیں یک طرفہ طور پر کچلنے کا پروگرام بنا چکی ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں مئی ۱۹۹۶ء کے پہلے ہفتے میں ایک دن سپاہ صحابہ کے ایک وفد نے سپاہ صحابہ کی سپریم کونسل کے چیرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی کی قیادت میں وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عارف **نکئی** سے ملاقات کی یہ ملاقات سپاہ صحابہ کے صوبائی وزیر شیخ حاکم علی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔اس ملاقات میں ہمارے صوبائی صدر مولانا محمد احمد لدھیانوی سمیت کئی ارکان شامل تھے۔ سردار عارف **نکئی** نے بتایا کہ وہ قائدین سپاہ صحابہ کی رہائی کے لئے وزیر اعظم سے بات کریں گے۔چند روز بعد انہوں نے شیخ حاکم علی کو بتایا کہ بے نظیر صاحبہ نے کہا ہے کہ وہ اگلے ہفتے دورہ لاہور کے موقع پر آپ سے حتمی بات کریں گی۔

وزیر اعظم نے دورہ لاہور کے موقع پر وزیر اعلیٰ سے کہا جب تک قائدین سپاہ صحابہ حکومت کی بات نہیں مانتے اس وقت تک آپ کو مداخلت کی اجازت نہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب خاموش ہو گئے۔

اس واقعہ کو ایک ماہ گذرا ہو گا کہ اچانک ہمارے مخدوم مولانا محمد ضیاء القاسمی کوٹ لکھپت جیل تشریف لائے۔انہوں نے کہا مجھے اسلام آباد سے ہمارے ایک دیرینہ دوست اور ملک کے نامور صحافی اور دانشور نے رات فون پر کہا ہے کہ وزیر اعظم بے نظیر

نے قائدین سپاہ صحابہ کی رہائی کا حکم جاری کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں تفصیلات طے کرنے کیلئے حکومت کی ریسرچ کمیٹی کے چیئرمین جو راجہ سروپ خان کی جگہ پر حکومت کے سیاسی مفادات کے انچارج ہیں۔ ان سے فوری طور پر سپاہ صحابہ کے نمائندوں کی ملاقات کرائی جائے۔ حضرت قاسمی صاحب نے اخلاص اور ہمدردی کے جذبہ کے تحت ہمیں بتایا کہ حکومت سپاہ صحابہ کی قومی اسمبلی میں متوازن پالیسی اور مسلم لیگ کی حکومت کے خلاف تحریک میں سپاہ صحابہ کی عدم شرکت کو یقینی بنانا چاہتی ہے۔ اگر پہلی بات ممکن نہ ہو تو دوسری بات پر بھی مفاہمت ہو سکتی ہے۔

حضرت قاسمی صاحب کی مخلصانہ جدوجہد پر ہم نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا بلاشبہ اس پیشکش میں ہمارے کاز اور نصب العین پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا رہی ہے۔ لیکن حکومت کی کسی بھی شرط کو ماننے سے ہمارا موقف کمزور ہو گا۔

اس طرح حکمرانوں کی سب سے مئوثر پیشکش کو مسترد کر کے ہم نے شب زنداں کو دراز کر دیا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی مخلصانہ کاوش و سعی ہمارے پورے دور اسارت میں جاری رہی۔ ادھر ملک گیر احتجاج اور اپوزیشن کی حکومت مخالف سرگرمیوں میں شدت آئی تو اگست میں جب ہم اڈیالہ جیل راولپنڈی منتقل کر دیئے گئے اٹک سے پیپلز پارٹی کے ملک اسلم ایم این اے اور مذہبی امور کے وفاقی وزیر مسٹر جہانگیر بدر کے ذریعے حکومت کے بارے میں خاموش رہنے کی صورت میں ایک مرتبہ پھر رہائی کی پیش کش کی گئی۔ اس پیشکش میں قومی اسمبلی میں مولانا اعظم طارق کی شرکت اور وہاں مذاکرات میں شمولیت کی بات اٹک اور اسلام آباد کے دو مذہبی رہنماؤں کے ذریعے ہوئی۔ ہمارا اصرار تھا کہ حکومت نے چونکہ ہمارے ساتھ یکطرفہ زیادتی کی ہے اس لئے مذاکرات اور شرائط کے بغیر ہمارے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ازالہ کرتے ہوئے غیر

مشروط رہائی کا اعلان کرے۔

بے نظیر حکومت کے رخصت ہونے سے بیس روز قبل ہمارے ایک دیرینہ محسن اور دوست کے ذریعے آخری بار سپیشل برانچ پنجاب کے سربراہ ڈی آئی جی طارق لودھی نے ہمیں پیغام بھیجا کہ قائدین سپاہ صحابہ کو غیر مشروط طور پر رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔۔۔ ہمارے پاس اگلے ہفتے سپاہ صحابہ اپنا نمائندہ بھیج دے۔۔اس کے لئے مولانا محمد ضیاء القاسمی مناسب رہیں گے۔

ہم نے اس پیش کش پر معذرت کرتے ہوئے کہا ہم حکمرانوں کی کسی پیشکش اور رعایت کو قبول کرنے سے معذرت کرتے ہیں۔۔۔اس جواب کے چند روز بعد ۴ اور ۵ نومبر کی درمیانی شب بے نظیر حکومت کا سنگھاسن ڈول گیا اور تخت اقتدار پر براجمان جوڑا انحطاط و زوال کا عبرتناک نشان بن کر قصہ پارینہ ہو گیا۔

۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو جونہی صدر فاروق لغاری نے بے نظیر حکومت کو بدعنوانیوں اور کرپشن کے الزام میں برطرف کیا ملک سے عورت کی حکمرانی کا منحوس سایہ ٹل گیا۔ پیپلز پارٹی کی بدعنوان حکومت اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ نگران وزیراعظم کے طور پر ملک معراج خالد نے حلف اٹھایا نگران حکمرانوں نے ۳ فروری ۱۹۹۷ء کو عام انتخابات کا اعلان کر دیا۔ ہم نے ۸ نومبر کو اڈیالہ جیل راولپنڈی سے ایک پریس نوٹ جاری کیا کہ ہم نگران حکمرانوں سے بھی اپنی رہائی کی بھیک نہیں مانگیں گے۔ ہم نے اپنی رہائی کے لئے عدالتوں کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہم قانون اور انصاف کی بالادستی پر یقین رکھتے ہوئے تمام مقدمات سے باعزت بری ہوں گے۔

اڈیالہ جیل سے ایک بار پھر کوٹ لکھپت کی یاترا:۔

دسمبر ۱۹۹۶ کے اوائل میں ہائی کورٹ کے حکم پر ہمارے تمام کیس لاہور منتقل کر

دیئے گئے اور اڈیالہ جیل راولپنڈی سے ۱۸ دسمبر کو سڑک کے راستے انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کے ذریعے ایک بار پھر کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اس سے قبل ہمارے مقدمہ وار مولانا غلام مرتضٰی (والد حافظ یحییٰ شہید ؒ) مولانا محمد شفیع عطار' حافظ اعجاز حیدر' ڈاکٹر رشید احمد' محمد اختر' حاجی عبدالمجید اور سیف الرحمان کو بھی سنٹرل جیل ملتان سے یہاں منتقل کیا جا چکا تھا۔ اگلے روز ۱۹ دسمبر کو ہمیں ہمارے دیگر مقدمہ وار ساتھیوں سمیت سیشن کورٹ میں ایڈیشنل سیشن جج خالد میاں کے پاس پیش کیا گیا۔ جہاں ہم نے تحریری طور پر جج صاحب کو آگاہ کیا کہ ہمیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہم قتل و غارت پر نہیں بلکہ پر امن جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں اور عرصہ سوا سال سے ہمیں کسی عدالت میں پیش نہیں کیا گیا اور نہ ہی کوئی قانونی سہولت دی گئی ہے۔ جس پر جج موصوف نے حیرت اور افسوس کا اظہار کیا۔ اس موقع پر مولانا اعظم طارق نے بھی بے نظیر بھٹو کی انتقامی کارروائیوں اور لالچ سے عدالت کو آگاہ کیا۔ جج صاحب نے یہ سننے کے بعد میکلوڈ گنج قتل کیس میں ضمانت کے لئے تین روز بعد کی تاریخ دے دی۔

۲۳ دسمبر کو ہمیں دوبارہ خالد میاں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ حسب سابق سینکڑوں کارکنوں نے عدالت کے احاطہ میں ہمارا استقبال کیا اور ہم پر پھول نچھاور کئے نعروں کی گھن گرج سے فضا گونج اٹھی۔

عدالت میں دونوں جانب کے وکلاء کی بحث کے بعد جج موصوف نے میکلوڈ گنج کیس میں ہماری ضمانت منظور کر لی۔ لیکن وہاڑی کیس میں جوڈیشنل ریمانڈ پر ہمیں واپس جیل بھیج دیا' اور ۴ جنوری ۹۷ء کو عدالت میں پیش کرنے کا حکم سنایا۔

۴ جنوری کو ہمیں عدالت میں پیش کیا گیا کارکن اور صحافی ہمارے لئے چشم براہ تھے لیکن افسوس کہ حکومت کی طرف سے وہاڑی کیس کا ریکارڈ پیش نہ کئے جانے کے باعث ہمیں پھر واپس جیل بھیج دیا گیا۔

جیلوں میں اصلاح کی روشن قندیل---جمعیت تعلیم القرآن کی منفرد خدمات

دو چار گھروندے ہیں جو لو دیتے ہیں شب بھر
اس شہر میں دل والوں کی تعداد ہی کیا ہے

گناہ و معصیت کے دریچے میں نیکی اور بھلائی کا دیپ جلانے والا ہر لحظہ تحسین کا مستحق ہے۔ نیکی کا فروغ کسی کے حصہ میں آئے سعادت ابدی ہے، برائی کا مرتکب کوئی بھی ہو شقی ازلی ہے۔

چار سو اندھیرا چھایا ہوا ہے ہر جیل گناہوں کی پوٹ بنی ہوئی ہے معاشرے کی ساری برائیاں اور ماحول کے سارے گناہ سمٹ کر یہاں آ گئے ہیں۔ کئی قیدیوں کو کلمہ تک نہیں آتا، قرآن و نماز سے ناآشنا تو اکثریت میں ہیں۔ جیل حکام کو صرف مال بنانے، کمیشن وصول کرنے اور نادار قیدیوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے فرصت نہیں۔

میں نے ۱۵ ماہ کی مختلف جیلوں میں عبدالستار عاجز سپرنٹنڈنٹ اڈیالہ جیل کے علاوہ ایک بھی افسر ایسا نہیں دیکھا جسے شمہ بھر قیدیوں کی اصلاح، نیکی کے فروغ، برائی کے خاتمے چوروں ڈکیتیوں قتل و غارت اور برائیوں سے توبہ کرانے کا احساس ہو، احساس و خلش ہے تو صرف پیداگری کی جس کے لئے ہر اہلکار پگڈنڈ دوڑ رہا ہے۔ پہلے دنوں میں ہمیں مایوسی تھی کہ معاشرے کا یہ مظلوم طبقہ اگر داور محشر پہ سوال کر بیٹھا کہ ہمیں کسی نے روکا نہیں، ہمارے پاس نیکی کا طشت لے کر کوئی آیا نہیں، ہمیں کلمہ طیبہ کی تصحیح اور تعلیم قرآن کسی نے نہیں دی۔ تو ہم اس کا کیا جواب دے سکیں گے۔

چند ہی روز بعد ملتان میں ہمیں معلوم ہوا کہ چند سال سے قائم مشہور قومی ادارہ "جمعیت تعلیم القرآن" اندھیروں میں ہدایت کا چراغ جلا رہا ہے۔

اس کا مقصد وحید اس کے نام کے مطابق تعلیم قرآن کا فروغ ہے۔اس کا بیرونی دنیا کا کام تو ہمیں پہلے سے معلوم تھا لیکن جیل میں اس ادارہ کی کارگذاری دیکھ کر دل سے دعا نکلی، جیلوں کی انحطاط پذیر اور علیل روحوں کے لئے یہ ادارہ مسیحائی کا شاہکار ہے، حیرت ہوئی کہ اس ادارہ نے تھوڑی سی مدت میں تمام جیلوں میں علم و تہذیب کے موتی بکھیر دیئے ہیں۔

سابق آئی جی جیل خانہ جات پنجاب حافظ محمد قاسم کی ذاتی دلچسپی نے جمعیت تعلیم القرآن کے کام کو عروج عطا کیا۔انہی کے دور میں جیلوں کو اصلاح خانوں میں تبدیل کرنے کا کام شروع ہوا۔ تاریخ میں پہلی دفعہ جیلوں میں درجہ حفظ و ناظرہ اور درس نظامی کی کلاسیں قائم ہوئیں۔حفظ قرآن پر قیدی کے لئے دو سال کی معافی کی رعایت نے ہزاروں قیدیوں کو تعلیم قرآن کی طرف راغب کیا۔معاشرے کے کئی برے نوجوانوں کے قلوب میں برائی کی سڑانڈ ختم ہوئی۔ مختلف قلوب قرآن کی درخشندہ روشنی سے منور نظر آنے لگے۔سپاہ صحابہ کے ایک ساتھی حافظ ذکی اللہ نے بھی اسی نعمت سے جھولی بھری---اس طرح ناخواندہ لوگوں میں خواندگی کی حرص پیدا ہوتی رہی-----

اہل سخن اور ارباب حل و عقد پر لازم ہے کہ جمعیت تعلیم القرآن کے کام کو ملک گیر فروغ دین کی حیثیت سے اجاگر کیا جائے۔ہم جہاں جہاں گئے جمعیت تعلیم القرآن کے ٹیچروں اور اساتذہ سے ملاقات ہوتی رہی، ان لوگوں کا قلیل تنخواہوں پر حیرت انگیز کام خدائی قدرت کا خاص کرشمہ نظر آیا۔

حقیقت یہ ہے جمعیت کا کام ملک گیر سطح پر پھیلا ہوا ہے، جیلوں میں اس کی حیرت انگیز دینی خدمت پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ہے۔پنجاب کی جیلوں میں جمعیت کے ایک نگران قاری محمد طیب صاحب کی انتھک کاوش اور جگہ جگہ محنت و نگرانی، امتحانی مرحلوں میں ان کی دیانت ودانشمندی دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔۔

عیب و برائی اور معصیت و نافرمانی سے اٹے ہوئے سینکڑوں قیدیوں کو قرآنی

درسگاہوں میں دیکھ کر، خدائی اعجاز آشکار ہوا، سچی بات ہے کہ توبہ وانابت کے ذریعے برائیوں کے خاتمے کی یہ خاموش اور موثر جدوجہد ہی ہماری انسانیت کو دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ جمعیت کے ایک ذمہ دار اور قابل احترام حضرت حافظ نذر محمد صاحب اور ان کے صاحبزادے کے علاوہ موجودہ مرکزی نگران محقق عصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ان کی یہ فوج نظریاتی محاذ پر اعلیٰ کامیابی سے سرفراز ہو رہی ہے۔ جمعیت کے سادہ نفس اہلکار کہنہ مشق استادوں کی طرح قیدیوں کے لئے مسیحا نفس بنے ہوئے ہیں۔ ان کی خاکساری نے ہمیں ان کا قدردان بنادیا ہے۔ اگر ہر جیل میں اسلام کا گلشن آباد کرنے والے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے اور جیل مینوئل میں انہیں قانونی طور پر مربی، مصلح اور استاد تسلیم کرلیا جائے تو جمیعت کا کام ناقابل یقین حد تک آگے بڑھ سکتا ہے۔ حکمران اگر جیلوں کی اصلاح کی طرف توجہ دینے میں مخلص ہوں تو چند ایسے دیندار اور دیانتدار افسران کی ضرورت ہے جو رشوت و سفارش کو تیاگ دیکر اصلاح عمل کے چیلنج سے عہدہ برا ہونے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ جیلوں کو مسجدوں، مکتبوں اور دینی اداروں میں تبدیل کئے بغیر دنیا کی کوئی طاقت ہزاروں مجرموں کو راہ راست پر نہیں لاسکتی۔

جس طرح ہمارے ملک کا ہر محکمہ رشوت و سفارش سے اٹاپڑا ہے۔ عالمی اداروں کی تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان بدعنوانی اور رشوت میں نائجیریا کے بعد دنیا میں پہلے نمبر پر ہے کیا ہمیں اس داغ کو دھونے کے لئے انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت نہیں۔ کیا برائی میں افلاطون بننے اور گناہ میں ابوجہل کہلانے کی ضد برقرار رہنی چاہیئے۔

اسلام اور مسلمانوں کے چہرے پہ اس داغ سیاہ کو دھونے کے لئے ہمیں ہر جگہ دیانتدار اور بے لوث افسران کی ضرورت ہے---- رشوت کا سرطان معاشرے کے عضو میں سرائیت کرچکا ہے، تعلیم، صحت، پولیس اور عدلیہ اور بجلی، کے محکمے تو اس برائی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کبھی نہ کبھی ان کی اصلاح کی بات بھی ہوتی ہے۔ جیلیں جہاں

سارے بد قماش ایک ہی شہر میں بسائے گئے ہیں سارا گناہ ایک ہی ڈھیر پر جمع کر دیا گیا ہے۔ سارے قاتل، ڈاکو، چور، اور بد معاش ایک ہی نگری اور بستی کی زینت ہیں وہاں اصلاح عمل کے لئے جن تبدیلیوں کی ضرورت ہے ساری قوم اس سے غافل ہے، یہی وجہ ہے کہ معاشرہ کو چاروں طرف سے جرائم نے گھیر رکھا ہے۔

سخن ورو، دانشورو، مصلحو، جو..... آؤ ہم اس بستی کے مکینوں میں نیکی کا ذائقہ تقسیم کریں۔ اچھا اور نیک بننے کے جذبات عام کریں۔ جمعیت تعلیم القرآن کی کاوشوں سے آگے بڑھ کر برائیوں کے اس شہر کو نیکی کے خلعت سے آراستہ کریں۔

ہماری رہائی کی کوششیں--- محسنوں کی کارگزاری

منزل نہ دے چراغ نہ دے حوصلہ تو دے
تنکے کا ہی سہی مجھے آسرا تو دے
بیشک میرے نصیب پر رکھ اپنا اختیار
لیکن میرے نصیب میں کیا ہے اتنا بتا تو دے۔

بے نظیر کا دور چنگیزیت لد گیا، ظلم و جور کے سوتے خشک ہو گئے، تعدی و تجاوز کے گھروندے خاک میں مل گئے۔ سازشوں اور دجل و فریب سے تیار کئے ہوئے سارے منصوبے ہوا ہو گئے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس دور خرابات میں کس کس شخصیت نے سپاہ صحابہ سے ہمدردی و محبت اور تائید و حمایت کا اظہار کیا--- گھر میں بیٹھ کر تائید کرنے والوں، سپاہ صحابہ کے ساتھ حکمرانوں کی کھلی زیادتیوں پہ چار دیواری کی حد تک تبصرہ و تذکرہ کرنے والوں کی تعداد تو لاکھوں سے متجاوز ہو گی لیکن بلند آہنگ انداز میں نصرت و حمایت کا پرچم اٹھانے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔

دو چار گھروندے ہیں جو لو دیتے ہیں شب بھر
اس شہر میں دل والوں کی تعداد ہی کیا ہے

بعض لوگوں کو مذہبی فسادات کے نام پر ہمارے خلاف کھڑا کیا گیا۔ بعض جگہ ہمیں ہی فرقہ وارانہ زیادتیوں کا محور گردانا گیا، کئی اجتماعات میں دبے لفظوں میں مذمت کی گئی، کئی حلقوں نے برات کا اظہار کیا۔ کئی سربر آوردہ لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے رہے---

کئی جماعتیں صحابہ دشمنوں سے راہ و رسم کے باعث خاموش رہیں۔ کئی لوگ سپاہ صحابہ کی متوقع کامرانیوں سے خائف رہے کسی نے غیر جانبدار رہنے کو اپنی بقا سمجھا، کسی نے ہمارے ساتھ زیادتیوں کو سیاست میں دخل دینے کا خمیازہ قرار دیا۔ کسی نے شیعہ کے کفر پر سخت موقف رکھنے کو باعث نزاع قرار دے کر چپ سادھ لی۔

حکومت اور اسلام دشمنوں کے یکطرفہ پروپیگنڈے کے باوجود پاکستان کی ایک یا دو جماعتوں کو چھوڑ کر اپنے اپنے انداز میں ہر طرف سے ہماری حمایت و تائید کے ڈونگرے برسائے گئے۔ ہماری توقعات سے بڑھ کر ہماری گرفتاری اور بے نظیر کی انتقامی روش پر لوگوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ملک بھر سے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر نے ہماری گرفتاری پر تشویش کا اظہار کیا۔ حکمرانوں کی زیادتیوں کے خلاف ہزاروں مدارس عربیہ میں ہمارے حق میں دعائیں کی گئیں۔ مکہ و مدینہ میں طواف و اعتکاف کا سلسلہ جاری رہا۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی کوشش

مجھے اس اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ ہماری رہائی کے لئے سنجیدہ کوششوں میں سب سے زیادہ کاوش خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی کی طرف سے سامنے آئی۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی پاکستان اور عالم اسلام کے نامور خطیب اور بے مثال مقرر ہیں۔ ہند و پاک کے گوشے گوشے میں ان کی خطابت کے جواہر پارے عام ہیں انہوں نے اپنے عنفوان شباب کے ۴۰ سال تک کتاب و سنت کے نغموں سے لاکھوں قلوب کو مسحور کیا۔ پاکستان کی بستی بستی اور قریہ قریہ ان کے خطبات کے ایمان افروز نقطوں، وجد آفرین جملوں فرحت زا بلاغت و بیان سے مسلک اہلسنت کو توانائی عطا ہوئی پاکستان کی

ہر دینی تحریک میں انہوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ توحید و سنت کے ابلاغ ناموس صحابہ و اھل بیتؓ کے تحفظ کے مشن سے لے کر لندن میں عالمی ختم نبوت کانفرنس تک ہر جگہ ان کا کردار تابناک رہا ہے۔ ان کے مداحوں کے ساتھ ان کے ناقدین کی تعداد بھی کم نہیں، تاہم ان پر تنقید کرنے والے ان کی حیرت انگیز اسلامی خدمات کی پرچھائیں بھی نہیں پاسکے۔

گول مسجد غلام محمد آباد فیصل آباد میں ۴۰ سال سے وہ جمعہ کا خطبہ سرانجام دے رہے ہیں یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ ان کا خطاب سننے کے لئے ہر جمعہ کو جتنا بڑا اجتماع جمع ہوتا ہے۔ پنجاب بھر میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ جامع قاسمیہ، اور ختم نبوت اکیڈمی کے ذریعے ہزاروں تشنگان علم کی رہنمائی ان کے اعلیٰ صدقات جاریہ میں شامل ہیں۔ "خطبات قاسمی" کے نام پر شائع ہونے والی ۵ ضخیم جلدوں میں انہوں نے اپنے جگر کے سارے ٹکرے سمو دیئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا سب سے بڑا کارنامہ ملی یکجہتی کونسل کے ضابطہ اخلاق کی منظوری ہے۔ انہوں نے اس تاریخ ساز ضابطہ اخلاق کے ذریعے چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ شیعہ نمائندوں سے بھی صحابہ کرامؓ، اور خلفاء راشدین، کی تکفیر کرنے والوں کے کفر پر دستخط کرائے ہیں۔

حضرت قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے سپاہ صحابہ کے قیام سے لے کر آج تک ہر اہم اور نازک مرحلے پر ہماری رہنمائی اور سرپرستی فرمائی ہے۔ سپاہ صحابہ کا کوئی فرد ان کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے جانگسل مشکلات اور پر صعوبت گھاٹیوں میں ہمیں ایک سرپرست، مربی، اور مشفق باپ کا پیار عطا کیا ہے۔

بسا اوقات ہمیں ان کی بعض تنقیدات اور سخت رویوں سے شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کئی مواقع پر مجھے اور میرے رفقاء کو کھلے عام تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ بعض حالات میں وہ ہم سے ناراضگی کا بھی اظہار کر دیتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ ایک عظیم مشفق

اور اعلیٰ درجہ کے مربی کی محبت و پیار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ میں ان کے مقابلے میں پاکستان کے کسی سیاستدان، اور رہنما کو اہمیت نہیں دے سکتا۔

اور پھر یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ ہماری جماعت کے بانی قائد شہید مولانا حق نواز پر ابتلاء و آزمائش کی ایسی گھڑی میں جب جھنگ میں ان کے ہمنواؤں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور ملک بھر میں انہیں ایک فرقہ پرور جھگڑالو مولوی اور خطیب کی حیثیت سے مشہور کیا گیا تھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی پہلے آدمی تھے جنہوں نے برملا ان کے مشن اور نصب العین کی تائید کی ہے جب قائدین میانوالی اور ڈیرہ غازی خاں کی دور افتادہ جیلوں میں حکمرانوں کے عتاب کا شکار ہوئے تو انہوں نے اپنی گرہ سے خطیر رقم خرچ کر کے اعلیٰ عدالتوں میں رٹیں کیں۔ ہر محرم کے موقع پر مولانا حق نواز کے خلاف حکمرانوں کی شیشہ زنی میں ایک ڈھال اور سپر کا کام دیا حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے تنقیدی نشتروں کی زد میں آنے والے کئی اصحاب بھی ان کی اعلیٰ دینی خدمات کو فراموش نہیں کر سکتے---

بعض پیشہ ور مقرروں کی تنقید تو قابل اعتناء ہی نہیں لیکن کسی کو انکی ذات سے کسی مسئلہ پر دیانت دارانہ اختلاف بھی ہو سکتا ہے--- لیکن ان کے اسلامی کارناموں، دینی درد، سوز و گداز، اور اسلام کے کسی بھی مسئلہ پر ان کے بے چین ہو جانے کا تابناک کردار فراموش کرنا حقائق کا انکار ہے--- چونکہ ہمارا دور جھوٹ، فریب، پروپیگنڈہ اور دجل تلبیس سے آلودہ ہے اس لئے من گھڑت الزامات بے بنیاد اتہامات سے کسی کی دینی خدمات اور کارناموں سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا--- ۱۹۷۰ء کے عشرے میں مولانا قاسمی کا جمعیت علماء اسلام سے اختلاف اور علیحدگی پر ہر ایک کو تنقید کا حق حاصل ہے لیکن ان کی اعلیٰ اسلامی خدمات اور سپاہ صحابہ کے ساتھ والہانہ تعلق، بے لوث وابستگی، ہر تکلیف اور مشکل میں ان کی رہنمائی ایسا کردار ہے جس کے مقابلے میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں---

مولانا محمد ضیاء القاسمی نے حسب معمول ہماری گرفتاری پر بھی سابقہ کردار کو

دھرایا----- ہماری رہائی کے لئے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا-- طویل اسارت کے خاتمے کے لئے ایک موقع پر انہوں نے اپنے مزاج سے ہٹ کر قدم اٹھایا- ہماری رہائی کے لئے وہ اس حد تک آگے چلے گئے کہ ہر حاکم کے دروازے پر دستک دی- وفاقی وزراء گورنر وزیر اعلیٰ، سیکرٹریوں سے لے کر پیپلز پارٹی کی مرکزی اور صوبائی قیادتوں تک ہر جگہ انھوں نے ایک رہنما اور باپ کی طرح اپنا کردار پیش کیا---- وہ ملتان، لاہور، اور راولپنڈی کی جیلوں میں بار بار تشریف لاتے رہے- ہماری رہائی کے لئے اسلام آباد اور لاہور کے پے در پے چکر لگاتے رہے- کئی بیماریوں اور بڑھاپے کے باوجود ان کی انتھک کاوش ہمارے لئے سرمایہ افتخار سے کم نہیں- میں یا میری جماعت کا کوئی فرد حضرت قاسمی صاحب کی وفا شعاری، بے لوث دینی محبت، پر خلوص پیار کو فراموش نہیں کر سکتا-

دوسرے احباب کی کاوشیں

مولانا ضیاء القاسمی صاحب کے علاوہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کئی پاکستانی اصحاب نے بھی رہائی کے لئے سنجیدہ کوششیں کیں- مولانا سمیع الحق، جماعت اسلامی کے قاضی حسین احمد، لیاقت بلوچ، عالمی مجلس ختم نبوت کے مولانا عزیز الرحمٰن، حضرت پیر سیف اللہ خالد، ایک درجن کے قریب قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں- سپاہ صحابہ میں ہمارے سابق صوبائی وزیر شیخ حاکم علی نے بھی اپنی بساط کے مطابق ہر فورم پر ہماری رہائی کے لئے آواز اٹھائی- اعلیٰ حکام سے مذاکرات اور یکطرفہ زیادتیوں کے خلاف گورنر راجہ سروپ خان وزیر اعلیٰ سردار عارف نکئی کے سامنے اعلیٰ انداز میں ہمارا مقدمہ پیش کیا--- ہماری مرضی کے خلاف چند مواقع پر بے نظیر سے بھی بات کی- مشروط اور مذاکرات سے رہائی کے خلاف ہونے کے باعث یہ تمام کاوشیں صدا بصحرا ثابت ہوتیں-

ہمارا موقف یہ تھا کہ ہمارے خلاف تمام مقدمات جھوٹے اور تمام زیادتیاں یکطرفہ

ہیں اس لئے غیر مشروط طور پر ہمیں رہا ہونا چاہیے شروع ہی سے ہمارا موقف یہ تھا کہ بے نظیر سے کسی قسم کے مذاکرات اور شرائط کے ذریعے رہائی قبول نہیں کریں گے۔ حکومت نے ہم پر تمام جھوٹے مقدمات قائم کئے ہیں اور یہ تمام تر کاروائی یکطرفہ ہے۔ ہمارے مخالف شیعہ لیڈر ساجد نقوی پر بھی اسی طرح کے تین درجن مقدمات درج ہیں انہیں کیوں نہیں پکڑا گیا اس لئے جب تک حکومت ان زیادتیوں کا غیر مشروط ازالہ نہیں کرتی ہم کوئی بات کرنے کے لئے تیار نہیں۔

گرفتاری کے چار ماہ بعد جب ۲۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو سپریم کورٹ نے عدلیہ کے مکمل آزاد ہونے اور حکومتی مداخلت کے خاتمے کا فیصلہ صادر کیا۔ تو اس سے ہمیں روشنی کی امید نظر آئی اور تمام مقدمات کو عدالتوں کے ذریعے ختم کرنے کا فیصلہ ہوا۔

اس سلسلے میں ہمارے ہائیکورٹ کے وکلاء منیر احمد بھٹی، سید اطہر شاہ ایڈوکیٹ، راؤ خلیل احمد ایڈوکیٹ، بیرسٹر ڈاکٹر اصغر رانا، بشارت اللہ خاں ایڈوکیٹ، اور عزیزم انجینئر طاہر محمود، ظفر قریشی، سعید احمد خان لودھی نے بے پناہ محنت کی، عدالتوں کی آزادی کے بعد حکومت پسپا ہوتی گئی۔ جونہی ہم نے عدالتوں سے رجوع کیا۔ پولیس نے ہر جگہ پھر رکاوٹیں ڈالیں، کبھی ریکارڈ پیش نہ کیا، کبھی تفتیش مکمل نہ کی، کبھی غیر حاضری، کبھی کوئی بہانہ...... کر کے ضمانتوں اور رہائی کے کام میں تاخیری حربے استعمال کئے جاتے رہے۔

ہائیکورٹ کے ججوں کو ہمارے خلاف بریف کیا گیا، معمولی معمولی بات پر ۱۵، ۱۵ روز ضمانتوں کی تاریخیں موخر کی جاتی رہیں---- میاں شاہنواز کے مقدمہ قتل میں جب ہماری ضمانت جسٹس راشد عزیز اور جسٹس تصدق گیلانی کے پاس زیر سماعت تھیں۔ ایک تاریخ پر قریب تھا کہ عدالت ہماری ضمانت منظور کر لیتی تو حکومت کے وکیل اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل پنجاب نے کہا کہ ہمیں پرائم منسٹر ہاؤس سے حکم ملا ہے کہ اس میں اسسٹنٹ کی بجائے خود ایڈوکیٹ جنرل پیش ہوں اور وہ اس وقت سابق وزیر اعلیٰ میاں منظور وٹو کے مقدمہ میں مصروف ہیں اس لئے اگلی تاریخ دی جائے--- چند دنوں کے بعد دو ماہ کی تعطیلات

ہونے والی تھیں اس طرح حکومت ہماری ضمانتوں کو دو ماہ موخر کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ بالاخر مقدمہ بہاولپور میں ہماری ضمانت ۲۷ اکتوبر دوسرے مقدمہ سرائے عالمگیر میں راولپنڈی خصوصی عدالت نے ہماری برات 96-11-17 تیسرے مقدمہ تھانہ میکلوڈ گنج میں ہماری ضمانت ایڈیشنل جج خالد میاں لاہور کے پاس ۲۳ دسمبر کو منظور ہو گئی۔

یہی تین مقدمات تھے جو گرفتاری کے آغاز میں ہم پر ڈالے گئے تھے جونہی میاں شاہنواز کیس میں ہماری ضمانت ہوئی۔ نگران حکومت نے ڈھائی سال پرانا تھانہ وھاڑی کا ایک مقدمہ اور ڈال دیا۔ ورنہ چند روز بعد ہم رہا ہو جاتے اس لئے ہماری رہائی میں مزید دو ماہ کی تاخیر ہو گئی۔ اندریں حالات خدا کا شکر ہے کہ ہم قوم و ملک کے سامنے سرخرو ہوئے ہیں، ہم نے حکمرانوں کی ہر شرط کو مسترد کر کے عدالتوں سے قانونی انصاف کے ذریعے رہائی حاصل کی ہے۔ بے نظیر کے آخری دور کی غیر مشروط رہائی کو بھی مسترد کر کے صرف عدالتی انصاف کی بالادستی کو تسلیم کیا ہے۔ خدا کے خاص فضل اور کرم کے باعث بے نظیر حکومت کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے---

ضیاء الرحمٰن فاروقی

کوٹ لکھپت جیل لاہور

تاریخ شہادت 18-1-97

(شہادت سے تقریباً تین گھنٹے قبل یہ کتاب مکمل کی)



فاروقی شہید اکیڈمی کی فخریہ پیشکش
شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی
طرف سے چودہ ماہ کی اسیری کے دوران لکھی جانے والی ۲۶ کتب میں سے
۵ کتابوں پر مشتمل
پہلی قسط کا
مکمل سیٹ
آل رسول خاندان نبوت اور سیدنا علی مرتضیٰ کی مقدس تعلیمات کی حقیقی تصویر
عالم اسلام کو بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنے والی کتاب
تلاش حق کی جستجو کرنے والوں کیلئے حقائق و معارف کا گنجینہ
تعلیمات آل رسولؐ
مسلمانوں اور اہل تشیع کے درمیان سینکڑوں سال سے جاری مذہبی کشمکش کا خاتمہ
مذہبی تصورات کا حقیقی آئینہ
انتہائی جامع مرقع جو متلاشیان حق کے لئے مشعل راہ ہے
حضرۃ امام مہدی
زندانوں کی اوٹ سے پاکستان بھر کی جیلوں میں گذرے لمحات
نیا لہجہ، نئی زبان منفرد ادبی انداز
علامہ فاروقی شہید کی زندگی کی کہانی خود ان کی زبانی
پھر وہی قیدِ قفس
موجودہ دور کے حقیقی تقاضے
اسلام کے خلاف خطرناک سازشوں کا انکشاف
ہر مسلمان کیلئے
سپاہِ صحابہ میں شمولیت کیوں ضروری ھے ؟
نئے دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں کی اصل ذمہ داری کی نشاندہی پر انتہائی مختصر و جامع مرقع
جدید دور میں مسلمانوں کی ذمہ داری
اپنے قریبی بکسٹال سے آج ہی طلب فرمائیں
ناشر: اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد پاکستان
فون نمبر: ۶۴۰۰۲۴

پھر وہی قیدِ قفس

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی

زیرِ اہتمام: فاروقی شہید اکیڈمی

ناشر: اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد

